بخاری کی ابتدائی تقریر



مرآۃ البخاری

صحیح بخاری کو علی وجہ البصیرت شروع کرنے سے
پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے

علمِ حدیث . امام بخاری
کتاب بخاری

تقریر
حافظ عبدالمنان نورپوری

ترتیب و تخریج
یونس عتیق
خطیب جامع مسجد اقصیٰ



نظرثانی
محمد طیب محمدی
مدرس جامعہ شمس الہدیٰ ڈسکہ

نظرثانی
حافظ عبدالمنان نورپوری

نام کتاب.................................مرآۃ البخاری

تقریر.................................حافظ عبدالمنان نورپوری

ترتیب وتخریج.................................مولانا یونس عتیق

نظر ثانی.................................محمد طیب محمدی

نظر ثالث.................................حافظ عبدالمنان نورپوری

قیمت.................................۱۲۰

کمپوزر.................................محمد شاہد گرجاکھی

کمپوزنگ سنٹر.................................محمدی کمپوزنگ سنٹر

گلی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث المعروف گلی ڈاکخانیوالی مین روڈ گرجاکھ گوجرانوالہ

ناشر.................................دارالحسنٰی

گلی ماہنا گجرآبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

اہتمام طباعت.................................محمد طیب محمدی

آئینہ مضامین

- ترجمۃ المؤلف ---------- ۱۲
- ابتدائیہ ---------- ۱۵
- **علم الحدیث** ---------- ۱۹
  - علم ---------- ۱۹
  - الحدیث ---------- ۱۹
  - خبر ---------- ۲۰
  - سنت ---------- ۲۰
  - احکام ---------- ۲۰
  - ادلہ ---------- ۲۱
  - بمقابلہ بدعت ---------- ۲۱
  - اثر ---------- ۲۱
- علم حدیث کی تعریف ---------- ۲۱
- علم حدیث کی اقسام ---------- ۲۲
  - علم درایۃ الحدیث ---------- ۲۲
  - علم روایۃ الحدیث ---------- ۲۲
- حدیث کا قرآن سے تعلق؟ ---------- ۲۳
- کتابت حدیث اور تدوین حدیث ۲۳
- عہد نبویؐ میں کتابت حدیث کے دلائل ۲۳
  - پہلی دلیل ---------- ۲۳
  - دوسری دلیل ---------- ۲۵
  - تیسری دلیل ---------- ۲۶
- کتابت حدیث پر منکرین حدیث کا اعتراض ---------- ۲۶
  - اعتراض کا پہلا جواب ---------- ۲۶
  - دوسرا جواب ---------- ۲۷
- صحابہ کرامؓ کے دور میں کتابت حدیث ۲۷
- تدوین حدیث ---------- ۲۹
- حجیت حدیث ---------- ۳۰
- قرآن سے حجیت حدیث کے دلائل ۳۱
  - پہلی دلیل ---------- ۳۱
  - دوسری دلیل ---------- ۳۱
  - تیسری دلیل ---------- ۳۲
  - چوتھی دلیل ---------- ۳۲
  - پانچویں دلیل ---------- ۳۲
  - چھٹی دلیل ---------- ۳۳
  - ساتویں دلیل ---------- ۳۴
  - آٹھویں دلیل ---------- ۳۴
- منکرین حدیث کے شبہات اور ان کے جوابات ---------- ۳۵
- پہلا شبہ ---------- ۳۵
  - جواب نمبر ۱ ---------- ۳۵
  - جواب نمبر ۲ ---------- ۳۶

* جواب نمبر۳ ---------- ۳۶
۞ دوسرا شبہ ---------- ۳۶
* جواب نمبر۱ ---------- ۳۶
* جواب نمبر۲ ---------- ۳۷
* جواب نمبر۳ ---------- ۳۷
۞ تیسرا شبہ ---------- ۳۷
* جواب نمبر۱ ---------- ۳۸
* جواب نمبر۲ ---------- ۳۸
* جواب نمبر۳ ---------- ۳۹
۞ چوتھا شبہ ---------- ۴۰
* جواب ---------- ۴۰
۞ پانچواں شبہ ---------- ۴۲
* جواب نمبر۱ ---------- ۴۲
* جواب نمبر۲ ---------- ۴۳
* جواب نمبر۳ ---------- ۴۳
۞ چھٹا شبہ ---------- ۴۴
* جواب ---------- ۴۴
* پہلا رد ---------- ۴۵
* دوسرا رد ---------- ۴۵
* تیسرا رد ---------- ۴۵
۞ ساتواں شبہ ---------- ۴۶
* پہلا رد ---------- ۴۶
* دوسرا رد ---------- ۴۶
۞ آٹھواں شبہ ---------- ۴۷
* رد ---------- ۴۷
۞ نواں شبہ ---------- ۴۷
* جواب ---------- ۴۷
۞ دسواں شبہ ---------- ۴۷
* جواب ---------- ۴۸
۞ حدیث کی تحقیق کا طریقہ ---------- ۴۸
۞ حدیث کے مقبول ہونے کی شرائط ---------- ۴۸
۞ محدثین کی شرائط پر منکرین حدیث کا اعتراض ---------- ۴۹
* جواب ---------- ۴۹
۞ کتب حدیث کے مختلف مراتب ---------- ۵۰
* پہلا مرتبہ ---------- ۵۰
* دوسرا مرتبہ ---------- ۵۰
* دوسرا مرتبہ ---------- ۵۰
* چوتھا مرتبہ ---------- ۵۰
* پانچواں مرتبہ ---------- ۵۰
* چھٹا مرتبہ ---------- ۵۰
* ساتواں مرتبہ ---------- ۵۱
۞ امام ابن حزمؒ کا طریقہ ---------- ۵۱
۞ شاہ ولی اللہ کی تقسیم ---------- ۵۱
* پہلا طبقہ ---------- ۵۱
* دوسرا طبقہ ---------- ۵۱

* تیسرا طبقہ ---------------- ۵۲
* چوتھا طبقہ ---------------- ۵۲
* پانچواں طبقہ ---------------- ۵۲
۞ کتب احادیث کا تعارف -------- ۵۳
۞ 1۔ جامع ---------------- ۵۳
۞ 2۔ سنن ---------------- ۵۶
۞ 3۔ مستخرج ---------------- ۵۷
۞ مستخرج کے فوائد ---------------- ۵۸
* ا۔ علو اسناد ---------------- ۵۸
* ۲۔ نقص تدلیس کا ازالہ ---- ۵۸
* ۳۔ وصل، انقطاع وارسال -- ۵۸
* ۴۔ تعیین مبہم ---------------- ۵۹
* ۵۔ ایضاح مہمل ---------------- ۵۹
* ۶۔ شرح قصہ ---------------- ۵۹
* ۷۔ تتمہ حدیث ---------------- ۵۹
* ۸۔ نقص اختلاط کا رفع ---- ۵۹
۞ 4۔ مستدرک ---------------- ۶۰
۞ 5۔ مسند ---------------- ۶۱
* ا۔ ترتیب باعتبار حروف تہجی ۔ ۔ ۶۱
* ۲۔ ترتیب صحابہ کرامؓ باعتبار سوابق اسلامیہ ---------- ۶۱
* ۳۔ ترتیب صحابہؓ باعتبار شرف نسب ---------- ۶۱
۞ کتب مسانید کا تعارف -------- ۶۲
* مسند امام احمد رحمہ اللہ -------- ۶۲
* مسند امام شافعی رحمہ اللہ -------- ۶۳
* مسند امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ ---- ۶۳
۞ 6۔ معجم ---------------- ۶۴
* ا۔ ترتیب وفات کے اعتبار سے ۶۴
* ۲۔ ترتیب تقویٰ علم کے لحاظ سے ۶۴
* ۳۔ ترتیب بلحاظ حروف تہجی --- ۶۴
۞ 7۔ الجزء ---------------- ۶۵
۞ 8۔ کتب اطراف ---------------- ۶۵
۞ 9۔ کتب علل ---------------- ۶۶
۞ 10۔ اربعین ---------------- ۶۷
۞ 11۔ مسلسل ---------------- ۶۷
۞ تعارض حدیث کے متعلق ایک قاعدہ ۶۹
۞ صحیحین کی احادیث کو ترجیح دینے پر ابن ہمام کا اعتراض ---------- ۷۱
* دلیل نمبر ۱ ---------------- ۷۱
* دلیل نمبر ۲ ---------------- ۷۱
* دلیل نمبر ۳ ---------------- ۷۲
* دلیل نمبر ۴ ---------------- ۷۲
۞ رجال صحیحین اور شروط صحیحین میں فرق کی وجوہات ---------- ۷۳
* پہلی وجہ ---------------- ۷۳

* دوسری وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۳
* تیسری وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۳
* چوتھی وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴
* پانچویں وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴
* چھٹی وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴
* ساتویں وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۵
❁ ابن ہمام کے دلائل کی طرف توجہ ۔۔ ۷۵
* پہلی دلیل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۵
* جواب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۶
* دوسری دلیل کا جواب ۔۔۔۔۔ ۷۶
* تیسری دلیل کا جواب ۔۔۔۔۔ ۷۷
* چوتھی دلیل کا جواب نمبر ۱ ۔۔۔۔ ۷۷
* چوتھی دلیل کا جواب نمبر ۲ ۔۔۔۔ ۷۷
❁ حدیث کو رد کرنے کیلئے وضع کردہ
اصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۸
❁ اصول نمبر 1 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۸
* جواب نمبر ۱ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۸
* جواب نمبر ۲ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۸
* جواب نمبر ۳ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۸
* جواب نمبر ۴ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۹
* جواب نمبر ۵ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۹
* جواب نمبر ۶ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۹
* جواب نمبر ۷ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
* جواب نمبر ۸ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
❁ اصول نمبر 2 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
* جواب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۱
❁ صوفیوں کا اعتراض ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۲
* جواب نمبر ۱ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۲
* جواب نمبر ۲ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۲
❁ اصول نمبر 3 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۲
* رد نمبر ۱ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۳
* رد نمبر ۲ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۳
❁ اصول نمبر 4 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۴
* رد نمبر ۱ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۵
* رد نمبر ۲ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۵
❁ اصول نمبر 5 ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۶
* رد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۶
❁ **کتاب بخاری** ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۸
* صحیح بخاری کا نام ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۸
* صحیح بخاری کا موضوع ۔۔۔۔۔ ۸۸
* ایک شبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۸
* جواب نمبر ۱ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۹
* جواب نمبر ۲ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۹
* جواب نمبر ۳ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۹
* سبب تالیف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۰
❁ امام بخاری کا اخلاص ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۱

۞ کتاب بخاری پر آئمہ کی تقریظ اور تائید ۹۱
۞ اصحیت بخاری پر اعتراض ----- ۹۲
* اعتراض نمبر ۱ ----------- ۹۲
* جواب ------------- ۹۲
* اعتراض نمبر ۲ ----------- ۹۳
* جواب ------------- ۹۳
* اعتراض نمبر ۳ ----------- ۹۳
* جواب ------------- ۹۳
۞ شرائط بخاری ----------- ۹۴
۞ مکثرین راوۃ کے پانچ طبقے ---- ۹۴
* طبقہ اولی ----------- ۹۴
* طبقہ ثانیہ ----------- ۹۴
* طبقہ ثالثہ ----------- ۹۵
* طبقہ رابعہ ----------- ۹۵
* طبقہ خامسہ ----------- ۹۵
* غیر مکثرین ----------- ۹۷
* اصحیت بخاری پر اعتراض اور
اس کا جواب ----------- ۹۸
* اعتراض نمبر ۲ ----------- ۹۸
* جواب نمبر ۱ ----------- ۹۸
* جواب نمبر ۲ ----------- ۹۹
* جواب نمبر ۳ ----------- ۹۹
* جواب نمبر ۴ ----------- ۹۹
۞ اتقان رجال میں بخاری کا مقام بلند
ہونے کی چار وجوہ ----------- ۱۰۰
* وجہ اول ----------- ۱۰۰
* وجہ ثانی ----------- ۱۰۰
* وجہ ثالث ----------- ۱۰۱
* وجہ رابع ----------- ۱۰۱
اعتراض نمبر ۳ ----------- ۱۰۲
* جواب ------------- ۱۰۳
۞ تراجم بخاری ----------- ۱۰۳
* لفظ تراجم کے معانی ------- ۱۰۳
* معنی اول ----------- ۱۰۳
* معنی ثانی ----------- ۱۰۳
* معنی ثالث ----------- ۱۰۳
* تراجم بخاری کے حل کے لئے
لکھی گئیں کتب ----------- ۱۰۴
۞ تراجم بخاری کی انواع ------- ۱۰۵
* النوع الاول ----------- ۱۰۵
* النوع الثانی ----------- ۱۰۶
* النوع الثالث ----------- ۱۰۶
* النوع الرابع ----------- ۱۰۶
* النوع الخامس ----------- ۱۰۶
* النوع السادس ----------- ۱۰۶
* النوع السابع ----------- ۱۰۶

* النوع الثامن ---------- ۱۰۷
* النوع التاسع ---------- ۱۰۷
* النوع العاشر ---------- ۱۰۷
* النوع الحادی عشر ---------- ۱۰۷
* النوع الثانی عشر ---------- ۱۰۷
* النوع الثالث عشر ---------- ۱۰۷
* النوع الرابع عشر ---------- ۱۰۷
* النوع الخامس عشر ---------- ۱۰۸
* النوع السادس عشر ---------- ۱۰۸
* النوع السابع عشر ---------- ۱۰۸
* النوع الثامن عشر ---------- ۱۰۸
* النوع التاسع عشر ---------- ۱۰۹
* النوع العشر ون ---------- ۱۰۹
* النوع الحادی والعشر ون ---- ۱۰۹
* النوع الثانی والعشر ون ---- ۱۰۹
* النوع الثالث والعشر ون ---- ۱۱۰
* النوع الرابع والعشر ون ---- ۱۱۰
* النوع الخامس والعشر ون ---- ۱۱۰
۞ مترجم بہ اور مترجم لہ کی اصطلاح -- ۱۱۱
* مترجم بہ ---------- ۱۱۱
* مترجم لہ ---------- ۱۱۱
۞ تکرار حدیث، تقطیع حدیث اور اختصار حدیث درابواب بخاری ---- ۱۱۲
* تکرار حدیث ---------- ۱۱۲
۞ تکرار ظاہری کے اسباب ------ ۱۱۳
* وجہ اول ---------- ۱۱۳
* وجہ ثانی ---------- ۱۱۴
* وجہ ثالث ---------- ۱۱۴
* وجہ رابع ---------- ۱۱۵
* وجہ خامس ---------- ۱۱۵
* وجہ سادس ---------- ۱۱۵
* وجہ سابع ---------- ۱۱۵
* تقطیع حدیث ---------- ۱۱۷
* اختصار حدیث ---------- ۱۱۸
۞ معلقات بخاری ---------- ۱۱۹
* معلقات مرفوعہ ---------- ۱۱۹
* معلقات موقوفہ ---------- ۱۱۹
* معلقات مرفوعہ کی اقسام ---- ۱۱۹
* دوسری قسم کی اقسام ------ ۱۲۰
* مرفوع بصیغہ جزم -------- ۱۲۰
* معلق بصیغہ تمریض ------- ۱۲۱
* صحیح غیر ملحق بشرط البخاری ---- ۱۲۱
* حسن صالح للحجہ غیر ملحق بشرط البخاری ۱۲۲
* غیر ملحق بشرط البخاری لیس بصحیح ولا حسن ولکنہ ضعیف ---------- ۱۲۲
* ایک اعتراض اور اس کا جواب ۱۲۳

* جواب نمبرا ـــــــــــ ۱۲۴
* جواب نمبر۲ ـــــــــــ ۱۲۵
* معلقات مرفوعہ بصیغہ تمریض کی اقسام ـــــــــــ ۱۲۵
* النوع الاول علی شرط البخاری ـ ۱۲۶
* النوع الثانی صحیح علی شرط غیر البخاری ۱۲۷
* النوع الثالث ـــــــــــ ۱۲۷
* النوع الرابع ـــــــــــ ۱۲۸
* النوع الخامس ـــــــــــ ۱۲۹
* معلقات مرفوعہ کی اقسام ـــــــــــ ۱۲۹
* النوع الاول ـــــــــــ ۱۲۹
* النوع الثانی ـــــــــــ ۱۳۰
* النوع الثالث ـــــــــــ ۱۳۰
* النوع الرابع ـــــــــــ ۱۳۰
* النوع الخامس ـــــــــــ ۱۳۰
* صحیح بخاری میں منتقد علیہ روایات ـ ۱۳۱
* مسندات پر تنقید اور ان کے جوابات ـــــــــــ ۱۳۱
* اجمالی جواب ـــــــــــ ۱۳۲
* قدرے تفصیلی جواب ـــــــــــ ۱۳۴
* النوع الاول ـــــــــــ ۱۳۴
* النوع الثانی ـــــــــــ ۱۳۵
* النوع الثالث ـــــــــــ ۱۳۶
* النوع الرابع ـــــــــــ ۱۳۶
* النوع الخامس ـــــــــــ ۱۳۷
* النوع السادس ـــــــــــ ۱۳۷
* النوع السابع ـــــــــــ ۱۳۸
* منتقد علیہ رواۃ بخاری اور ان کے جوابات ـــــــــــ ۱۳۹
* اسباب جرح ـــــــــــ ۱۴۰
* جہالت ـــــــــــ ۱۴۰
* غلط ـــــــــــ ۱۴۱
* انقطاع بوجہ تدلیس ـــــــــــ ۱۴۲
* انقطاع بوجہ راسال ـــــــــــ ۱۴۲
* بدعت ـــــــــــ ۱۴۲
* بدعت مکفرہ ـــــــــــ ۱۴۲
* بدعت مفسقہ ـــــــــــ ۱۴۳
* مخالفت ـــــــــــ ۱۴۳
* احادیث بخاری کی تعداد ـــــــــــ ۱۴۴
* فائدہ ـــــــــــ ۱۴۸
* نتیجہ ـــــــــــ ۱۴۸
* کتاب بخاری کے نسخے ـــــــــــ ۱۴۹
* نسخہ اول حافظ فربری کا نسخہ ـ ۱۴۹
* نسخہ ثانیہ حافظ نسفی کا نسخہ ـــ ۱۵۰
* نسخہ ثالثہ حافظ نسوی کا نسخہ ـــ ۱۵۰
* نسخہ رابعہ حافظ بزدوی کا نسخہ ـ ۱۵۱

۞ جامع بخاری کی کتب اور اس کے ابواب کی تعداد ---------- ۱۵۳

* احادیث صحیحین کے ثبوت کی قطعیت ---------- ۱۵۳

* فریقین کے دلائل ---------- ۱۵۴

* ایک اعتراض اور اس کا جواب ۱۵۶

* فائدہ اولی ---------- ۱۵۷

* فائدہ ثانیہ ---------- ۱۵۹

۞ شروحات بخاری ---------- ۱۶۰

* محدث وفقیہ بنانے والی چار کتب ۱۶۲

۞ جامع بخاری کے چند ایک فضائل ۱۶۳

* پہلی فضیلت ---------- ۱۶۳

* مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب ۱۶۳

* دوسری فضیلت ---------- ۱۶۴

* اعتراض ---------- ۱۶۵

* جواب ---------- ۱۶۵

* تیسری فضیلت ---------- ۱۶۵

* اعتراض ---------- ۱۶۶

* جواب ---------- ۱۶۶

* چوتھی فضیلت ---------- ۱۶۶

* پانچویں فضیلت ---------- ۱۶۷

* چھٹی فضیلت ---------- ۱۶۸

۞ **امام بخاری** ---------- ۱۶۹

* نام ونسب ---------- ۱۶۹

* پورا نام بمعہ کنیت ونسب ---------- ۱۶۹

* ولادت ---------- ۱۷۰

* بچپن ---------- ۱۷۰

* ابتدائی زمانہ میں ذہانت ---------- ۱۷۳

۞ امام بخاری کے مشائخ اور ان کے طبقات ---------- ۱۷۶

* طبقہ اولی ---------- ۱۷۷

* طبقہ ثانیہ ---------- ۱۷۸

* طبقہ ثالثہ ---------- ۱۷۸

* طبقہ رابعہ ---------- ۱۷۸

* طبقہ خامسہ ---------- ۱۸۹

۞ امام بخاری کا زہد ---------- ۱۸۰

۞ امام بخاری کی سیرت ---------- ۱۸۱

* فائدہ ---------- ۱۸۵

* امام بخاری کے ناصحانہ اشعار ۱۹۰

* امام بخاری اپنے اساتذہ کی نظر میں ۱۹۱

* قتیبہ بن سعید کے اقوال ---------- ۱۹۳

* قول اول ---------- ۱۹۳

* قول ثانی ---------- ۱۹۳

* قول ثالث ---------- ۱۹۴

* دوسرے آئمہ کے اقوال ---------- ۱۹۵

۞ امام بخاری اپنے اقران اور اتباع

کی نظر میں ------------------ ۲۰۷
۞ امام بخاری کا حافظہ اور اس کی مثالیں ۲۱۴
۞ امام بخاری کی تصانیف --------- ۲۲۴
۞ امام بخاری سے روایت لینے والوں
کے اسماء گرامی ------------------ ۲۲۸
* طبقہ اولی ------------------ ۲۲۸
* طبقہ ثانیہ ------------------ ۲۲۸
* طبقہ ثالثہ ------------------ ۲۲۸
* امام بخاری اور محمد بن یحیی ذہلی
کے درمیان رقابت --------------- ۲۲۹
* خلق قرآن کا مسئلہ ---------- ۲۳۰
* امام بخاری کا عقیدہ --------- ۲۳۴
* خالد بن احمد والی بخاریٰ کی امام
بخاری سے مخالفت کی وجہ --------- ۲۳۶
* وفات امام بخاری --------- ۲۳۸

﴿ولله الحمد فی الاولی والآخرة﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عبد المنان نورپوری حفظہ اللہ المنان

استاذ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

ولدیت:

عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین نورپوری

ولادت:

۱۹۴۴ء بمطابق ۱۳۶۳ھ نورپور چھل، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

تعلیم:

حافظ عبدالمنان نورپوری پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا تھا۔ مگر جب مولانا چراغدین نورپوری نے آپ کو جامعہ محمدیہ میں داخل کرایا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے آپ کے نام خوشی محمد کو اپنے شیخ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کے نام سے تبدیل فرمادیا۔ چنانچہ شیخ سلفیؒ آپ کو مخاطب کر کے ازراہ شفقت فرمایا کرتے تھے "میں نے اپنے شیخ کے نام پر تیرا نام رکھ دیا"

اساتذہ کرام:

حافظ عبدالمنان نورپوری نے مندرجہ ذیل اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔

۱. حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲. شیخ الحدیث حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

۳. حافظ محمد عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ

۴. مولانا عبد الحمید ہزاروی

۵. مولانا جمعہ خان ہزاروی

۶. مولانا غلام رسول گجراتی

۷. مولانا عبد الحمید گجراتی

۸. مولانا عزیز الرحمن

۹. مولانا عبد الرحمن لکھوی

۱۰. مولانا وزیر کشمیری

۱۱. خواجہ عبد المنان راز

۱۲. علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر

۱۳. خواجہ محمد قاسم

۱۴۔ قاری ولی محمد ۱۵۔ مولانا نذیر احمد طبیب

برتن سازی میں آپ کے استاذ آپ کے والد گرامی ہیں۔فراغت کے بعد آپ جامعہ محمدیہ ہی میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔اور تا حال یہیں خدمت دین میں مصروف ہیں۔آپ اواخر شعبان تا نصف شوال ۱۴۰۴ھ نورستان کا سفر کر چکے ہیں۔

تصانیف وتالیفات:

آپ کی تالیفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔غنچۂ نماز ۲۔تحقیق التراویح ۳۔نخبۃ الاصول ۴۔مسئلہ رفع الیدین

۵۔ادائے سنت فجر بعد از فرض قبل از طلوع آفتاب ۶۔رسالہ ''بیس رکعت تراویح کی شرعی حیثیت'' پر ایک نظر ۷۔کیا تقلید واجب ہے؟ تحریری گفتگو قاضی شمس الدین

۸۔اجادۃ القریٰ لاثبات الجمعۃ فی القریٰ ۹۔ارشاد القاری الی نقد فیض الباری

(یہ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض الباری پر نوٹس کی ترتیب وتفصیل ہے)

۱۰۔احکام ومسائل (سوالات کے جوابات) ۱۱۔تحقیق التراویح (تحریری مناظرہ قاضی عصمت اللہ)

۱۲۔زبدۃ المقترح (عربی) ۱۳۔زبدۃ التسفیر لوجہ التفسیر (عربی)

۱۴۔دروس نورپوری ۱۵۔حقیقت ایمان (مقالہ) ۱۶۔تعداد رکعات (مقالہ)

۱۷۔سود کی حرمت (مقالہ) ۱۸۔قربانی کے احکام ومسائل (مقالہ)

۱۹۔ضعیف روایات (مقالہ دو حصے) ۲۰۔آئمہ اربعہ (مقالہ)

۲۱۔نکاح میں ولی کی حیثیت (مقالہ) ۲۲۔دینی امور پر اجرت لینا جائز ہے

۲۳۔حقیقت تقلید (تحریری گفتگو) ۲۴۔مضمون رد تقلید (مفتی عبدالرشید کے فتویٰ تقلید کا رد)

۲۵۔تعریب اثبات توحید (از حافظ گوندلویؒ) ۲۶۔تعریب ختم نبوت (از حافظ گوندلویؒ)

۲۷۔مرآۃ البخاری ۲۸۔بیع التقسیط (عربی) ۲۹۔نماز مترجم

۳۰۔تعریب اسلام کی دوسری کتاب (از حافظ گوندلوی)

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے ۱۳۸۲ھ میں جامعہ محمدیہ میں کچھ اسباق پڑھانے شروع کئے۔جبکہ اس وقت آپ ابھی جامعہ سے فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے۔پھر ۱۳۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔

جامعہ محمدیہ کا مختصر تعارف

جامعہ محمدیہ کا قیام ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا۔ گوجرانوالہ چوک نیائیں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اس کا اجراء کیا۔ محدث ومحقق حضرت مولانا محمد گوندلوی نے جامعہ محمدیہ میں بطور معلم اپنی خدمات سرانجام دی۔ ۱۹۶۸ء تک شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی بھرپور توجہ لگن اور محنت شاقہ سے جامعہ محمدیہ کی آبیاری فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد انتظامیہ جامعہ محمدیہ نے جید عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی خدمات جامعہ محمدیہ کے لئے حاصل کیں۔ جو اس وقت جامعہ مسجد دالبازار میں درس وتدریس وتبلیغ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جامعہ محمدیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اور شیخ الکل حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ نے ۱۹۶۸ء سے اپنی وفات تک جامعہ محمدیہ کے مہتمم کے منصب کی ذمہ داری نبھائی۔ ان کے خصوصی معاونین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی صدر مدرس، حافظ عبدالمنان نورپوری، مولانا جمعہ خاں صاحب، مولانا محمد رفیق سلفی صاحب کی ودیگر اساتذہ کرام وانتظامیہ جامعہ محمدیہ کی مشترکہ کوششوں ومحنت شاقہ سے اور اپنے اپنے فرائض منصبی کو دیانت دارانہ طور پر ادائیگی سے آج جامعہ محمدیہ بفضل تعالی دنیا بھر کے مسلک اہلحدیث کے پیروکاروں کا ایک عظیم الشان مسلکی ادارہ کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی نے حسب سابق اپنی عالمانہ محققانہ کاوشوں سے جامعہ محمدیہ کے جملہ امور کو اعلی معیار کے مطابق جاری وساری رکھا ہوا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد جامع مسجد چوک اہلحدیث میں مولانا کی دوران علالت ان کی اجازت سے حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب خطابت اور درس قرآن وحدیث ارشاد فرما رہے ہیں۔ اور جامعہ محمدیہ میں بخاری شریف بھی حافظ عبدالمنان صاحب پڑھا رہے ہیں۔ جامعہ محمدیہ سے ہر سال تقریبا اسی ۸۰ کے علماء فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ آج تک ہزاروں کی تعداد میں جامعہ محمدیہ سے فارغ ہو کر علمائے کرام پوری دنیا میں تبلیغی وتدریسی، تالیفی وتصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

محمدی کمپوزنگ سنٹر: گلی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث مین روڈ گرجاکھ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على رسوله الكريم ....اما بعد:

یہ مجموعہ اوراق استاد محترم حافظ عبدالمنان صاحب استاذ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ کے ان دروس پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے کتاب بخاری پڑھانے سے قبل طلبہ کو لکھوائے تھے۔ شوال ۱۴۰۱ھ بمطابق اگست ۱۹۸۱ء کو جامعہ محمدیہ میں کتاب بخاری پڑھنے والی جماعت رائے محمد اشرف صاحب غلام رسول صاحب، عبدالجبار صاحب نذیر احمد صاحب، شبیر احمد صاحب، عطاء اللہ صاحب حافظ عبدالرحمٰن صاحب اور طارق محمود صاحب پر مشتمل تھی۔ میرے آنے سے قبل کچھ دروس ہو چکے تھے۔ حافظ صاحب کے پڑھانے کا انداز مشفقانہ تھا۔ ایک دن سبق کاپیوں پر لکھوا دیتے۔ دوسرے دن وہی سبق طلبہ سے زبانی سنتے تھے۔ یہ طریقہ طلبہ کے لئے بہت ہی مفید تھا۔

تعلیمی میدان میں استاد اور طلبہ کے درمیان تعلق بہت گہرا اور پاکیزہ ہوتا ہے جس پر علم کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ اساتذہ دور حاضر کے فتنوں سے طلبہ کو آگاہ کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی استعداد کے مطابق ان فتنوں کے سد باب کے لئے تیاری کریں ایک دفعہ اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں یہ بات ہوئی:

”فقال لنا بعض أصحابنا لو جمعتم كتابا مختصرا فی الصحیح لسنن رسول اللهﷺ فوقع ذلک فی قلبی“

تو یہ بات صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب بن گئی۔ اور شاگرد رشید کا یہ قول **”وسألتنی أن ألخصها لک فی التألیف بلا تکرار“** صحیح مسلم کی تالیف کا سبب بنا۔

ہمارے ہاں زمانہ ماضی میں جہاں فتنہ انکار حدیث پروان چڑھا۔ وہاں اہل الرائے احناف بھی آئمہ کی تقلید کرنے اور اس کی دعوت دینے میں پیچھے نہ

رہے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا:

"الحق والانصاف أن الترجیح للشافعی فی ھذہ المسئلة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا أبی حنیفة"

بلکہ اپنے مذہب کی تائید کے لئے یہ اصول وضع کر لئے:

"أن کل آیة تخالف قول أصحابنا فانها تحمل علی النسخ أوعلی الترجیح"

اور حدیث کے بارے میں یہ کہا:

"ان کل خبر یجئی بخلاف قول أصحابنا فانه یحمل علی النسخ أو أنه معارض بمثله"

اور کتاب ہدایہ کے بارے میں ایسی ترجمانی کی ۔

ان الهدایة کالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها فی الشرع من کتب

چونکہ استاد محترم حافظ عبدالمنان صاحب نے دوران تدریس ایسی چیزوں کا ذکر کر کے اچھی طرح ان کا رد کیا تھا۔ اور صحیح بات واضح کی تھی۔ ان کے ایسے نظریات سے پیدا ہونے والے نتائج سے بھی باخبر کیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان دروس کو ترتیب دے کر بعد میں آنے والے باقی بھائیوں کے لئے آسانی پیدا کی جائے۔ اگر ہو سکے تو کتابوں کے مکمل حوالہ جات نقل کر دیئے جائیں۔ اس لئے میں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔

میرے جو اسباق تاخیر کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ وہ میں نے رائے محمد اشرف صاحب اور نذیر احمد صاحب سے لے کر پورے کر لئے۔ میرے پاس ذاتی کتابوں کا ذخیرہ نہیں تھا۔ اور کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں تھا۔ اس لئے استاد محترم سے رہنمائی لیتا رہا اور مختلف کتابوں کو دیکھتا رہا۔ گوجرانوالہ میں جناح لائبریری، مکرم لائبریری اور جامعہ محمدیہ کی لائبریری کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور لاہور میں دار الدعوۃ السلفیہ کی

لائبریری میں کتابوں کو دیکھا۔اور کچھ افراد نے مستعار کتابیں دے دیں۔میں ان تمام افراداوراداروں کاشکریہ ادا کرتا ہوں۔جنہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا۔اللہ تعالی ان کے اس تعاون کوقبول کرے۔اوران کو بہتر جزاء دے۔جوان کے لئے دنیا وآخرت میں مفید ہو۔

درس کے دوران حافظ صاحب نے تمام عربی عبارتیں اور حوالہ جات بغیر کوئی کتاب سامنے رکھے اپنے حافظہ سے لکھوائے تھے۔دوران تخریج میں نے دیکھا کہ پوری کی پوری عبارت اور حوالہ بالکل کتاب کے مطابق ہے۔بلکہ اگر کسی جگہ انہوں نے ذاتی فیصلہ کیا ہے۔وہ بھی محدثین کے قول کے مطابق ہے۔جہاں عبارات میں تھوڑا بہت فرق محسوس کیا۔اس کو درست کردیا گیا۔

اللہ تعالی نے استاد محترم حافظ صاحب کو کمال حافظہ اور قوت کلام سے نوازا ہے۔ وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔علم وعمل میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔طلبہ کے لئے ان کا وجود باعث رحمت ہے۔اللہ تعالی ہمیں ان کے علم سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین

دور حاضر کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ہم پہلے سے زیادہ محنت کریں کیونکہ آنے والا زمانہ پہلے سے زیادہ پرفتن ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں یحیی بن ابی کثیر کا قول نقل کرتے ہیں:

"لا يستطاع العلم براحة الجسم"

اور خطیب بغدادی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق محمد بن یوسف فربری سے نقل کیا ہے:

"قال كنت عند محمد بن اسماعيل البخارى بمنزله ذات ليلة فاحصيت عليه أنه قام وأسرج يستذكر أشياء يعلقها فى ليلة ثمانى عشرة مرة"

اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ محنت کی توفیق عطا فرمائے ۔بھولے ہوئے افراد کو اللہ ہدایت دے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کام کرنے کی توفیق دے۔

پڑھنے والے بھائیوں سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے ۔تو اسے میری طرف منسوب کرنا ۔کیونکہ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ بات من وعن درج کی جائے ۔تاہم انسان ہوں بسا اوقات بات سننے اور سمجھنے میں خطا سرزد ہو جاتی ہے اور اس غلطی سے مطلع کر دینا۔اور اگر کوئی مشورہ ہو تو پہنچا دینا۔اس بندہ فقیر الی رحمۃ اللہ کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنا۔کہ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف فرمائے۔

آمین یا رب العالمین.

محمد یونس عتیق

جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث الہ آباد

ڈاکخانہ نظام آباد تحصیل وزیر آباد گوجرانوالہ

۹صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۵مئی ۱۹۹۹ء

بسم الله الرحمن الرحیم

بخاری شریف کو علی وجہ البصیرت شروع کرنے سے پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱.علم الحدیث ۲. کتاب بخاری ۳.امام بخاری

ا۔علم الحدیث

علم الحدیث دولفظوں کا مجموعہ ہے علم اور حدیث

علم:

علم کا معنی دانستن یعنی جاننا ہے۔ایک دوسرا معنی یہ ہے۔کہ علم ایک ایسی صفت ہے۔جس کے ذریعے مطلوب روشن ہو۔علم کی حقیقت میں بہت سے اقوال ہیں لیکن صحیح ترین قول یہی ہے۔کبھی علم کا معنی ملکہ بھی ہوتا ہے۔اگر علم کا معنی جاننا مراد لیا جائے تو علم حدیث کا معنی ہوگا حدیث کا جاننا۔اگر علم سے مراد دوسرا معنی ہو تو علم حدیث کا معنی ہوگا ایک ایسی صفت روحانیہ جس کے ذریعے حدیث روشن ہو اگر علم کا معنی ملکہ مراد لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ یہ ایک ملکہ ہے جس کے ذریعے حدیث کی معرفت حاصل ہو۔علم کا اطلاق مسائل پر بھی ہوتا ہے۔

الحدیث:

دوسرا لفظ حدیث ہے لغت میں اس کا معنی بات ہے اور کسی نئی چیز کو بھی حدیث کہتے ہیں۔عرف اور اصول فقہ والوں کے نزدیک حدیث نبی ﷺ کے اقوال افعال اور تقریرات کو کہتے ہیں۔محدثین کے نزدیک نبی ﷺ کے اقوال افعال،تقریرات صفات اور حالات کو حدیث کہتے ہیں۔محدثین کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے۔

"ما أضيف الى النبي ﷺ من قول أو فعل أوتقرير أو صفة أويوم أو حال"

بسا اوقات حدیث کا لفظ صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال افعال اور تقریرات پر بھی بولا جاتا ہے۔اس لحاظ سے حدیث کا مفہوم عام ہوگا۔جو حدیث نبی ﷺ کی طرف منسوب ہوگی وہ مرفوع حدیث ہوگی۔اور جو صحابہ کی طرف منسوب ہو وہ موقوف ہوگی۔اور جو تابعین کی طرف منسوب ہو وہ مقطوع ہوگی حدیث کے ساتھ تین اور لفظ استعمال ہوتے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔

۱. خبر ۲. سنت ۳. أثر

ا۔خبر:

لغت میں خبر اس چیز کو کہتے ہیں۔جو نقل کی جائے یا بیان کی جائے۔خبر خُبرہ سے مشتق ہے۔خُبرَۃ کا معنی تجربہ بھی ہوتا ہے۔کیونکہ خبر تجربہ پر بھی پیش کی جاتی ہے خواہ سچی ہو یا جھوٹی۔اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"قول یقصد به الحکایة عن الواقع"

کئی محدثین کے نزدیک خبر اور حدیث ہم معنی لفظ ہیں۔

۲۔سنت:

الطریقة المسلوکة حسنة کانت أو سیئة

یہ لغوی معنی ہے عرف اور شرع کے اندر **الطریقة المسلوکة المحمودة** ہوتا ہے سنت کا لفظ تین مقامات پر بولا جاتا ہے۔

۱.احکام ۲.دلائل ۳.بمقابله بدعت

ا۔اَحکام:

احکام کے اندر اگر سنت کا لفظ ہو تو جمہور علماء کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ یہ چیز فرض اور واجب نہیں۔مندوب اور مستحب ہے۔اگر اس کو اختیار کیا جائے۔تو ثواب ہے۔اس کے ترک سے گناہ نہیں۔احناف نے سنت کی یہ تعریف کی ہے۔

"ما واظب عليه النبي ﷺ مع تركه أحيانا"

۲۔أدلہ:

ادلہ کے اندر جب سنت کا لفظ استعمال ہو تو تعریف یہ ہوگی

"ما صدر عن النبي غير القرآن من قول أو فعل أو تقرير"

۳۔بدعت یا اہل بدعت کے مقابلہ میں ہو:

جب سنت یا اہل سنت کا لفظ بدعت یا اہل بدعت کے مقابلہ میں ہو تو معنی یہ ہوگا کہ وہ بدعت یا اہل بدعت نہیں مصطلحات سے قبل کے زمانہ میں فرض پر سنت کا لفظ بول لیتے تھے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مغرب کے دو نفلوں کے لئے حکم دیا تو فرمایا:

صلوا قبل صلوة المغرب قال في الثالثة لمن شاء

اور راوی نے وضاحت فرمائی: كراهية أن يتخذها الناس سنة (۱)

۴۔أثر:

اثر کا معنی نقل،نشان اور نتیجہ ہے۔ثمرہ کو بھی اثر کہہ دیتے ہیں۔عرف میں خبر حدیث اور اثر ہم معنی لفظ ہیں۔بعض کہتے ہیں: مرفوع احادیث کو آثار نہیں کہیں گے لیکن مرفوع حدیث پر بھی اثر کا لفظ بولا جاتا ہے۔

علم حدیث کی تعریف

علـم يعرف به أقوال النبي ﷺ وأفعاله وتقريراته وصفاته وأحواله وأيامه.

امام سیوطی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ تعریف مانع نہیں۔کیونکہ یہ علم استنباط کو بھی شامل ہے لیکن یہ اعتراض ناقابل التفات ہے۔کیونکہ علم استنباط بھی علم حدیث کی ایک قسم ہے۔اس کو اگر یہ تعریف شامل نہ ہو۔تو تعریف ناقص رہ جاتی ہے جامع نہیں ہوتی

(۱) باب الصلوة قبل المغرب بخاری جلد اول ص ۱۵۷

علم حدیث کی تین قسمیں ہیں۔

۱.علم درایۃ الحدیث ۲.علم روایۃ الحدیث ۳.علم اسماء الرجال

علم درایۃ الحدیث

علم یبحث عن کیفیة اتصال الأحادیث بالنبی من حیث أحوال رواتها ضبطا وعدالة.

علم درایۃ الحدیث وہ علم ہے۔جس کے اندر نبی ﷺ تک احادیث پہنچنے کی کیفیت پر بحث ہوتی ہے۔اس حیثیت سے کہ ان کے راوی عادل ضابط ہیں یا نہیں سند اس کی متصل ہے یا کہ نہیں؟ وہ صحیح یا ضعیف ہیں؟

علم درایۃ الحدیث کا موضوع

الراوی و المروی عنه من حیث الرد والقبول

اس کا دوسرا نام **علم المصطلح** اور **اصول حدیث** بھی رکھتے ہیں۔

علم روایۃ الحدیث

علم ینقل أقوال النبی ﷺ وأفعاله

اس کا دوسرا نام **علم متن الحدیث** بھی ہے۔

موضوع:

ذات رسول الله ﷺ من حیث أنه رسول الله ﷺ

امام سیوطی نے اعتراض نقل کیا ہے کہ ذات رسول اللہ ﷺ تو علم طب کا موضوع ہے لیکن یہ اعتراض ناقابل التفات ہے کیونکہ علم طب کا موضوع **ذات رسول الله ﷺ من حیث صحة الجسم** ہے اور یہ من حیث رسول اللہ ﷺ ہے بعض نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے اس کا موضوع نبی ﷺ کے افعال، اقوال اور تقریرات کو قرار دیا ہے۔

حدیث کا قرآن کے ساتھ کیا تعلق ہے

اکثر کا خیال ہے۔ کہ حدیث قرآن کی شرح اور بیان ہے کہ جو چیز قرآن میں مجمل یا مشکل ہے۔ اس کی توضیح اور تفصیل حدیث میں ہے۔ اس طرح حدیث کو قرآن کی شرح اور بیان بنانے کی بناء پر حدیث کی مستقل حیثیت نہ رہی۔ حالانکہ حدیث ادلۃ میں شمار ہے اور دلیل تب بن سکتی ہے جب مستقل حیثیت ہو۔ اب حدیث قرآن کی شرح بھی ہے اور حدیث میں مستقل احکام بھی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ حدیث دوسرے نمبر پر ہے اس کے لئے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث منکر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین تو سنت کو قاضی کی حیثیت دیتے تھے۔ قرآن کا مطلب سمجھنا ہوتا تو سنت پر پیش کرتے۔ کیونکہ قرآن کا حکم وہی ہوگا جو سنت سے ثابت ہوگا۔

کتابت حدیث اور تدوین حدیث

کتابت حدیث کا مطلب ہے۔ حدیث کو لکھنا خواہ مرتب ہو یا غیر مرتب اور تدوین حدیث کا مطلب ہے کسی خاص ترتیب سے احادیث کو لکھنا۔ جیسے مشائخ کی ترتیب اور حروف معجم کی ترتیب۔ کتابت حدیث عام اور تدوین حدیث خاص ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کتابت حدیث کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا منکرین حدیث کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں حدیث مکتوب نہیں تھی یہ لوگ تدوین حدیث سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کتابت حدیث تابعین کے دور میں شروع ہوئی۔ حالانکہ ان کی یہ بات درست نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتابت حدیث کے دلائل

پہلی دلیل:

مسند احمد، دارمی اور ابوداؤد میں حدیث ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی احادیث لکھتا تھا دارمی کے لفظ یہ ہیں:

کلما سمعته أكتب

''کہ میں جو نبی ﷺ سے سنتا تھا۔ وہ لکھ لیتا تھا''

اور مسند احمد کے لفظ ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ کہ ہم آپ سے حدیثیں سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کیا ہم لکھ لیا کریں؟ تو نبی ﷺ نے لکھنے کی اجازت دے دی مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ جس حالت میں بھی مجھ سے کوئی کلمہ صادر ہوتا ہے صحیح ہوتا ہے لکھ لیا کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما من أصحاب النبی أكثر حديثا منی الا ما كان من عبد الله ابن عمرو رضی الله عنه فانه كان يكتب ولا أكتب (١)

''یعنی کسی صحابی کے پاس مجھ سے زیادہ ذخیرہ حدیث نہیں۔ صرف عبداللہ بن عمرو کے پاس ہے۔ کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا''

اس مقام پر ایک اشکال ہے کہ کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی نسبت حضرت ابوہریرہ کی احادیث زیادہ ہیں اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی احادیث زیادہ تھیں۔ لیکن روایت میں کم آئی ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث زیادہ مروی ہیں۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مصر اور طائف میں رہتے تھے۔ طالب علم مصر کی نسبت مدینہ کی طرف زیادہ جاتے تھے۔

دوسری وجہ

(١) قال سمعت أبا هريرة يقول ما من أصحاب النبی ﷺ أحد أكثر حديثا عنه منی الاما كان من عبد الله بن عمرو فانه كان يكتب ولا أكتب (رواه البخاری ص ٢٢ جلد ١)

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعلیم کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور خود محنتی تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیاست میں تھے تو ظاہر ہے کہ ان کے پاس طالب علم کم جاتے ہوں گے۔ انہیں بھی حدیث سنانے کی فرصت کم ملتی ہوگی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کی کچھ کتابیں حاصل کر رکھی تھیں۔ اس لئے طالبین علم کا رجوع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف زیادہ تھا یہ چند ایک وجوہات تھیں جن کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی احادیث کی تعداد زیادہ ہے حضرت عبداللہ نے احادیث ایک کتابچہ میں لکھ رکھی تھیں۔

زمانہ رسالت میں کتابت حدیث کی دوسری دلیل

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا

هل عندكم كتاب ؟قال لا الا كتاب الله أو فهم أعطيه رجل مسلم أو مافى هذه الصحيفة قال قلت وما فى هذه الصحيفة قال العقل وفكاك الأسير ولا يقتل مسلم بكافر (۱)

''کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ تو حضرت علی نے جواب دیا نہیں صرف اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے یا سمجھ ہے جو ایک مسلمان آدمی کو دی جاتی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا۔ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو حضرت علی نے جواب دیا کہ دیت کے احکام، قیدیوں کو چھڑانا اور یہ کہ کسی مسلم کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا''

---

(۱) عن أبى جحيفة قال قلت لعلى رضى الله عنه هل عند كم كتاب قال لا الا كتاب الله أ وفهم أعطيه رجل مسلم أو ما فى هذه الصحيفة قال قلت وما فى هذه الصحيفة قال العقل وفكاك الأسير ولا يقتل مسلم بكافر (رواه البخارى ص ۲۱ ج ۱)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت علی کے پاس لکھا ہوا ایک صحیفہ تھا۔ اس تاریخی شہادت سے معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں احادیث لکھتے تھے۔

زمانہ رسالت میں کتابت حدیث کی تیسری دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوخزاعہ نے بنولیث کا ایک آدمی فتح مکہ کے دن قتل کر دیا جب نبی ﷺ کو خبر ملی تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ دیا:

فجاء رجل من أهل اليمن فقال أكتب لي يا رسول الله ﷺ فقال أكتبوا لابي فلان الخ (۱)

''تو خطبہ کے بعد ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول مجھے لکھ دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: ابوفلاں کو لکھ دو''

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث لکھنے کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں شروع ہو چکا تھا۔ صرف تدوین نہیں ہوئی تھی۔

کتابت حدیث پر منکرین حدیث کا اعتراض:

منکرین حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تكتبوا عني ومن كتب عني غير القرآن فليمحه (۲)

''کہ تم مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا وہ اسے مٹا دے''

پہلا جواب:

اس شبہ کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت ابتداء اسلام کی ہے جب قرآن

(۱) باب كتابة العلم صحيح البخاری جلد ۱ ص ۲۱

(۲) باب التثبيت في الحديث وحكم كتابة العلم صحيح مسلم جلد ۲ ص ۴۱۴

وحدیث کا امتیاز نہیں تھا۔اوراب یہ منسوخ ہو چکی ہے۔

دوسرا جواب:

یہ حدیث منسوخ نہیں۔ بلکہ آپ نے دونوں چیزوں کو ملا کر لکھنے سے منع فرمایا تھا تا کہ قرآن مجید کے الفاظ الگ محفوظ ہو جائیں۔حدیث کے الفاظ قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حدیث لکھی جاتی تھی جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے

عن عبد الله بن عمر قال كان رسول الله ﷺ قد كتب الصدقة ولم يخرجها الى عماله حتى توفى قال فأخرجها أبو بكر من بعده فعمل بها حتى توفى الخ (۱)

''حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کے نصاب کے متعلق لکھوایا۔ابھی آپ اس کو صوبوں کی طرف نہیں بھیج سکے تھے کہ آپ فوت ہو گئے۔تو حضرتؓ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بعد اس کو بھیج دیا۔اورخود اس پر عمل کیا''

صحابہ کرام کے دور میں کتابت حدیث:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بھی حدیث لکھی جاتی تھی۔

أن أنسا حدثه أن أبا بكر كتب له هذا الكتاب لما وجهه الى البحرين (۲)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ خط (نصاب زکوۃ) لکھا جب اس کو بحرین کی طرف روانہ کیا''

(۱) مقدمة تحفة الأحوذى ص ۲۰، مسند أحمد جلد ۲ ص ۱۵، سنن ابو داؤد كتاب الزكوة ص ۱۵۶

(۲) باب زكوة الغنم صحيح البخارى جلد ۱ ص ۱۹۵

حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث اپنے استاد ابو ہریرہ کو سنائی۔ میں نے وہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوئی تھی۔ آپ نے کہا کہ یہ حدیث میری نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ سے سنی ہے۔ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ اچھا کتابیں دیکھتا ہوں اگر ان میں ہوئی تو حدیث میری ہوگی۔ جب کتابیں نکالی گئیں تو حدیث مل گئی۔ (۱) ہمام بن منبہ حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد ہیں وہب بن منبہ ان کے بھائی ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے احادیث لکھی ہوئی تھیں وہ اپنے صحیفہ سے دیکھ کر احادیث بیان کرتے تھے صحیح مسلم میں اس صحیفہ کی بہت سی احادیث ہیں صحیح بخاری میں بھی ہیں لیکن

---

(۱) عن حسن بن عمرو قال حدثت عن أبی هريرة بحديث فأنكره فقلت انی سمعته منک قال ان كنت سمعته فانه مكتوب عندی فأخذ بيدی الی بيته فأرانی كتابا من كتبه من حديث رسول الله ﷺ فوجد ذالک الحديث فقال قد أخبرتک أنی ان كنت حدثتک فهو مكتوب عندی (مقدمه تحفة الاحوذی ص ۱۹)

فائده نمبر ۱ :فقد ذكر البخاری أنه روی عنه ثمانمائة نفس من التابعين ولم يقع هذا لغيره (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۱۹)

امام بخاری نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ کے شاگردوں سے آٹھ سو افراد نے روایت نقل کی ہے۔ یہ شرف کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نے امام بخاری کے حوالے سے روایت کیا

قال البخاری روی عنه سبعمائة نفر من أولاد المهاجرين والأنصار (مقدمه فتح الملهم ص ۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو غلطی لگ گئی ہے۔ آٹھ سو والی تعداد زیادہ درست ہے

فائده نمبر ۲ :ذكر الحافظ بقی بن مخلد الأندلسی فی مسنده لأبی هريرة خمسة آلاف حديث وثلاثمائة وأربعة و سبعين حديثا وليس لأحد من الصحابة هذا القدر (مقدمة صحيح مسلم مع شرح للنووی ص ۸)

فائدۃ نمبر ۳: حضرت ابو ہریرہ نے ڈیڑھ سو سے زیادہ حدیثیں ان کو املا کرائیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ محدثین میں صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے۔ مقام شکر ہے کہ صحیفہ ہمام بن منبہ برلن اور دمشق کے کتب خانہ کے ملفوظات میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدر آبادی ثم استنبولی کو خوش قسمتی سے دستیاب ہوگیا۔ ۱۹۵۵ میں انہوں نے اس کا اردو ترجمہ عربی متن کے ساتھ شائع کردیا ہے اس کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ کی جو روایات مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں اور جو روایت صحیفہ ہمام میں موجود ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے یہ مطابقت احادیث کی صحت وحفاظت پر دلیل بین ہے (صیانۃ الحدیث ص ۱۷۱: مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری)

علم کی نعمت اس میں صحیح مسلم میں ہے۔

عن طاؤس قال أتى ابن عباس بكتاب فيه قضاء علي فمحاه الا قدر وأشار سفيان بن عيينة بذراعه (۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ احادیث کتاب کی شکل میں لائی گئیں تو حضرت ابن عباس نے ان میں سے کچھ کاٹ دیں''

ان واقعات کی روشنی میں منکرین حدیث کا یہ قول غلط ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں کتابت حدیث نہیں تھی بلکہ زمانہ رسالت اور صحابہ کرام کے دور میں کتابت حدیث تھی ۔لیکن تدوین حدیث نہیں تھی ۔کتابت حدیث کے متعلق گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ صحیفہ صادقہ مکتوبہ عبداللہ بن عمرو بن العاص حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے۔(۲)

تدوین حدیث

تدوین حدیث کا سلسلہ تابعین کے آخری دور میں شروع ہوا۔تدوین کے لحاظ سے سب سے پہلی کتاب ربیع بن صبیح کی ہے۔(۳) بعض کہتے ہیں۔امام زہری ابوبکر محمد بن مسلم نے تدوین حدیث کے لئے سب سے پہلے کام شروع کیا۔باقاعدہ حکومت کی طرف سے ارشاد ہوا تھا۔امام زہری سرکاری حکم سے کتابیں لکھتے تھے۔(۴) بعض کا

---

(۱) مقدمه صحيح مسلم ص ۱۰

(۲) عن مجاهد عن عبد الله بن عمرو قال ما يرغبني فى الحيوة الا الصادقة والوهط فأما الصادقة فصحيفة كتبتها من رسول الله ﷺ وأما الوهط فأرض تصدق بها عمرو بن العاص كان يقوم عليها (رواه الدارمي مقدمه تحفة الأحوذي ص ۲۰)

(۳) فأول من جمع ذلک الربيع بن صبيح وسعيد بن عروبة وغيرهما (مقدمه تحفة الأحوذي ص ۱۳)

(۴) وكتب عمر بن عبد العزيز الى أبي بكر بن حزم أنظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ فاكتبه (رواه البخاری ص ۲۰)

خیال ہے کہ حدیث کے سب سے پہلے مدون سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔اس لئے کہ سعید بن ابی عروبہ ۱۵۶ھ میں فوت ہوئے اور امام زہری کو عمر بن عبد العزیز نے لکھنے کا حکم دیا تھا۔اور عمر بن عبد العزیز ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے لہذا یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ حدیث کے سب سے پہلے مدون امام زہری ہیں۔(۱) ان کی تدوین میں خاص ترتیب نہیں ہوتی تھی۔اس کے بعد وہ دور آیا جس میں فقہی ترتیب پر کتابیں لکھی گئیں۔اس سلسلے کی سب سے پہلی کتاب مؤطا ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے لکھی تھی امام مالک مدینہ میں رہتے تھے۔ معمر بن راشد یمن میں تھے ابو عمرو عبد الرحمٰن اوزاعی شام کے علاقے میں تھے سفیان ثوری کوفہ میں تھے حماد بن سلمہ بصرہ میں تھے ان تمام نے کتابیں لکھیں۔ یہ تمام امام مالک کے ہم عصر تھے پھر ایک دور آیا جس میں مسند کتابیں لکھی گئیں۔(۲) وہ مسانید کے انداز پر تھیں۔اس کے بعد مسند اور ابواب دونوں طریقوں پر کتابیں لکھی گئیں۔ان کے بعد صحاح ستہ والا دور شروع ہوا امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری لکھی۔اور مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح تصنیف کی۔تو اس طرح کتابت حدیث کا سلسلہ زمانہ رسالت سے لے کر آج تک جاری ہے تدوین حدیث کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے بعد شروع ہوا۔اور اب تک جاری ہے۔

حجیت حدیث

کوئی مسلمان ایسا نہیں جو مسلمان بھی کہلائے اور مطلقا حدیث کا انکار کر دے کچھ افراد بعض جزئیات کے منکر رہے ہیں۔ جیسے شیعہ، معتزلہ اور خوارج کہ کبھی خبر

(۱) أول من دون الحديث ابن الشهاب الزهرى على راس المائة بأمر عمر بن عبد العزيز (فتح البارى ،تدوين حديث ص ۲۸۳)

(۲) فصنف المسانيد فصنف عبيد الله بن موسى العبسى مسندا ثم صنف نعيم بن حماد الخزاعى نزيل مصر مسندا ثم اقتفى الآئمة أثرهم فى ذلک فقل امام من الحفاظ الا وصنف حديثه فى المسانيد كالامام أحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وعثمان بن أبى شيبة وغيرهم ومنهم من صنف على الأبواب والمسانيد معا كابى بكر بن أبى شيبة كذا فى مقدمة فتح البارى ،مقدمة تحفة الأحوذى ص ۱۳)

واحد کہہ کرانکار کیا۔اور کبھی حدیث کو عقل اور قرآن کے خلاف کہنے کی کوشش کی۔آج سے اڑھائی سو سال قبل کچھ لوگ آئے۔جنہوں نے مطلقا حدیث کا انکار کیا اور بعض وجود حدیث کے ہی منکر ہیں۔ان کی یہ بات بالکل باطل ہے۔جس کے لئے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے حجیت حدیث کے دلائل

پہلی دلیل:

﴿وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾(سورۃ حشر آیت ۷)

اس آیت سے پتہ چل رہا ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ کا امر اور نہی دونوں حجت ہیں۔اگر دونوں حجت نہ ہوں۔تو حکم دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں منکرین حدیث کہتے ہیں۔کہ یہ آیت مسئلہ فئی کے بارے میں ہے۔ان کا یہ شبہ اس طرح دور ہوگا کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے۔خصوص شان نزول کا اعتبار نہیں ہوتا۔ورنہ قرآن مجید بھی تمام احوال،ازمنہ،مقامات اوراشخاص میں حجت نہیں رہے گا۔

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب الا بثبت.

ان کے اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مسئلہ فئے کے لئے ہی ہے ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔تو مسئلہ فئے کے لئے آپ کے جو اوامر و نواہی ہوں گے۔وہ تو نافذ ہوں گے۔تو مسئلہ فئے میں آپ کا امر و نہی کیوں نافذ کیا؟صرف اس لئے کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔تو آپ دوسرے امور کے لئے بھی رسول اللہ اور نبی ہیں

دوسری دلیل:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ

.ضَلَّ ضَلاَلاً مُبِيْنًا﴾ (سورة الأحزاب آية ٣٦)

کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار ہی نہیں۔ کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں پھر وہ یہ سوچتا رہے۔ کہ میں عمل کروں یا نہ کروں۔ اگر ایماندار ہے تو بلا تامل آپ کا فیصلہ قبول کرے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ نبی ﷺ کا فیصلہ حجت ہے۔ ورنہ لوگوں کا اختیار ختم نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری دلیل:

﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْکَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورة النساء آية ٦٥)

اس آیت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ حجت ہے جب تک نبی ﷺ کا فیصلہ ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے تسلیم نہیں کریں گے تو اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے اگر نبی ﷺ کا فیصلہ حجت نہ ہو تو ایمان کی نفی کیسے ہو گی؟

چوتھی دلیل

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (سورة الأحزاب آية ٢١)

اسوہ کا معنی ہوتا ہے جس کے نقش قدم پر چلا جائے۔ اگر آپ کا امر اور نہی حجت نہیں۔ تو آپ اسوہ کیسے بنیں گے؟ حالانکہ آپ اسوہ حسنہ ہیں۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ آپ کے اقوال اور افعال حجت ہیں۔ اسی کو حدیث کہتے ہیں۔

پانچویں دلیل:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ (سورة النور آية ٦٣)

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے والے کو فتنہ یا درد ناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اگر آپ کا امر حجت نہیں تو عذاب الیم کی وعید کیسے ہوسکتی ہے؟

چھٹی دلیل:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورة آل عمران آية ۳۱):

اگر تمہارے اندر اللہ کی محبت موجود ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو اور اللہ تعالی کے ساتھ محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ جس کے بغیر آدمی ایماندار نہیں بن سکتا اور اللہ تعالی کے ساتھ محبت رسول اللہ ﷺ کے اتباع پر موقوف ہے۔ اگر لوگ رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہ کریں تو ایماندار نہیں ہوسکتے۔ بلکہ قرآن کے ماننے والے بھی نہیں رہتے۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ جن میں خاص حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوْا عَلَيْهَا﴾ (سورة البقرة آية ۱۴۲)

''کہ مسلمانوں کو اپنے قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا؟''

مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کہیں بھی موجود نہیں اس کا تذکرہ احادیث میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو حکم حدیثوں میں ہے وہ اللہ کا حکم ہے

سورۃ التحریم آیت ۳ میں ہے:

﴿وَاِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهٖ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ﴾ الخ

کہ نبی ﷺ نے اپنی بیوی کے ساتھ راز کی بات کی۔ تو اس بیوی نے راز کو فاش کر دیا۔ اللہ تعالی نے اس کی خبر اپنے نبی کو دے دی۔ اللہ تعالی نے جو اطلاع اپنے

نبی کو دی ہے۔ وہ قرآن میں نہیں ہے حدیث میں ہے۔ کہ جب نبی ﷺ نے بیوی سے پوچھا تو بیوی نے کہا۔ کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی نے خبر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بیوی سے سوال کرنا قرآن میں مذکور نہیں لیکن جواب مذکور ہے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ﴿ واظھرہ اللہ علیہ ﴾ میں ہے لیکن یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ ﴿ اظھرہ اللہ ﴾ خبر ہے۔ ایک حکایت ہوتی ہے دوسرا محکی عنہ ہوتا ہے۔ حکایت محکی عنہ سے غیر ہوا کرتی ہے۔ اگر اس کو محکی عنہ مان لیں۔ تو بات غلط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ محکی عنہ پورا واقع ہے۔

ساتویں دلیل:

﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ اِنِّی اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾ (سورۃ یونس آیۃ ۱۵)

اس آیت میں نفی اور استثناء موجود ہے جو قصر کا فائدہ دیتا ہے۔ کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ وحی کے علاوہ کسی کی پیروی نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت صرف وحی کی پیروی ہوتی تھی۔ جس کی پیروی ہوتی تھی وہ آپ کی حدیث ہی تھی اور قرآن ہی تھا۔ لہذا احدیث بھی وحی ہے۔ ورنہ مذکورہ بالا آیت میں قصر درست نہیں رہتا۔

آٹھویں دلیل:

﴿وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَاءُ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ سورۃ شوری آیۃ ۵۱،۵۲)

انسان کے ساتھ اللہ تعالی کے ہم کلام ہونے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ اشارہ ہو۔ دوسرا طریقہ پس پردہ کلام کرنا ہے۔ جیسے موسی علیہ السلام سے اللہ تعالی ہم کلام ہوئے۔ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی فرشتے کو پیغام دے کر بھیج دے

اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تک دین تین طریقوں سے آیا ہے۔قرآن مجید ان تین طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔دوسرے دونوں طریقوں سے جو قوانین آئے۔وہ کہاں ہیں؟ وہ حدیث کی شکل میں ہیں اللہ تعالی دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (سورة النساء آية ۱۱۳)

''اور اللہ نے تجھ پر قرآن نازل کیا اور حکمت نازل کی''

کونسی حکمت نازل ہوئی؟ وہ حدیث ہے۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ آپ کی حدیث اللہ تعالی کی طرف سے وحی ہے جو شخص حدیث کا منکر ہے۔وہ قرآن کا منکر ہے۔اگر وہ قرآن کو مانتا ہے تو ان تمام قرآنی آیات کو بھی مانے گا۔جب وہ قرآنی آیات کو تسلیم کرے گا۔تو حدیث کو خود بخود حجت تسلیم کرے گا۔

منکرین حدیث کے شبہات اور ان کے جوابات

پہلا شبہ

حدیث اور سنت وحی نہیں۔اس لئے حجت نہیں ہوسکتی۔

جواب نمبرا:

اس شبہ کا پہلا جواب یہ ہے۔کہ انہوں نے جو قاعدہ بنالیا ہے۔وہ قاعدہ غلط ہے مثلا: باپ بیٹے کو ایک حکم دیتا ہے۔بیٹا اس حکم کو مانتا ہے تو کیا وہ حکم وحی ہوتا ہے؟ پرویز صاحب اپنے شاگردوں کو حکم کریں۔شاگرد اطاعت نہ کریں کیونکہ پرویز صاحب بذریعہ وحی نہیں بولتے۔تو کیا یہ بات درست ہوگی؟ گویا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو باپ یا استاد کا مرتبہ نہیں دیتے۔

حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ سورۃ القصص آیت ۱۹ تا ۲۱ میں ہے کہ جب ان سے ایک قبطی مارا گیا۔تو شہر کے باہر سے ایک آدمی آیا۔اس نے کہا۔موسی علیہ السلام بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔آپ نکل جائیں۔موسی علیہ السلام ڈرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔اس آدمی نے یہ حکم وحی کے ذریعے سے نہیں دیا تھا تو معلوم ہوا کہ وحی کے بغیر بھی اقوال حجت ہوا کرتے ہیں۔

جواب نمبر۲:

اس شبہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیث بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے۔

جواب نمبر۳:

منکرین حدیث اپنے اس دعوی ''حدیث وحی نہیں'' کو قرآن سے ثابت کریں۔وہ ثابت نہیں کر سکیں گے

﴿وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (سورة الاسراء آية ۸۸)

دوسرا شبہ:

حدیث اس لئے حجت نہیں کہ وہ اس وقت لکھی ہوئی نہیں تھی۔

جواب نمبر۱:

یہ قاعدہ بنالینا کہ جو چیز لکھی ہوئی نہ ہو۔وہ حجت نہ ہوگی یہ اصول غلط ہے اپنے اس اصول کی دلیل پیش کریں۔قرآن مجید میں اس کے برعکس دلیل موجود ہے کہ جب وہ آدمی موسی علیہ السلام کے پاس آیا۔تو اس نے موسی علیہ السلام کو لکھا ہوا کوئی رقعہ نہیں دکھایا۔اگر تحریر کے بغیر کوئی چیز تسلیم نہ کی جاسکتی ہو۔تو پھر موسی علیہ السلام کی وہ تبلیغ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔جو انہوں تورات اترنے سے پہلے فرعون کو دعوت دی تھی کیونکہ وہ لکھی ہوئی نہیں تھی۔اللہ تعالی نے فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو

تورات کی نعمت سے نوازا تھا۔اللہ تعالی کا ارشاد سورۃ القصص آیت ۴۳ میں موجود ہے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾.

حضرت موسی علیہ السلام فرعون کو جو تبلیغ کرتے رہے۔فرعون نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالی نے اس کو غرق کیا۔اس قانون کی رو سے قبل از کتاب موسی علیہ السلام کی تبلیغ حجت نہیں ہوسکتی۔اگر حجت نہ ہو۔تو پھر فرعون کو جو غرق کرنے کی سزا دی گئی وہ کس جرم کی تھی؟ اس سے معلوم ہوا کہ حجت بننے کے لئے اس کا لکھا ہوا ہونا ضروری نہیں۔

جواب نمبر۲:

یہ قاعدہ بنانے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی کے بہت کم نبی ہیں جو لکھی ہوئی ہدایت لوگوں تک پہنچاتے تھے۔اگر یہ قانون نافذ کردیا جائے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔مثلا: آج کتنے ہی کاروبار میں جو ٹیلیفون پر طے کرلئے جاتے ہیں اگر ہم یہ قاعدہ تسلیم کرلیں۔تو پھر قرآن مجید بھی حجت نہیں رہتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جس وقت قرآن آتا تھا۔وہ لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا ورنہ کفار یہ اعتراض نہ کرتے۔

﴿وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَءُهُ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیۃ ۹۳)

گویا یہ قاعدہ تسلیم کرنا قرآن سے راہ فرار اختیار کرنا ہے۔

جواب نمبر۳:

اس سے پہلے یہ بات ثابت کی جاچکی ہے۔کہ زمانہ رسالت میں حدیث لکھی جاتی تھی

تیسرا شبہ:

حدیث اس لئے حجت نہیں کہ یہ بالمعنی مروی ہے۔محدثین روایت کرتے وقت

معنی کا خیال رکھتے تھے۔الفاظ کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ہمیں معلوم نہیں کہ موجودہ الفاظ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ہیں یا نہیں؟اس وجہ سے حدیث حجت نہیں ہوسکتی

پہلا جواب:

اس شبہ کا پہلا رد یہ ہے کہ یہ جو اصول بنالیا گیا ہے۔کہ بالمعنی روایت حجت نہیں ہوسکتی۔اس کا ثبوت ہونا چاہیے۔اس قاعدہ کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔نقل کے اس لئے خلاف ہے۔کہ اس کا ثبوت قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں اور عقل کے اس لئے خلاف ہے۔کہ جو مسائل نکالے جاتے ہیں۔وہ معنی کے لحاظ سے نکالے جاتے ہیں مثلا: کوئی شخص یہ کہتا ہے"ھذا شئی حرام" تو حرمت ثابت ہوجائے گی "لایحل ولا یجوز "حرمت ہی کے معنی میں ہیں۔تو معلوم ہوا کہ معنی محفوظ ہونا چاہیے جس طرح اللہ تعالی نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے اسی طرح اللہ تعالی نے حدیث کی حفاظت کا ذمہ بھی اٹھایا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾(سورة الحجر آية ۹)

دوسرا جواب:

اس کا دوسرا رد یہ ہے کہ حدیث کا اکثر حصہ روایت باللفظ پر مشتمل ہے کیونکہ محدثین نے روایت بالمعنی کے لئے کچھ شرائط لگا رکھی ہیں۔مثلا: جس کو الفاظ یاد نہیں وہ روایت بالمعنی کرے گا۔جس کو الفاظ یاد ہیں وہ روایت بالمعنی کرتا ہی نہیں۔روایت بالمعنی بہت قلیل ہے۔پھر حدیث دو قسم کی ہے۔ایک وہ احادیث جن کے الفاظ میں تعبد پایا جاتا ہے۔مثلا دعا ہے ورد ہے،ذکر اللہ ہے۔لفظ تعبد والی جتنی احادیث ہیں۔وہ سب کی سب باللفظ محفوظ ہیں۔جیسے صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سونے کی دعا سنائی۔

”فلما بلغت اللهم آمنت بكتابك الذی أنزلت قلت ورسولك قال لا ونبيك الذی أرسلت (۱)

” کہ میں نے اس دعا میں ” آمنت بكتابك الذی أنزلت “ کے بعد ”وبرسولك الذی أرسلت “ پڑھا۔ جو اصل میں ” ونبيك الذی أرسلت “ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً فرمایا: ”ونبيك الذی ارسلت“ پڑھو۔ منکرین حدیث کو چاہیے کہ کم از کم وہ روایات جو بالمعنی روایت نہیں ان کو تسلیم کر کے عمل شروع کر دیں۔ سب احادیث کو ترک کر دینا انصاف نہیں۔

تیسرا جواب:

اگر حدیث کے حجت بننے کے لئے شرط لگائی جائے کہ وہ روایت بالمعنی نہ ہو پھر اس شرط سے تو قرآن مجید بھی حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکثر حصہ روایت بالمعنی پر مشتمل ہے۔ حدیث تو اس کے مقابلے میں عشر عشیر بھی نہیں ہے مثلاً تورات انجیل، زبور اور صحیفے دوسری زبانوں میں نازل ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں کئی مرتبہ ان کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ وہ قرآن کی عربی زبان میں روایت بالمعنی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان جتنے مکالمے ہوئے۔ وہ السنۃ عجمیہ میں تھے قرآن مجید میں معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو عربی میں نقل کیا گیا۔

منکرین حدیث اس کا یہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ روایت بالمعنی اللہ نے کی ہے۔ حدیث میں روایت بالمعنی انسانوں نے کی ہے۔ اس لئے قرآن میں تو حجت ہے۔ حدیث میں حجت نہیں ہوسکتی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ روایت بالمعنی ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ کسی چیز کے روایت بالمعنی ہونے سے اس کی حجیت کی نفی تو نہ ہوئی۔ باقی انسانوں کی روایت بالمعنی کے حجیت میں مخل ہونے کی دلیل درکار ہے۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص

چوتھا شبہ:

حدیث ظنی ہے۔ جو چیز ظنی ہو۔ وہ حجت نہیں ہوسکتی۔

﴿اِنَّ الظَّنَّ لاَ یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾ (سورۃ یونس آیت ۳۶)

جواب:

اس اعتراض کا جواب سننے سے پہلے لفظ ظن کا معنی سمجھنا ضروری ہے(۱) قرآن مجید میں ظن کا لفظ پانچ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

پہلا معنی یقین ہے: سورۃ البقرۃ آیت ۴۶ میں ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلاَقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

یہاں ظن کا معنی یقین ہے۔

دوسرا معنی ظن غالب ہے: سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۳۰ میں ہے

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْهِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾

یہاں ظن کا معنی غالب ظن ہے۔

تیسرا معنی شک ہوتا ہے جو یقین کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسے کافر کہتے ہیں

﴿اِنْ نَّظُنُّ اِلاَّ ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ﴾ (سورۃ الجاثیہ آیت ۳۲).

ظن کا چوتھا معنی جھوٹ بولنا ہوتا ہے جیسے

﴿وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لاَ یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ اِلاَّ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلاَّ یَظُنُّوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیۃ ۷۸)

---

(۱) (ا) غیر علمی زبانوں پر متعارف اصطلاحات غیر اصطلاحی معانی استعمال ہوکر بعض سادہ لوح حضرات کے لئے لغزش کا موجب ہورہی ہیں۔ ان ہی اصطلاحات سے ایک اصطلاح ''ظن'' کی بھی ہے۔ حدیث کے متعلق یہ شبہ بھی پیدا کیا گیا ہے کہ یہ ظنی ہے۔ (حجیت حدیث ص ۲۹) (ب) غلطی کی اصل وجہ ظن کا پنجابی زبان میں استعمال ہے اور ان حضرات کی عربی زبان اور اس کے محاورات سے ناواقفیت (حجیت حدیث ص ۳۳)

"یظنون" کا معنی ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿مَا لَهُمْ بِذَالِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ (سورة الجاثیه آیة ۲۴)

ظن کا پانچواں معنی سوئے ظن ہوتا ہے جیسے سورۃ الحجرات آیت ۱۲ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾

یہاں ظن کا معنی سوئے ظن ہے

﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ میں ظن حق کے مقابلہ میں ہے کہ حق کے مقابلے میں ظن نہیں چل سکتا۔ لیکن اگر ظن غالب ہو حق کے مقابلے میں نہ ہو۔ تو اس پر عمل ہوگا جیسے میاں بیوی حدود قائم کریں تو رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یہاں ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ میں ظن کا معنی جہالت لاعلمی ہے کہ حق کے مقابلہ میں لاعلمی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ حدیث حق ہے۔ اور حق کے مخالف حق کیسے ہوگا؟ اس سے معلوم ہوا کہ ظن بھی بعض صورتوں میں معتبر ہوتا ہے۔

ظن کے معنی کے لحاظ سے ظنی حدیث کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ ہے۔ کہ وہ ظنی الثبوت ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ظنی الدلالة ہو۔

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی ظن نہیں ﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ تو اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں اس کا ثبوت قطعی ہے۔ دلالت کے لحاظ سے قرآن اور حدیث دونوں برابر ہیں کچھ حدیثیں ظنی الدلالت ہیں۔ اور کچھ قطعی الدلالت ہیں۔ اسی طرح دلالت کے اعتبار سے کئی آیات ظنی ہیں اور کچھ دوسری قطعی ہیں۔

مثلاً: "كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ" کہ ہر مسکر حرام ہے۔ اس کی دلالت بالاتفاق قطعی

ہے "لَا صلوٰۃَ لِمنْ لم یقْرَءْ بفاتِحَۃِ الْکتابِ" کی دلالت بالاتفاق قطعی ہے اور کئی احادیث ظنی الدلالۃ ہوتی ہیں۔ مثلاً: کسی حدیث میں لفظ مشترک ہو۔ جیسے "من لم یتغن" کا معنی بے نیاز ہونا ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنی سر لگانا ہوتا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ میں ہے ﴿وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ﴾ فعل مضارع کے معلوم یا مجہول ہونے کے لحاظ سے معنی میں فرق پڑے گا کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے۔ یا کاتب اور گواہ نقصان نہ پہنچائیں۔ ہر وہ آیت جو لفظ مشترک والی ہوگی وہ ظنی ہوگی۔ جیسے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْکِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۷)

جو آیات متشابہات ہیں وہ سب کی سب ظنی ہوں گی۔ لیکن قرآن مجید ثبوت اور سند کے لحاظ سے قطعی ہے۔ واقع کے لحاظ سے قرآن متواتر ہے۔ اگر ظنی ہونے کی وجہ سے حدیث حجت نہ ہو۔ تو قرآن بھی حجت نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی ظنی ہے احادیث کا وہ ذخیرہ جو تواتر سے منقول ہے وہ ظنی نہیں بلکہ قطعی ہے۔ اسے تو حجت ماننا چاہیے۔

پانچواں شبہ:

حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اس لئے حجت نہیں ہو سکتی مثلاً: اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۲۲)

اور حدیث میں ہے "رُبَّمَا یُبَاشِرُنِیْ وَأَنَا حَائِضٌ" (۱) اس قسم کی کچھ دوسری روایات پیش کی جاتی ہیں۔

جواب نمبر ۱:

(۱) عن عائشة ... وکان یأمرنی فأتزر فیباشرنی وأنا حائض (رواہ البخاری ص ۴۴ جلد ۱)

یہ شبہ منکرین حدیث کا اپنا نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی معتزلہ اور مرجئہ یہ اعتراض بناتے رہے ہیں۔ کئی حنفی بھی اس قاعدے کے قائل ہو کر احادیث کا رد کرتے ہیں۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ایک صاحب الرائے کے پاس جب "البیعان بالخیار" والی حدیث پیش کی گئی۔ تو اس نے حدیث کا رد کر دیا۔(۱) حالانکہ یہ حدیث تواتر کا درجہ رکھتی ہے۔ (۲) منکرین حدیث اس قاعدے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میرے بعد آپ پر احادیث پیش کی جائیں گی ان کو قرآن پر پرکھ لینا۔ اگر مخالف ہو تو چھوڑ دینا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ حدیث باطل ہے۔ بلکہ حدیث ہے ہی نہیں۔

جواب ۲:

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہاں بطور دلیل حدیث کو پیش کیا ہے۔ پہلے حدیث کو حجت تسلیم کریں پھر پیش کریں۔ کیونکہ آپ تو منکرین حدیث ہیں

جواب ۳:

قرآن مجید میں کوئی ایسا قانون نہیں کہ جو حدیث قرآن کے موافق ہو گی۔ وہ حجت ہو گی اور جو موافق نہ ہو۔ وہ حجت نہیں بن سکے گی۔ یہ بات انہوں نے اپنی طرف سے بنائی ہے۔ خلاف اس میں ہوتا ہے کہ ایک جگہ چیز کی نفی ہو۔ دوسری جگہ اسی کا اثبات ہو لیکن قرآن میں ایک مسئلہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اسے بیان کر دیں تو یہ حدیث قرآن کے خلاف کیسے ہو گی؟ جیسے وضوء کے بعض فرائض قرآن مجید میں نہیں ہیں اصل میں حدیث نے قرآن مجید کی وضاحت کی ہے یہاں ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ﴾(۳) میں حکم ہے کہ

---

(۱) وقال ﷺ البیعان بالخیار ما لم یتفرقا وقال أبو حنیفة اذا وجب البیع فلا خیار (تاریخ بغداد ص۴۰۷ جلد ۳)

(۲) عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ البیعان بالخیار مالم یتفرقا أو یقول أحدهما لصاحبه اختر (رواه البخاری)

(۳) سورة البقرة آیة ۲۲۲

جماع سے الگ رہو۔اور " رُبَمَا یُبَاشِرُنِی "کا معنی ہے کہ جسم کو جسم کے ساتھ لگانا اسی طرح "اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ" (۱) والی حدیث بھی عقود کے منافی نہیں۔یہ تخصیص ہے خلاف نہیں۔احناف کہتے ہیں۔کہ حدیث ظنی ہے اور قرآن قطعی ہے۔قطعی کی تخصیص ظنی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔حالانکہ کتاب وسنت میں اس قاعدہ کے اثبات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چھٹا شبہ:

منکرین حدیث کہتے ہیں۔کہ حدیث عقل کے خلاف ہے اس لئے حجت نہیں ہو سکتی۔کیونکہ عقل نقل پر مقدم ہوتی ہے۔

جواب:

منکرین حدیث کا یہ شبہ بھی نیا نہیں بلکہ پرانا ہے۔معتزلہ اور جہمیہ نے اسی اصول کے تحت احادیث کا انکار کیا ہے۔اس شبہ کا سبب یہ ہے کہ جب فلسفہ عربی زبان میں آیا تو بہت سے علماء اس سے متاثر ہو گئے۔اور عقل کو نقل پر مقدم کرنا شروع کر دیا۔ان متاثرین میں معتزلہ بھی تھے۔انہوں نے اسی شبہ کی بناء پر اللہ کے متکلم ہونے کا انکار کیا اہل سنت میں سے احناف بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ انہوں نے شرط لگا دی کہ حدیث قیاس کے خلاف نہ ہو تو مانی جائے گی۔

مثلاً: بیع المصراۃ والی احادیث ہیں۔(۲) کہ ایک انسان ایسی گائے یا بکری خریدی جس کا دودھ روک دیا گیا ہوتا کہ قیمت زیادہ مل جائے۔تو رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) عن حکیم بن حزام عن النبی ﷺ قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقا وبینا بورک لهما فی بیعهما وان کذبا وکتما محقت برکة بیعهما (رواه البخاری ص۲۸۳ ج ۱)

(۲) انه سمع اباهریرة یقول قال رسول الله ﷺ من اشتری غنما مصراة فاحتلبها فان رضیها أمسکها وان سخطها ففی حلبتها صاع من تمر (رواه البخاری ص۲۸۸ جلد ۱)

عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ قال لاتلقوا الرکبان ولا یبیع بعضکم علی بیع بعض ولا تناجشوا ولا یبیع حاضر لباد ولا تصروا الغنم ومن ابتاعها فهو بخیر النظرین بعد أن یحلبها ان رضیها أمسکها وان سخطها ردها وصاعا من تمر (البخاری ص۲۸۸ جلد ۱)

فرمایا کہ خریدار ایسے جانور کو واپس کر سکتا ہے۔ساتھ ہی ایک صاع کھجوروں کا بھی واپس کرے گا یہ صاع تمر دودھ کے بدلے ہوگا۔بعض احناف کہتے ہیں۔کہ یہ حدیث عقل کے خلاف ہے۔عقل تو یہ چاہتی ہے کہ اس سے جتنا دودھ پیا ہے۔اتنی قیمت واپس کردے ہوسکتا ہے کہ اس نے دودھ زیادہ پیا ہو۔اور صرف ایک صاع کھجوریں دے یہ عقل کے خلاف ہے۔انہوں نے فلاسفہ سے متاثر ہوکر ایسی باتیں بنائی ہیں۔

پہلا رد:

ان کے اس شبہ کا پہلا رد یہ ہے۔کہ عقلیں زیادہ ہیں یہودی اور عیسائی بھی عاقل ہیں۔اور مسلمان بھی عقل رکھتے ہیں۔اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حدیث کون سی عقل کے خلاف ہے؟ پہلے اس عقل کا تعین کرنا چاہئے۔کیونکہ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ عقل کے مخالف ہے تو دوسرا کہہ سکتا ہے۔کہ یہ عقل کے موافق ہے پھر منکرین حدیث یا متاثرین حدیث کے پاس عقل کو معین کرنے کا کوئی قاعدہ بھی نہیں۔ہاں ایک عقل ہے جس کو میزان مقرر کیا جا سکتا ہے۔وہ رسول اللہ ﷺ کی عقل ہے اب جو بھی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے وہ عقل کے خلاف نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ کی عقل معیاری ہے۔جب احادیث معیاری عقل کے مطابق ہیں تو جب بھی وہ جس عقل کے خلاف قرار دی جائیں گی۔وہ عقل ہی نہیں ہوگی بلکہ کم عقلی ہوگی

دوسرا رد:

تھوڑی دیر کے لئے ہم آپ کی بات تسلیم کرلیں تب بھی آپ کے پاس موافقت اور مخالفت کا کوئی ضابطہ نہیں۔اس کے لئے بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی عقل کو دیکھنا پڑے گا۔یا قرآن کو دیکھنا ہوگا۔

تیسرا رد:

قرآن مجید کی بھی کچھ آیات عقل کے خلاف ہیں پھر تو قرآن مجید بھی حجت نہیں

ہونا چاہیے۔مثلا:ھدھد کا گفتگو کرنا(۱)اور چیونٹیوں کا بولنا(۲)عقل کے خلاف ہے بلکہ جتنے معجزات ہوئے ہیں۔وہ سب عقل کے خلاف ہیں۔منکرین حدیث آیات معجزات کی تاویل کر لیتے ہیں اسی طرح ان کو احادیث کی بھی تاویل کر لینی چاہیے احادیث کو اس طرح حجت نہ ماننا کوئی درست طریقہ نہیں۔

ساتواں شبہ:

حدیث اس لئے حجت نہیں کیونکہ وہ سائنس کے خلاف ہے۔

پہلا رد:

سائنسی تحقیقات میں اختلاف رونما ہوئے ہیں۔ان میں سے کس کو تسلیم کریں اور کس کو رد کریں؟ مثلا: پہلے سائنسدان یہ کہتے تھے کہ زمیں ساکن ہے اب سائنسدان کہتے ہیں کہ زمین متحرک ہے۔پہلے سائنسدان کہتے تھے۔کہ آسمان مادی ہے اب کہتے ہیں کہ حدنگاہ کا نام ہے۔

دوسرا رد:

قرآن مجید بھی سائنس کے خلاف ہے۔مثلا:اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ (سُوْرَةُ الْكَهْفِ آية ۸٦)

"کہ جب ذوالقرنین انتہاء کو پہنچ گئے۔تو دیکھا کہ سورج کیچڑ والے گڑھے میں غروب ہو رہا ہے"

آج کے سائنسدان سورج کے غروب ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔اس سے معلوم

---

(۱) فمكث غير بعيد فقال أحطت بما لم تحط به وجئتك من سبإ بنبإ يقين . انی وجدت امرأة تملكهم وأوتيت من كل شئی ولها عرش عظيم (سورة النمل آية ۲۲ . ۲۳)

(۲) حتى اذا أتوا على وادالنمل قالت نملة يآيها النمل أدخلوا مسكنكم لا يحطمنكم سليمٰن وجنوده وهم لا يشعرون (سورة النمل آية ۱۸)

ہوا کہ قرآن بھی سائنس کے خلاف ہے۔جہنم میں آگ کی شدت کے باوصف،جہنم کے درختوں کا وجود اور پھلدار ہونا کیا یہ سائنس کے مطابق ہیں؟تو پھر قرآن کیسے حجت بنے گا؟اصل بات یہ ہے۔کہ سائنس کی رسائی انسانی عقل تک محدود ہے اس لئے ہمیں احادیث اس کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔مثلاً:آج کل ٹیلیفون اور ٹیلیویژن پہلے سائنسدان ان کو جانا نہیں کرتے تھے۔اصل سائنس قرآن وحدیث ہی ہیں۔جن کی رسائی انسانی عقل تک ہی محدود نہیں۔بلکہ اللہ علیم وخبیر کے علم پر مبنی ہے۔

آٹھواں شبہ:

احادیث آپس میں متعارض ہوتی ہیں۔

رد:

احادیث میں حقیقی تعارض نہیں ہوتا۔بفرض تسلیم قرآن مجید میں بھی ظاہری تعارض ہوتا ہے۔تو جو جواب اس کا ہوگا وہی تعارض احادیث کا جواب ہوگا۔تو ثابت ہوا کہ ظاہری تعارض سے شئی کا حجت نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ورنہ قرآن بھی حجت نہیں رہے گا۔

نواں شبہ:

اللہ تعالی نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔اور احادیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا

جواب:

اللہ تعالی نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾(سورة الحجر آية ۹)

اس آیت میں ذکر سے صرف قرآن مجید مراد ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

دسواں شبہ:

حدیث تاریخ کے خلاف ہے۔

جواب:

کیا تاریخی بات باسند ہے یا کہ بلاسند ہے؟ بلاسند کا کوئی اعتبار نہیں۔اگر باسند ہے تو سند دیکھی جائے گی۔کیا صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ ضعیف ہے تو اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔صحیح ہے تو وہ حدیث کے خلاف نہیں۔اور حدیث بھی اس کے خلاف نہیں بفرض تسلیم قرآن مجید بسا اوقات تاریخی روایات کے خلاف آتا ہے مثلا: قرآن کہتا ہے

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِأَبِيْهِ آزَرَ﴾(سورۃ الانعام آیت ۷۴)

اور تاریخ آزر کو چچا کہتی ہے۔جو اس کا جواب ہوگا وہی حدیث کا تاریخ کے خلاف ہونے کا جواب ہوگا۔

حدیث کی تحقیق کا طریقہ

تحقیق حدیث کی صورتیں مختلف زمانوں میں بدلتی رہی ہیں۔پہلے جو طریقہ رائج تھا۔اس کا تعلق حدیث کے رواۃ اور متن کے ساتھ ہوتا تھا۔متقدمین نے ان کے اصول کتاب وسنت سے استنباط کئے۔ان کا پہلا استنباط کردہ اصول تواتر ہے۔جو حدیث متواتر ہوگی۔وہ قطعی الحجۃ اور یقینی ہوگی۔تواتر ایسی چیز ہے۔جس کو تمام دنیا والے تسلیم کر لیتے ہیں۔بلکہ وہ لوگ جن میں استدلال کی قوت نہیں وہ بھی یقین کر لیتے ہیں۔

محدثین نے اب حدیث مقبول ہونے کے لئے چھ شرطیں لگائی ہیں:

۱۔عدالت رواۃ:

کہ راوی عادل ہوں۔

۲۔ضبط رواۃ:

کہ راوی کا حافظہ قوی ہو۔

۳۔اتصال سند ہو:

شروع سے آخر تک حدیث کی سند متصل ہو۔

۴۔عدم شذوذ:

کہ وہ روایت شاذ نہ ہو۔

۵۔عدم نکارت:

کہ وہ حدیث منکر نہ ہو

۶۔عدم علت:

کہ وہ حدیث معلول نہ ہو۔

کچھ لوگوں نے مزید شرطیں لگائی ہیں۔مثلا: راوی فقیہ ہو حدیث قیاس کے خلاف نہ ہو ان کی ان شرائط کی کوئی حیثیت نہیں۔یہ انہوں نے اپنی طرف سے بنائی ہیں۔

محدثین کی شرائط پر منکرین حدیث کا اعتراض

منکرین حدیث ان شرائط پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔کہ یہ محدثین کی اپنی کاوش ہے اس لئے ان کا اعتبار نہیں ہوسکتا جو چیز ان کی شرائط پر پوری ہوگی اس کا اعتبار کیسے ہوگا؟

جواب:

محدثین پر یہ اعتراض قابل اعتبار نہیں کیونکہ محدثین نے یہ اصول قرآن مجید سے لئے ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ ﴾(سورة الحجرات آية ٦)

ایماندارو: اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تم اس کی تحقیق کرلیا کرو۔اگر عادل ہو تو تحقیق کی ضرورت نہیں۔یہاں سے عادل والی شرط لی۔اور ضبط والی شرط ﴿جَآءَكُمْ بِنَبَإٍ﴾ سے لی ہے۔کیونکہ جب یاد ہوگی تب ہی لے کر آئے گا جس کا حافظہ ہی خراب ہوگا۔وہ کیسے خبر لائے گا۔اتصال سند والی شرط جاء کم سے لی

ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان اتصال ہے۔عدم نکارت اور عدم شذوذ والی شرط ﴿فَتَبَیَّنُوا﴾ سے لی ہے۔ کہ وہ کہیں خلاف واقع تو نہیں۔ محدثین نے تحقیق کے لئے اپنی شرائط قرآن سے ہی اخذ کی ہیں۔ محدثین چوتھی صدی ہجری تک اسی طریقہ کے تحت تحقیق کرتے رہے۔اب اگر کوئی آدمی اپنی طرف سے سند کا طریقہ جاری کرے گا تو درست نہ ہوگا۔اب تو کتابوں میں اسانید احادیث موجود ہیں۔

کتب احادیث کے مختلف مراتب

اب محدثین نے تواتر کے بعد صحت احادیث کے باعتبار کتب احادیث مختلف مراتب بیان کئے ہیں۔

پہلا مرتبہ:

وہ حدیث جو بخاری و مسلم میں موجود ہوگی وہ اعلیٰ درجے کی ہوگی۔

دوسرا مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف بخاری میں موجود ہو۔

تیسرا مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف مسلم میں موجود ہو۔

چوتھا مرتبہ:

وہ حدیث جو بخاری اور مسلم کی شروط پر ہوگی۔

پانچواں مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف بخاری کی شروط پر ہوگی۔

چھٹا مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف مسلم کی شروط پر ہوگی۔

ساتواں مرتبہ:

وہ حدیث جو محدثین کی مذکورہ شروط کے مطابق ہو۔لیکن بخاری و مسلم میں نہ ہو اور نہ ان میں سے کسی کی شرط پر ہو۔

ابن حزم رحمہ اللہ کا طریقہ:

ابن حزم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریقے سے کتب احادیث کا مرتبہ بیان کیا ہے پہلے درجہ میں صحیحین ، دوسرے درجہ میں صحیح ابن السکن ، منتقی ابن الجارود اور منتقی القاسم بن اصبغ ہوگی ۔تیسرے درجہ میں سنن ابوداؤد،نسائی وغیرہ کو بیان کرتے ہیں .الی آخر ما قال سیوطی نے شرح تقریب میں اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ کی تقسیم:

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمھما اللہ نے کتب احادیث کی تقسیم کچھ اس طرح کی ہے کہ جن کتب احادیث کی صحت ،شہرت اور قبولیت اعلیٰ قسم کی ہو وہ پہلے طبقہ کی کتب ہوں گی

پہلا طبقہ: (۱) اس طبقہ میں بخاری، مسلم اور مؤطا کو رکھا ہے۔(۲)

دوسرا طبقہ:

اس طبقہ میں وہ کتب ہوں گی جن میں یہ تینوں صفات تو پائی جاتی ہوں لیکن طبقہ اولی سے ذرا کم حیثیت میں ہوں (۳) اس طبقہ میں نسائی ، ابوداؤد اور ترمذی

---

(۱) یکون نقاد الحدیث قبل المصنف وبعده وافقوه فی القول بها وحکموا بصحتها وارتضوا رأی المصنف فیها وتلقوا کتابه بالمدح والثناء ویکون آئمة الفقه لا یزالون یستنبطون عنها ویعتمدون علیها ویعتنون بها ویکون العامة لا یخلون عن اعتقادها وتعظیمها وبالجملة فاذا اجتمعت ها تان الخصلتان کملا فی کتاب کان من الطبقة الأولی (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۰)

(۲) الطبقة الأولی منحصرة بالاستقراء فی ثلاثة کتب المؤطا وصحیح البخاری وصحیح مسلم (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۰)

(۳) الطبقة الثانیة کتب لم تبلغ مبلغ المؤطا والصحیحین ولکنها تتلوها کان مصنفوها معروفین بالوثوق والعدالة والحفظ والتبحر فی فنون الحدیث (مقدمة تحفة ص ۳۰)

ہیں۔(۱) مسند احمد بن حنبل بھی تقریباً اس طبقہ میں شامل ہے۔(۲)

تیسرا طبقہ:

طبقہ ثالثہ میں وہ کتب ہوں گی جن میں صحت شہرت اور قبولیت ادنی درجے کی پائی جاتی ہو(۳) اس طبقہ میں صحیح ابن حبان، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم وغیرہ کو شمار کیا ہے (۴)

چوتھا طبقہ:

اس طبقہ میں وہ کتب ہوں گی جو اس سے بھی صفات میں کم ہوں گی (۵) مثلاً: کتاب الضعفاء لابن حبان اور کامل لابن عدی وغیرہ (۶)

پانچواں طبقہ:

اس طبقہ میں وہ کتب آئیں گی۔ جن کی سند ہی نہ ہو جو صوفی اور واعظ وغیرہ حضرات نے بنا رکھی ہیں (۷) شاہ ولی اللہ کا خیال ہے۔ کہ مسائل کا مدار طبقہ اولی

(۱) کسنن أبی داؤد وجامع الترمذی ومجتبی النسائی (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۲) وكاد مسند أحمد يكون من جملة هذه الطبقة (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳۱)

(۳) لم تشتهر فی العلماء ذلک الاشتهار وان زال عنها اسم النكارة المطلقة ولم يتداول ما تفردت به الفقهاء كثير تداول ولم تفحص عن صحتها وسقمها المحدثون كثير فحص (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۴) كمسند أبى على ومصنف عبد الرزاق ومصنف أبى بكر بن أبى شيبة ومسند عبد بن حميد والطيالسی وكتب البيهقی والطحاوی والطبرانی (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۵) والطبقة الرابعة كتب قصد مصنفوها بعد قرون متطاولة جمع مالم يوجد فی الطبقتين الأوليين (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۶) مظنة هذه الأحاديث كتاب الضعفاء لابن حبان وكامل ابن عدی وكتب الخطيب وأبی نعيم والجوزقانی وابن عساكر وابن النجار والديلمی وكاد مسند الخوارزمی يكون من هذه الطبقة (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۷) طبقه خامسه منها ما اشتهر على السنة الفقهاء والمؤرخين ونحوهم وليس له أصل فی هذه الطبقات الأربع (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۱)

وثانیہ پر ہے تیسرے طبقے کی کتب وہ آدمی پڑھے جو متبحر عالم ہو۔ صحیح وسقیم میں تمیز کر سکتا ہو ورنہ نقصان کا خطرہ ہے۔(۱)

لوگوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق مذکورہ طبقات بنائے ہیں۔ صحیح بات وہی ہے۔ جو متقدمین نے اختیار کی اور اس کے اصول بنائے۔ یعنی شروط صحت وضعف کی روشنی میں صحیح وضعیف کا فیصلہ کیا جائے۔

کتب احادیث کا تعارف

محدثین نے جو کتب تصنیف کیں۔ ان کے مختلف مقاصد ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنی کتابوں کے نام بھی مختلف رکھے ہیں۔ ان کی مختلف اقسام درج ذیل ہیں۔

۱۔ جامع ۲۔ سنن ۳۔ مستخرج ۴۔ مستدرک

۵۔ مسند ۶۔ معجم ۷۔ الجزء ۸۔ کتب اطراف

۹۔ کتب علل ۱۰۔ اربعین ۱۱۔ مسلسل

۱۔ جامع:

محدثین کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہا جاتا ہے۔ جس میں ہر قسم کی احادیث موجود ہوں مثلاً: عقائد احکام، الرقاق، آداب، تفسیر، شمائل، تاریخ، سیر وغیرھا، فتن، مناقب یعنی زھد وسلوک اور بدء الخلق، یعنی اس کتاب میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہوں۔(۲)

---

(۱) الطبقه الأولى والثانية فعليهما اعتماد المحدثين وحوم حماهما مرتعهم ومسرعهم وأما الثالثة فلا يباشرها للعمل عليها والقول بها الا النحارير الجها بذة الذين يحفظون أسماء الرجال وعلل الاحاديث (مقدمة تحفة الاحوذى ص ۳۱)

(۲) والجامع فى اصطلاح المحدثين ما يوجد فيه جميع أقسام الحديث أى أحاديث العقائد وأحاديث الأحكام وأحاديث الرقاق وأحاديث آداب الأكل والشرب وأحاديث السفر والقيام والقعود والأحاديث المتعلقه بالتفسير والتاريخ والسير وأحاديث الفتن وأحاديث المناقب والمثالب وقد صنف أهل العلم بالحديث فى كل فن من هذه الفنون الثمانية تصانيف مغزره (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳۴)

صحاح ستۃ میں صرف دو کتابیں ہیں جن کو جامع کہا جاتا ہے۔صحیح بخاری اور جامع ترمذی کیونکہ ان دونوں میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجۃ میں تفسیر نہیں مسلم میں ہر طرح کی احادیث ہیں لیکن تفسیر اور قراءت کم ہے(۱)ان کے علاوہ بھی کچھ کتابیں جامع میں داخل کی جاسکتی ہیں مثلا:**جامع الاصول لابن الاثیر** (۲) ان کا نام ابوالسعادات مبارک بن محمد ہے **تیسیر الاصول** جو**جامع الاصول** کا خلاصہ ہے۔اس کی چار جلدیں ہیں۔دوسری کتاب جمع الجوامع للسیوطی ہے۔(۳)ان کا نام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی ہے یہ حافظ ابن حجر کے شاگرد ہیں۔انہوں نے ہر فن پر مستقل کتاب لکھی ہے۔جلال الدین سیوطی جمع الجوامع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث کی جتنی کتابیں ہیں۔وہ سب کی سب میں نے اس میں جمع کر دی ہیں۔کوئی حدیث باقی نہیں چھوڑی(۴)لیکن ان کا یہ دعوی درست نہیں۔کچھ احادیث ایسی ہیں جو انہوں نے درج نہیں کیں۔بعد میں ایک بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے **الجامع الازهر من حديث النبی الانـــور** رکھا(۵)انہوں نے کہا کہ بہت سی ایسی احادیث ہیں جو جمع الجوامع میں نہیں

(۱) الجامع الصحيح للبخاری والجامع للترمذی وأما صحيح مسلم فانه وان كانت فيه أحاديث تلك الفنون لكن ليس فيه ما يتعلق بفن التفسير والقراءة ولهذا لا يقال له الجامع كما يقال لأختيه (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۵)

(۲) جامع الأصول لأحاديث الرسول لأبی السعادات مبارك بن محمدالمعروف بابن الأثير الجزری (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۱)

(۳)جمع الجوامع لجلال الدين عبد الرحمن بن أبی بكر السيوطی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۰)

(۴) ذكر فيه أنه قصد استيعاب الأحاديث النبوية (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۰)

(۵) الجامع الأزهر من حديث النبی الأنوار قال مؤلفه فی خطبة هذا الكتاب ما لفظه ومن البواعث على تاليف هذاالكتاب أن الحافظ الكبير الجلال الدين السيوطی ادعى أنه جمع فی كتابه الجامع الكبير الأحاديث النبوية مع أنه قد فاته الثلث فأكثر (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۱)

ایک تہائی احادیث رہ گئی ہیں۔وہ احادیث انہوں نے درج کر دیں۔لہذا ان کی یہ کتاب بھی جامع ہوگئی۔علامہ نور الدین کی کتاب مجمع الزوائد بھی جوامع میں داخل ہے۔(۱)انہوں نے یہ کتاب اپنے استاد کے اشارے پر لکھی۔(۲)انہوں نے کہا تھا کہ صحاح ستہ کے علاوہ سنن وغیرہ کی احادیث کو بھی جمع کرنا چاہیے یہ بہت مفید کتاب ہے۔پھر ہر حدیث کے بعد آخر میں یہ فیصلہ بھی دیتے ہیں۔کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں یا کہ ضعیف ہیں۔مگر ہر جگہ ان کے فیصلے درست نہیں۔اس کے بعد ابن حجر رحمہ اللہ نے کام شروع کیا کہ علامہ ہیثمی صاحب کے فیصلے جہاں غلط ہیں۔ان کی نشان دہی کر کے درست کر لئے جائیں۔جب اس بات کا علم علامہ ہیثمی صاحب کو ہوا تو وہ ناراض ہوگئے۔اس پر ابن حجر رحمہ اللہ نے کام ہی چھوڑ دیا (۳)

"جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد" بھی جامع میں داخل ہے۔(۴)اس کتاب میں جامع الاصول اور مجمع الزوائد دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔یہ کتاب اب پاکستان میں بھی چھپ چکی ہے۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ احادیث ایک جگہ ہونے سے زیادہ ورق گردانی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

علامہ علی متقی حنفی نے کنز العمال کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔یہ جامع قسم کی کتاب ہے۔اس میں امام سیوطی کی کتاب جامع کبیر اور جمع الجوامع کو یکجا کیا گیا ہے

---

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للشیخ الامام نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الهیثمی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۳)

(۲) فقال لی سیدی أبو الفضل عبد الرحیم بن الحسین بن العراقی اجمع هذه التصانیف واحذف أسانید ها لکی یجتمع أحادیث کل باب منها فی باب واحد من هذا (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۳)

(۳) قال الحافظ ابن حجر انی تتبعت أوهامه فی مجمع الزوائد فبلغته فعاتبنی فترکت التتبع (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۳)

(۴)جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد للشیخ العلامة محمد بن محمد بن سلیمن بن الفاسی بن طاهر السوسی الرودانی المغربی المالکی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۳)

جب مصنف کنز العمال کو لکھنے سے فارغ ہوئے تو دیکھا۔ کہ کتاب بہت طویل ہوگئی ہے۔اس سے استفادہ مشکل ہو جائے گا۔انہوں نے پھر خود ہی اس کا اختصار کیا۔اس کا نام منتخب کنز العمال رکھا۔

۲۔سنن:

سنن لغت کے لحاظ سے سنت کی جمع ہے۔اور سنت کا ایک معنیٰ طریقہ بھی ہوتا ہے۔محدثین کی اصطلاح میں سنن اس کو کہا جاتا ہے جس کتاب میں احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا جائے۔سنن کی بہت سی کتابیں ہیں۔صحاح ستہ کی صرف چار کتابیں سنن میں شامل ہیں ۔سنن ابو داؤد ،سنن نسائی ،سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی۔ان کے علاوہ بھی سنن کی کتابیں ہیں۔مثلاً: ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی کی کتاب سنن دارمی ہے اس کو مسند دارمی بھی کہہ دیتے ہیں۔اس کی سند میں رجال قلیل ہیں۔جس کی وجہ سے اس میں کثرت سے ثلاثیات پائی جاتی ہیں۔بخاری میں صرف بائیس تیئس ثلاثیات ہیں۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے۔(۱) کہ صحاح ستہ کے اندر ابن ماجہ کی جگہ سنن دارمی کو داخل کیا جائے۔کیونکہ ابن ماجہ مین سنن دارمی کی نسبت ضعیف احادیث بہت زیادہ ہیں۔اس لئے سنن دارمی کو صحاح ستہ میں شامل کرنا زیادہ بہتر ہے۔اسی طرح سنن سعید بن منصور،(۲) سنن دارقطنی (۳) اور سنن بیہقی جس کو سنن کبریٰ (۴) بھی کہتے ہیں۔یہ بہت ضخیم کتاب ہے امام نسائی کی ایک

---

(۱) قال ابن حجر رحمه الله وأما كتاب السنن المسمى بمسند الدارمي فانه ليس دون السنن في المرتبة بل لو ضم الى الخمسة لكان أولى من ابن ماجة فانه أمثل منه بكثير (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۵)

(۲) منها سنن الحافظ سعيد بن منصور الخراسانى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۵)

(۳) منها سنن الدارقطني وهو الامام الحجة أبو الحسن على بن عمر الشهير بالحافظ بغدادى (مقد مة تحفة الأحوذى ص ۴۵)

(۴) منها السنن الكبيرة والصغيرة وهما كتابان لأبى بكر أحمد بن الحسين بن على الخروجردى البيهقى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۵)

اور کتاب سنن کبیر(۱) بھی ہے۔ان کے علاوہ بھی محدثین نے بہت سی سنن کی کتابیں لکھی ہیں۔(۲)جن کی تعداد جامعات سے بھی زیادہ ہے۔

۳۔مستخرج:

مستخرج اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس کا مصنف ایک مخصوص کتاب کو سامنے رکھے (۳) اور مخصوص کتاب کی احادیث اپنی سند سے بیان کرے۔اس کی سند میں مخصوص کتاب کے مصنف کا استاد یا استاد کا استاد آجائے تو کوئی حرج نہیں۔لیکن مستخرج علیہ کتاب کا مصنف نہیں آنا چاہیے۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مصنف مستخرج کو مستخرج علیہ کے مصنف کے سوا دوسری سند نہیں ملتی۔تو وہ بواسطہ مصنف مستخرج علیہ ہی ذکر کر دیتا ہے لیکن یہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اگر کثرت سے مستخرج علیہ کا مصنف آجائے۔تو وہ مستخرج نہیں ہوگی محدثین نے اس نوع کی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مثلا:یعقوب بن اسحٰق اسفرائینی کی کتاب **مستخرج ابو عوانہ اسفرائنی** ہے۔اس کو صحیح ابوعوانہ بھی کہتے ہیں(۴) یہ کتاب صحیح مسلم پر مستخرج ہے صحیح مسلم کی احادیث کو ابوعوانہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے(۵) دوسری کتاب مستخرج اسماعیلی ہے۔وہ صحیح بخاری پر مستخرج

---

(۱) السنن الكبيرة للامام النسائي نسخة كاملة منها مكتوبة بخط الامام السيوطي في الخزانة الجرمنية (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۱۶۶)

(۲) منها سنن ابن حبان ومنها سنن الحافظ أبي علي سعيد بن عثمان بن السكن ومنها السنن الامام أبي بكر محمد بن يحيى الهمداني الشافعي (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۴۵)

(۳) موضوع المستخرج كما قال العراقي أن ياتي المصنف الى الكتاب فيخرج أحاديثه بأسانيد لنفسه من غير طريق صاحب الكتاب فيجتمع معه في شيخه أو من فوقه قال شيخ الاسلام وشرطه أن لا يصل الى شيخ أبعد حتى يفقد سندا يوصله الى الأقرب الا لعذر من علو أوزياده مهمة (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۳۶)

(۴) هو الحافظ يعقوب بن اسحق الاسفرائيني (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۳۶)

(۵) ولذالك يقول أبو عوانة في مستخرجه على مسلم بعد أن يسوق طرق مسلم كلها من هنا لمخرجه ثم يسوق أسانيد يجتمع فيها مع مسلم في من فوق ذلك وربما قال من هنا لم يخرجاه قال ولا يظن أنه يعني البخاري ومسلما فاني استقريت صيغه في ذلك فوجدته انما

ہے۔(۱) بخاری کی احادیث کواسماعیلی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے
صحیح بخاری اور مسلم کے علاوہ سنن پر بھی مستخرجات تصنیف کی گئی ہیں۔(۲) ان مستخرجات کے بہت سے فائدے ہیں۔مثلاً:

۱. علو اسناد ۲. نقص تدلیس کا ازالہ ۳. وصل انقطاع وارسال ۴. تعیین مبہم ۵. ایضاح مہمل ۶. شرح قصہ ۷. تتمہ حدیث ۸. نقص اختلاط کا رفع

۱۔علواسناد

جس سے اسناد کے واسطے کم ہوجاتے ہیں۔(۳)

۲۔نقص تدلیس کاازالہ:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔کہ مستخرج علیہ کتاب میں ایک راوی مدلس ہوتا ہے جوحدیث کوعن سے روایت کرتا ہے۔وہی راوی جب مستخرج میں آئے تو اخبرنا یا حدثنا کے الفاظ سے سماع کی صراحت کردے۔تو تدلیس کانقص دور ہوجاتا ہے۔(۴)

۳۔وصل انقطاع وارسال:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں کسی حدیث کی سند منقطع یا

بقية حاشية گزشته :يعنى مسلما وأبا الفضل أحمد بن سلمة فانه كان قرين مسلم وصنف مثل مسلم (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳۶)

(۱) فالمستخرج على صحيح البخارى للاسماعيلى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳۶)

(۲) استخرج محمدبن عبد الملك بن أيمن على سنن أبى داؤد وأبو على الطوسى على الترمذى وأبو نعيم على التوحيد لابن حزيمة (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳۷)

(۳) لأن مصنف المستخرج لو روى حديثا مثلا من طريق البخارى لوقع أنزل من طريق الذى رواه به المستخرج (مقدمة تحفة الأحوذى ص۳۷)

(۴) أن يروى فى الصحيح عن مدلس بالعنعنة فيرويه المستخرج بالتصريح بالسماع (ايضا)

مرسل ہوتی ہے۔ مستخرج میں وہ متصل ہوجاتی ہے۔

۴۔ تعیین مبہم :

اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب کی کسی حدیث کی سند میں راوی مبہم ہوتا ہے۔ مثلا: حدثنی فلان تو مستخرج میں فلاں کی جگہ اس کا نام آجاتا ہے۔ تو معلوم ہوجاتا ہے کہ مبہم راوی فلاں ہے اس سے اسکی تعیین ہوجاتی ہے۔ (۱)

۵۔ ایضاح مہمل:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں ایک راوی بلانسبت ذکر کردیا جاتا ہے (۲) مثلا: حدثنی محمد یہاں محمد سے مراد کون ہے؟ معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ جب مستخرج میں آئے گا تو اس کا نسب درج ہوگا جس سے اس کی وضاحت ہوجائے گی

۶۔ شرح قصہ:

مستخرج علیہ کتاب میں کوئی حدیث بیان ہوتی ہے۔ جس میں کوئی واقعہ ہوتا ہے جس کی طرف صرف اشارہ ہوتا ہے۔ تو مستخرج میں پورا واقعہ ذکر ہوتا ہے جس سے اصل واقعہ کی شرح ہوجاتی ہے۔

۷۔ تتمہ حدیث :

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں ایک حدیث مختصر ہوتی ہے تو مستخرج حدیث پوری بیان ہوجاتی ہے۔

۸۔ نقص اختلاط کا رفع:

---

(۱) أن یروی عن مبهم کحدثنافلان أورجل أوفلان وغیره واحد فیعینه المستخرج (مقدمة تحفة الأحوذی ص۳۷)

(۲) أن یروی عن مهمل کمحمد من غیر ذکر ما یمیزه من المحمدین ویکون فی مشایخ من رواه کذالک من یشارکه فی الاسم فیمیزه المستخرج (مقدمة تحفة الأحوذی ۳۷)

نقص اختلاط کا رفع اس طرح ہوتا ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں کوئی راوی مختلط ہوتا ہے۔مگر پتہ نہیں چلتا کہ اس کی یہ روایت کس وقت کی ہے؟ جب اس حدیث کو ہم مستخرج میں دیکھتے ہیں تو بسا اوقات اس سے پتہ چل جاتا ہے۔کہ وہ حدیث قبل از اختلاط کی ہے۔(۱)

۴۔مستدرک:

مستدرک اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ ایک خاص کتاب میں وہ احادیث درج ہونے سے رہ گئی ہوں جو اس کتاب کے موضوع میں شامل ہیں۔تو ایسی احادیث کو الگ جمع کر دینا۔یا ایسی احادیث کو جمع کرنے والی کتاب کو مستدرک کہا جائے گا(۲) مثلا: مستدرک حاکم ہے۔اس میں بخاری و مسلم پر استدراک ہے۔امام حاکم نے ان احادیث کو جو صحیح تو ہیں۔لیکن بخاری و مسلم میں نہیں الگ لکھ دیا ہے چنانچہ امام حاکم فرماتے ہیں۔کہ یہ احادیث صحیح ہیں۔لیکن امام بخاری نے درج نہیں کیں۔بسا اوقات ان کو غلطی لگ جاتی ہے۔وہ حدیث بخاری و مسلم کے اندر ہوتی ہے۔لیکن وہ کہتے ہیں۔ولم یخرجاہ

ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ کسی حدیث کا مستدرک حاکم کے اندر آجانا یہ صحت کی دلیل نہیں۔بلکہ وہاں تحقیق کرنی پڑے گی(۳) اس لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم پر ایک کتاب لکھی ہے جو تلخیص مستدرک کے نام سے معروف ہے اس

---

(۱) أن یکون مصنف الصحیح روی عمن اختلط ولم یبین هل سماع ذلک الحدیث فی هذه الروایة قبل الاختلاط أو بعده فیبینه المستخرج اماتصریحا أو بأن یرویه عنه من طریق من لم یسمع منه الا قبل الاختلاط (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

(۲) المستدرک کتاب استدرک فیه ما فات من کتاب آخر علی شریطته کمستدرک الحاکم أبی عبد الله النیسابوری (مقدمة تحفه الأحوذی ص۳۷)

(۳) وما ادی احتهاده الی تصحیحه وان لم یکن علی شرط واحد منها وهو واسع الخطو فی شرط الصحیح (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۱)

میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اسی طرح صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمۃ میں کسی حدیث کے آجانے سے یہ لازم نہیں آتا۔کہ یہ حدیث صحیح ہے بلکہ تحقیق کرنی پڑے گی۔

۵۔مسند:

اس کتاب کو مسند کہا جاتا ہے جس میں صحابہ کرام کی ترتیب سے احادیث کو جمع کیا جائے۔پھر صحابہ کرام کی ترتیب بھی تین لحاظ سے ہوگی۔

ا۔حروف تہجی کا اعتبار ۲۔صحابہ کرام باعتبار سوابق اسلامیہ ۳۔صحابہ کرام باعتبار شرف نسب (۱)

ا۔ترتیب باعتبار حروف تہجی:

جب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب لائی جائے گی۔تو سب سے پہلے ابوبکر، ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی احادیث کو مرتب کیا جائے گا۔(۲)

۲۔ترتیب صحابہ کرام باعتبار سوابق اسلامیہ:

جب سوابق اسلامیہ کے لحاظ سے ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے گا۔تو سب سے پہلے عشرہ مبشرہ کی احادیث ہوں گی۔اس کے بعد اصحاب بدر پھر بیعت رضوان والوں کی احادیث ہوں گی پھر اس کے بعد ان صحابہ کرام کی جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے (۳)

۳۔ترتیب صحابہ باعتبار شرف نسب:

(۱) والمسند فی اصطلاحهم ذکر الاحادیث علی ترتیب الصحابة رضی الله عنهم بحیث یوافق حروف الهجاء او یوافق السوابق الاسلامیة او یوافق شرافة النسب (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۵)

(۲) فان جمع علی حروف التهجی فالأحادیث المرویة عن أبی بکر الصدیق رضی الله عنه تقدم و کذا أحادیث أسامة بن زید و أنس بن مالک (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۵)

(۳) وان جمع علی السوابق الاسلامیة فتقدم العشرة المبشرة بالجنة وتذکر أحادیث الخلفاء الراشدین علی الترتیب ثم أحادیث أهل بدر و أهل الحدیبیة ثم مسلمة الفتح ثم أحادیث النسوة الصحابیات(ایضا)

اس ترتیب کے لحاظ سے پہلے بنو ہاشم کی احادیث لائیں جائیں گی۔اس کے بعد ان کی جن کا تعلق بنوھاشم کے ساتھ ہے مثلا: حضرت عثمان،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما وغیرھما ۔ان کے بعد وہ جو شرف نسب میں زیادہ فضیلت والے ہیں(۱)

کتب مسانید کا تعارف

کتب مسانید بہت سی ہیں ۔مثلا: مسند ابن ابی اسامہ (۲) مسند یعقوب بن شیبۃ (۳) مسند ابو بکر بن ابی شیبۃ (۴) مسند بزار (۵) مسند عبد بن حمید (۶) مسند ابوداؤد طیالسی (۷) آئمہ اربعہ میں سے بھی تین آئمہ کرام کی تین مسندیں معروف ہیں جن کے نام مسند امام احمد (۸) مسند شافعی (۹) اور مسند ابی حنیفہ (۱۰) ہیں۔

مسند امام احمد:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خود امام احمد نے مسند احمد تصنیف نہیں کی بلکہ ان کے ایک لڑکے نے مسند لکھی اور امام احمد کی طرف نسبت کردی۔ان کی یہ بات غلط ہے بلکہ انہوں نے خود مسند احمد لکھی ہے۔صرف بات اتنی ہے کہ مسند احمد کے اندر جو زیادات احمد

---

(۱) وان جمع على القبائل والأنساب فتكتب أولا مسانيدبنى هاشم خصوصا الحسن والحسين وعلى المرتضى ثم أحاديث القبائل التى هى الأقرباء منه ﷺ فى النسب وحينئذ تقدم مرويات عثمان ذى النورين على أحاديث أبى بكر الصديق (أيضا)

(۲) مسند ابن أبى أسامة الحارث بن محمد التيمى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳٦)

(۳) مسند ابن شيبة يعقوب الحافظ وهو أبو يوسف الدوسى (أيضا)

(۴) مسندابن أبى شيبه الامام أبى بكر عبد الله بن محمد بن أبى شيبة الواسطى الكوفى (ايضا)

(۵) مسند البزار وزوائده على مسند أحمد (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳۷)

(٦) مسندالامام أبى محمد عبد بن حميد الكشى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳٦)

(۷) مسند أبى داؤد وهو سليمان بن داؤد الطيالسى المتوفى سنة أربع ومائتين قيل وهو أول من صنف فى المسانيد (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۳٦)

(۸) مسند الامام أحمد بن حنبل (مقدمة تحفة الأحوذى ص۴٦)

(۹) مسند الشافعى (مقدمة تحفة الاحوذى ص۴۷)

(۱۰) مسند الامام الأعظم أبى حنيفة نعمان بن ثابت الكوفى (مقدمةتحفة الأحوذى ص ۴٦)

ہیں۔وہ ان کے لڑکے نے لکھے ہیں۔علی الاطلاق یہ کہنا کہ یہ مسند احمد ان کے لڑکے نے لکھی ہے۔یہ بات جھوٹ ہے۔پہلے انہوں نے خود کتاب لکھی لیکن نظر ثانی نہ کر سکے مسند احمد بہت بڑی کتاب ہے۔چالیس ہزار کے قریب احادیث ہیں کچھ علماء کی رائے ہے کہ جو حدیث مسند احمد میں نہیں وہ حدیث ہی نہیں ان کی یہ بات مبالغہ پر مبنی ہے۔

مسند شافعی:

یہ کتاب ان کی اپنی تصنیف کردہ نہیں۔ بلکہ ان کی طرف منسوب کردی گئی ہے مسند شافعی میں حروف تہجی کی ترتیب نہیں امام بیہقی نے اپنی کتاب **معرفة السنن و الآثار** میں امام شافعی کی تمام احادیث کو جمع کر دیا ہے۔

مسند ابی حنیفہ:

امام ابوحنیفۃ کی کتاب مسند ابی حنیفہ جسے مسند اعظم بھی کہتے ہیں۔یہ کتاب ان کی اپنی تصنیف کردہ نہیں۔ بلکہ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں **فقہ اکبر ، کتاب العالم والمتعلم ،والوسیطین الصغیر والکبیر** یہ سب کتب ان کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔(ا) مسند ابی حنیفۃ پندرہ کتابیں ہیں۔جو لوگوں کی تصنیف کردہ ہیں۔نام مسند ابی حنیفہ رکھ دیا گیا ہے۔ان میں سے ایک مسند حارثی ہے۔جس میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان رفع الیدین پر مناظرہ ہے۔جس کا ذکر عام طور پر احناف اپنی کتابوں میں کرتے ہیں۔یہ مناظرہ شرح الشرح اور تقریر ترمذی میں درج ہے۔لیکن میزان الاعتدال میں لکھا ہوا ہے۔کہ حارثی ضعیف ہے۔سلیمان بن داؤد شاذکونی بھی ضعیف ہے۔بلکہ بعض نے کذاب کہا ہے۔اس لحاظ سے یہ مناظرہ وضعی ہو جاتا ہے بعد میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔جنہوں نے پندرہ کتب مسانید کو ایک

(ا) وأما ما نسب اليه فى الفقه الاكبر ....وقد رأيت عدة نسخ للفقه فوجدتها كلها متغايرة وهكذا كتاب العالم والمتعلم والوسيطين الصغير والكبير كلها منسوبة الى الامام لكن الصواب انها ليست للامام (فيض البارى جلد أول ص ۵۹)

جگہ جمع کردیا جسے آج کل مسند اعظم کہتے ہیں۔اس کی شرح ملاعلی قاری نے لکھی ہے۔

چوتھے امام مالک ہیں جنہوں نے اپنی کتاب مؤطا لکھی ہے۔جو مسند نہیں یہ ان کی اپنی کتاب ہے۔

٦۔معجم:

محدثین کی اصطلاح میں معجم اس کتاب کو کہتے ہیں۔جس میں احادیث کو بترتیب شیوخ لکھا جائے۔(١) شیوخ کی ترتیب میں تین قسمیں ہوسکتی ہیں۔

١ترتیب وفات کے لحاظ سے ٢تقوی وعلم کے لحاظ سے ٣حروف تہجی کے اعتبار سے

١۔ترتیب وفات کے اعتبار سے:

جو استاد پہلے فوت ہوجائے۔اس کی احادیث کو پہلے لکھنا اور جو استاد بعد میں فوت ہو۔اس کی احادیث بعد میں ذکر کرنا اسی طرح آگے وفات کا اعتبار کیا جائے۔

٢۔ترتیب تقوی وعلم کے لحاظ سے:

جو استاد زیادہ علم وتقوی والا ہو۔اس کی احادیث کو پہلے ذکر کرنا۔اس کے بعد علم وتقوی کے لحاظ سے جو ہو اس کا خیال رکھنا۔

٣۔ترتیب بلحاظ حروف تہجی:

جن استادوں کے نام کی ابتداء ''الف'' سے ہوتی ہے ان کی احادیث کو پہلے نقل کیا جائے۔پھر وہ اساتذہ جن کے نام کی ابتداء ''ب'' سے ہوتی ہے۔اسی طرح آگے لحاظ رکھ لیا جائے۔حروف والی ترتیب کے مطابق تین کتابیں مشہور ہیں۔(٢)

١.المعجم الکبیر ٢.المعجم الاوسط ٣.المعجم الصغیر

---

(١) المعجم فی اصطلاح المحدثین ما تذکر فیه الأحادیث علی ترتیب الشیوخ سواء یعتبر تقدم وفاة الشیخ أم توافق حروف التهجی أو الفضیلة أو التقدم فی العلم والتقوی ولکن الغالب هو الترتیب علی حروف الهجاء (مقدمة تحفة الأحوذی ٣٥)

(٢) من هذا القسم المعاجم الثلاثة للطبرانی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ٣٥)

ان کتابوں کے مصنف امام نسائی کے شاگرد ابو القاسم طبرانی ہیں۔اس کی ایک نئی شکل بھی سامنے آگئی ہے۔کہ حروف تہجی کے اعتبار سے احادیث کے ٹکڑے لکھ لئے ہیں۔پھر ان کو بیان کرنے والی کتب حدیث کے حوالے نقل کر دیئے ہیں۔

۷۔الجزء:

محدثین کی اصطلاح میں الجزء اس کتاب کو کہتے ہیں۔جس میں کسی ایک شخص یا صرف ایک مسئلہ یا مضمون کی احادیث جمع کی جائیں (۱) مثلا: حضرت ابو بکر صدیق **رضی الله عنه** کی احادیث جمع کر دی جائیں۔اس کا نام **جزء ابی بکر** ہو جائے

اس نوع کی بہت سی کتب لکھی گئی ہیں۔مثلا: امام بخاری کی جزء رفع الیدین، جزء القراۃ۔امام بیہقی نے بھی کتاب القراۃ کے نام سے کتاب لکھی ہے وہ بھی جزء میں شامل ہوگی۔

۸۔کتب اطراف:

محدثین کے نزدیک اطراف کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک مخصوص حدیث کی تمام اسانید یا کئی مخصوص احادیث کی اسانید کو جمع کر دیا جائے۔مثلا: ایک حدیث کا ٹکڑا نقل کر کے تمام اسانید لکھنا شروع کر دیں۔جہاں ایک جگہ تمام اسانید جمع ہو جائیں وہاں سے آگے ایک سند نقل کر دی جائے (۲) اس نوع کی بہت سی کتب ہیں مثلا: اطراف کتب ستہ (۳) ابن عساکر کی کتاب **الاشراف علی معرفة**

---

(۱) الجزء فی اصطلاحهم تالیف الأحادیث المرویة عن رجل واحد سواء کان ذلک الرجل فی طبقة الصحابة أو من بعدهم کجزء حدیث أبی بکر وجزء حدیث مالک (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۲) من طرق التصنیف جمعه علی الأطراف فیذکر طرف الحدیث الدال علی بقیته ویجمع أسانیده اما مستوعبا أو مقیدا بکتب مخصوصة (مقدمة تحفة الأحوذی ۳۷)

(۳) أطراف الکتب الستة للشیخ شمس الدین محمد بن طاهر بن أحمد المقدسی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۹)

الاطراف (۱) اس میں انہوں نے سنن اربعہ کے اطراف کو جمع کیا ہے۔انہوں نے صحیحین کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان پر پہلے ہی کافی کام ہو چکا ہے۔حافظ جمال الدین مزی کی کتاب **تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف** ہے (۲) اس کے اندر انہوں نے کتب ستہ کے اطراف کو جمع کیا ہے۔پھر کچھ اضافہ بھی کیا ہے

ایک کتاب **اتحاف المهرة باطراف العشرة** ہے۔(۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس میں دس کتب کے اطراف جمع کئے ہیں۔صحاح ستہ اور چاروں مسندیں مل کر دس کتابیں بن جاتی ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب **اطراف المختارہ** بھی ہے اسی طرح کتب اطراف سے اطراف صحیحین ہے۔یہ کتاب ابو مسعود دمشقی رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔(۴)

۹۔کتب علل:

محدثین کی اصطلاح میں کتب علل سے مراد وہ کتابیں ہوں گی۔جن میں احادیث کو مع بیان علل درج کیا جائے (۵) اس نوع میں بہت سی کتابیں ہیں۔امام ترمذی نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھی ہیں۔ابن جوزی نے **العلل المتناهية** کے نام سے کتاب لکھی ہے۔دار قطنی نے بھی **کتاب العلل** لکھی ہے (۶) ان کے علاوہ

---

(۱) الأشراف على معرفة الأطراف للحافظ بن عساكر ذكر فيه انه جمع أطراف سنن أبى داؤد وجامع الترمذى والنسائى وأسانيد ها ورتب على حروف المعجم ثم وصل الى أطراف الستة للمقدسى وقد أضاف اليها سنن ابن ماجة (مقدمة تحفة الأحوذى ٣٨)

(۲) تحفة ألاشراف بمعرفة الأطراف للحافظ جمال الدين أبى الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ٣٩)

(۳) اتحاف المهرة بأطراف العشرة للحافظ ابن حجر العسقلانى (مقدمة تحفة الأحوذى ٤٠)

(۴) أطراف الصحيحين للشيخ الحافظ الامام أبى مسعود ابراهيم بن محمد بن عبيد الدمشقى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ٤٠)

(۵) هى الكتب التى يجمع فيها الأحاديث المعلولة مع بيان عللها (مقدمةالأحوذى ٣٧)

(۶) كتاب العلل للامام الدارقطنى نسخة كاملة من هذا الكتاب مكتوبة بخط الحافظ ابن حجر موجودة فى الخزانة الجرمنية (مقدمة تحفة الأحوذى ص ١٦٦)

بھی محدثین نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً: علل ابن ابی حاتم۔

۱۰۔اربعین:

محدثین کی اصطلاح میں اربعین اس کتاب کو کہا جائے گا۔ جس میں ایک شخص کی ایک موضوع پر یا متعدد اشخاص کی متعدد موضوعات پر چالیس احادیث کو جمع کیا جائے ایسی کتابوں کی طرف توجہ اس لئے دی گئی۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چالیس احادیث یاد کر لے وہ فقیہ ہے۔(۱) اس وجہ سے اربعین کے نام سے کئی کتابیں لکھی گئیں لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ کہ اس کی سند ضعیف ہے۔(۲) امام نووی نے ایک کتاب اربعین لکھی ہے۔(۳) اس کی بہت سی شروحات ہیں۔(۴)

۱۱۔مسلسل:

محدثین کی اصطلاح میں مسلسل اس کتاب کو کہتے ہیں جس کتاب کے اندر وہ احادیث جمع کی جائیں جن حدیثوں میں راوی یا رواۃ کی کوئی صفت، فعل یا کوئی قولی تسلسل موجود ہو(۵)

(۱) قد ورد من طرق كثيرة بروايات متنوعة أن رسول الله ﷺ قال من حفظ على أمتي أربعين حديثافي أمر دينها بعثه الله تعالى يوم القيمة في زمرة الفقهاء والعلماء واتفقوا على أنه حديث ضعيف وان كثرت طرقه (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۵۴)

(۲) قال الحافظ في التلخيص ص ۲۶۹ حديث من حفظ على أمتي أربعين حديثا كتب فقيها الخ وقد لخصت القول فيه في المجلس السادس عشر من الاملاء ثم جمعت طرقه في جزء ليس فيها طريق تسلم من علة قادحة قال النووي واتفق الحفاظ على أنه حديث ضعيف وان كثرت طرقه (أيضا)

(۳) أربعين النووي وهو الامام محدث الشام محي الدين يحيى بن شرف الدين النووي الشافعي (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۵۴)

(۴) جامع العلوم والحكم في شرح أربعين حديثا من جوامع الكلم وشرح نجم الدين سليمان بن عبد القوي الطوفي الحنبلي وشرح العلامة مصلح الدين محمد سعدي العبادي وشرح ملا علي القاري المكي الهروي الحنفي وشرح الشيخ سراج الدين عمر بن علي بن الملقن الشافعي (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۵۵)

(۵) المسلسل هو ما تتابع رجال اسناده واحدا فواحدا على صفة واحدة أو حالة واحدة (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۴۹)

مثلا: ایک شخص نے حدیث بیان کی۔اور ہنس دیا پھراس کا شاگرد بھی ہنس پڑا اس طرح تمام راوی حدیث بیان کرتے ہوئے ہنسیں۔اس قسم کی احادیث جس کتاب میں جمع کی جائیں۔اس کا نام مسلسل بالفعل ہوگا۔اگر کسی دوسری صفت والی احادیث جمع کی جائیں۔تو یہ کتاب مسلسل ہوگی۔اس سلسلے کی ایک حدیث مسلسل باولیہ ہے(۱) جس میں ہر راوی کہتا ہے اول حدیث کہ ملاقات اول میں یہ بتایا۔ایک حدیث مسلسل بتحریک الشفتین ہے۔جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔تو ہونٹ ہلائے اس طرح ہر راوی حدیث بیان کرتے ہوئے ہونٹ ہلاتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔کہ حدیث میں پختگی اور وثوق پیدا ہوتا ہے۔کتب احادیث کی کئی دوسری انواع بھی ہیں۔لیکن مشہور یہی گیارہ اقسام ہیں۔

---

(۱) قد حدثنی شیخنا العلامة محمد بن عبد العزیز المدعو بشیخ محمد الهاشمی الجعفری بالحدیث المسلسل بالأولیة من لفظه وهو أول حدیث سمعته منه قال حدثنی مسند الوقت العلامة أبو الفضل عبدالحق المحمدی بالحدیث المسلسل بالأولیة من لفظه وهو أول حدیث سمعته منه قال حدثنی امام المحدثین القاضی محمد بن علی الشوکانی رحمه الله تعالی عن شیخه السید عبد القادر بن احمد وهوعن شیخه محمد حیات السندی وهو عن الشیخ سالم بن الشیخ عبد الله بن سالم البصری المکی عن أبیه عن الشیخ محمد بن علاؤ الدین البابلی المصری عن الشهاب أحمد بن محمد بن الشلبی عن یوسف بن زکریا الأنصاری عن ابراهیم بن علی أحمد القلقشندی غن أحمد بن محمد بن المقدسی عن محمد بن محمد بن ابراهیم المیدومی عن عبد اللطیف بن عبد المنعم الحرانی عن أبی الفرج ابن الجوزی عن اسماعیل بن أبی صالح النیسابوری عن أبیه عن محمد بن محمش الزیادی عن أبی حامد محمد بن محمد البزار عن عبد الرحمن بن بشر بن الحکم النیسابوری عن سفیان بن عیینه عن عمرو بن دینار عن أبی قابوس مولی عبد الله بن عمرو بن العاص عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما عن رسول الله ﷺ قال الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک وتعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء وکل من هؤلاء یقول هوأول حدیث سمعته من شیخه الی سفیان بن عیینه رضی الله عنهم أجمعین والحمد لله رب العالمین (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۵۰)

تعارض حدیث کے متعلق ایک قاعدہ

یہ ایک امر مسلم ہے کہ دو شرعی دلیلوں کے درمیان حقیقت اور واقع میں تعارض نہیں ہوتا خواہ وہ شرعی دلائل قرآنی آیات ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں۔(۱) مگر بسا اوقات بظاہر دو دلیلوں کے درمیان تعارض نظر آتا ہے اور وہ غور و فکر سے رفع نہیں ہوتا۔ بسا اوقات تعارض کا دور نہ ہونا عقل کی خامی ہوتی ہے۔ جس سے اختلاف رفع نہیں ہوتا۔ اس لئے بعض علماء یہاں تساقط کا لفظ بولتے ہیں۔(۲) اس لفظ کا استعمال درست نہیں۔ یہ بے ادبی اور توہین کا لفظ ہے۔ یہاں توقف کا لفظ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جب بظاہر احادیث میں اختلاف آجائے تو اس کے حل کی صورتوں میں اختلاف ہے۔

احناف حضرات کا نظریہ یہ ہے (۳) کہ ان دو متعارض حدیثوں میں پہلے نسخ کا طریقہ جاری کریں گے اگر دلائل کے لحاظ سے نسخ کی صورت نہ بن سکے۔ تو پھر ترجیح کا عمل جاری کریں گے۔ راجح پر عمل ہوگا مرجوح متروک ہوں گی۔ اگر ترجیح بھی نہ ہو سکے تو پھر تطبیق اور توفیق کی شکل اختیار کی جائے گی۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو سکے اگر قواعد کے لحاظ سے تطبیق بھی نہ ہو سکے۔ تو پھر تساقط ہوگا۔ تساقط کا مطلب یہ ہے کہ دونوں حدیثیں معرض استدلال سے ساقط ہو جائیں گی۔

لیکن ایسے تعارض حدیث کو حل کرنے کے لئے علماء اہلحدیث کا مسلک وہ ہے جو شرح نخبۃ الفکر، مقدمۃ ابن الصلاح، تقریب للنووی اور تدریب للسیوطی والا ہے۔ کہ تعارض حدیث کی صورت میں سب سے پہلے تطبیق والا عمل جاری کیا جائے گا تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو سکے۔ اگر تطبیق ناممکن ہو تو پھر نسخ اختیار کیا جائے گا۔ اگر نسخ

---

(۱) قد روينا عن محمد بن اسحاق ابن خزيمة الامام أنه قال لا أعرف أنه روى عن النبى ﷺ حديثان باسنادين صحيحين متضادين فمن كان عنده فليأتنى به لاؤلف بينهما (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۴۳)

(۲) فان أمكن فبها والا فالى التساقط (مقدمة فيض البارى ص ۵۲)

بھی ناممکن ہو تو پھر قواعد ترجیح پر عمل کیا جائے گا اگر ترجیح بھی نہ ہو سکے تو پھر توقف ہو گا

احناف اور اہلحدیث میں سے کس کی ترتیب زیادہ درست ہے؟ اس مسئلے میں محدثین کی بات زیادہ درست ہے۔ احناف کے اپنے وضع کردہ دلائل کمزور ہیں۔

کیونکہ تطبیق کو اولیت دینے سے دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔ نسخ یا ترجیح کی صورت میں ایک حدیث پر عمل ہو گا۔ اور توقف کی صورت میں دونوں پر عمل نہیں ہو سکتا چونکہ تطبیق والی صورت میں دونوں پر عمل ہو گا۔ اس لئے تطبیق کو سب سے مقدم کریں گے۔ نسخ اور ترجیح میں سے نسخ مقدم ہو گا۔ کیونکہ ترجیح میں اصول کے مطابق ایک پر عمل ہو گا۔ لیکن نسخ میں تاریخی طور پر ایک پہلے کی ہو گی اور دوسری بعد کی ہو گی۔ اس طرح شرع خود ہی ایک حدیث کو منسوخ کر دے گی۔ لیکن ترجیح میں ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تبدیلی اپنی طرف سے ہو۔ اس لئے نسخ ترجیح سے مقدم ہونا چاہیے۔

مولانا انور شاہ فرماتے ہیں: کہ ہمارے علماء نے ایک رسالے میں کہا ہے۔ کہ نسخ تطبیق سے مقدم ہے۔ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک دلیل ہے۔ (۱) کہ نسخ کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ نسخ مصرح ۲۔ نسخ غیر مصرح

پہلی شکل نسخ مصرح کی یہ ہے کہ تاریخی لحاظ سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث پہلے کی ہے۔ یعنی صراحتاً اس میں تقدیم کے لفظ ہیں۔ اور جہاں دو ایسی احادیث آ جائیں۔ جہاں تاریخ معلوم نہ ہو تو یہ شکل غیر مصرح کہلائے گی۔

مولانا انور شاہ فرماتے ہیں: کہ ہر نسخ تطبیق سے مقدم نہیں۔ بلکہ نسخ مصرح مقدم ہو گا۔ یہ سب مانتے ہیں اس لئے حنفی مذہب پر اشکال ختم ہو گیا۔ اس کی مثال یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اور بعد

---

(۱) وما فتح اللہ علی ہو أن المراد من النسخ ما جآء مصرحا فی الحدیث کقولہ ﷺ نہیتکم عن زیارۃ القبور

میں اجازت دے دی۔ یہ نسخ مصرح ہے۔ان کے درمیان تطبیق کی ضرورت نہیں بلکہ ممانعت منسوخ اور اجازت والی حدیث ناسخ بن گئی۔ یہ تسلی بخش جواب ہے۔(۱)

درحقیقت یہ جواب ہے ہی نہیں کیونکہ تنازع غیر مصرح میں ہے نہ کہ مصرح میں حالانکہ احناف کہتے ہیں کہ تطبیق سے نسخ غیر مصرح مقدم ہے جس نسخ میں جھگڑا ہے وہ غیر مصرح ہے جس کی انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی یہ توان کا اپنے دعوی سے فرار ہے جو اصول شرح نخبۃ الفکر میں ہے وہ درست ہے کہ پہلے تطبیق پھر نسخ پھر ترجیح اور پھر توقف ہوگا۔

ترجیح کی کئی صورتیں ہیں۔اور وجوہ ترجیح بھی بہت زیادہ ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ اقوی کو قوی پر اور ضعیف پر قوی کو ترجیح دی جائے گی۔محدثین نے اس کے لئے ایک عام قاعدہ بنایا ہے کہ صحیحین کی احادیث غیر صحیحین سے متعارض ہوں۔تو صحیحین کو ترجیح ہوگی۔اس طرح مرتبہ اولی والی حدیث مرتبہ ثانیہ والی حدیث سے مقدم ہوگی۔

صحیحین کی احادیث کو ترجیح دینے پر ابن ہمام کا اعتراض

صحیحین کی احادیث کو ترجیح دینے پر ابن ہمام نے اعتراض کیا ہے کہ یہ تحکم اور بے انصافی ہے۔کہ جب غیر صحیحین کی احادیث رجال صحیحین یا شرط صحیحین پر مشتمل ہوں تو صحیحین کو ترجیح ہو جائے۔اس کے لئے انہوں نے چار دلیلیں پیش کی ہیں۔

نمبرا۔راجحیت کا مدار شروط وصفات پر ہے

جس میں صفات اور شروط اعلی ہوں گی وہ حدیث ترجیح پا جائے گی اگر ہم فرض کریں۔کہ ایک حدیث میں صفابت اور شروط صحیح والی ہیں۔تو صحیحین کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔بلکہ دونوں کو ایک ہی مقام پر رکھنا چاہیے۔

نمبر۲:

ایک محدث حجت کے لئے ایک چیز کو شرط قرار دیتا ہے دوسرا اسے حجت کے لئے

---

(۱) فعلم أن ما اختاره الحنفية هو الترتيب العقلي وهو الحق بعد الامعان (مقدمة فيض الباري ص ۵۲)

شرط قرار نہیں دیتا۔ نہ ہی اس شرط کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے بغیر بھی حدیث کو صحیح سمجھتا ہے۔ اب غیر مشروط حدیث اور شرط والی حدیث دونوں کا پلڑا برابر ہو گیا۔ اگر بخاری ومسلم نے زائد شرطیں لگائی ہوئی ہیں۔ تو دوسرے اس کو شرط ہی نہیں سمجھتے۔ یہ فرق تو تب ہو گا جب وہ بھی اس شرط کو تسلیم کر لیں۔ لہذا دونوں حدیثیں برابر ایک ہی درجہ میں ہونی چاہیے۔

نمبر۳:

بسا اوقات ایک راوی ایک محدث کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے دوسرے کے نزدیک وہی ضعیف ہوتا ہے۔ اب جس نے اس کو ثقہ سمجھا۔ وہ اس کی حدیث کو صحیح سمجھے گا۔ اس کو اس درجہ سے نیچے کیوں آنا چاہیے؟

نمبر۴:

بخاری ومسلم کے اندر شرطیں اعلی درجہ کی ہیں۔ دوسروں نے اعلی درجہ کی شرطیں نہیں لگائی۔ اعلی درجہ کی شرطیں لگا کر یہ سمجھنا کہ یہ واقع کے مطابق ہے۔ حقیقت میں واقع کے مطابق نہ ہو۔ دوسری کتاب میں حدیث شروط کے مطابق ہو تو خطاء کا امکان ہے۔ تو صحیحین کو دوسری کتابوں پر مقدم کرنے والا قاعدہ درست نہیں۔ انہوں نے یہ بات فتح القدیر میں لکھی ہے۔

مولانا عبدالحق بھی ابن الہمام کے پیچھے چل نکلے اور کہا کہ یہ بات صحیح ہے۔(۱) مولانا عبدالحق نے مشکوۃ کی مشہور شرح لمعات اور تفسیر حقانی لکھی ہے۔ ابن ہمام نے اجماعی قاعدہ پر جو تنقید کی ہے۔ اس کا جواب خود حنفی بزرگ ہی دیتے ہیں۔ مولانا محمد معین صاحب حنفی کی کتاب دراسات اللبیب ہے۔ جس میں وہ اس کا رد کرتے ہیں بنیادی طور پر ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایک چیز رجال صحیحین ہے۔ دوسری

---

(۱) وخالف هذا القول الذی أجمع علیه الشیخ ابن الهمام وقلده فی ذلک الشیخ عبد الحق الدهلوی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۶۸).

چیز شروط صحیحین ہے۔دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔کسی سند میں راوی رجال شیخین سے ہوں تو ضروری نہیں کہ وہ شروط شیخین پر بھی ہو۔اس کی چند وجوہات ہیں۔(۱)

پہلی وجہ:

شیخین نے شروط میں صفات وحالات کوملحوظ رکھا ہے۔دوسرے محدثین نے اس کا خیال نہیں رکھا۔مثلاً:ایک شخص اپنے استاد کے پاس زیادہ دیر رہا ہے۔دوسرا شاگرد تھوڑی دیر رہا ہے۔ایک شاگرد باہر سے آیا ہے۔دوسرا اسی بستی کا رہنے والا ہے تو رواۃ میں یہ جو اعلی درجہ کی صفات ہیں۔شیخین نے ان کوملحوظ رکھا ہے۔جو دوسروں نے ملحوظ نہیں رکھیں۔تو معلوم ہوا کہ رجال شیخین کے آنے سے شروط شیخین کا آنا لازم نہیں آتا۔

دوسری وجہ:

بسا اوقات شیخین کسی ایسے راوی کی حدیث لاتے ہیں۔جو بعض مخصوص استادوں میں ضعیف ہوتا ہے۔تو شیخین اس راوی کی وہ روایت کبھی نہیں درج کریں گے۔جن میں وہ ان مخصوص اساتذہ کا شاگرد ہے۔جیسے ہشیم بخاری ومسلم کا راوی ہے لیکن جب وہ زہری سے روایت کرے تو شیخین نے کبھی اس کی روایت نقل نہیں کی یعنی بخاری ومسلم میں ھیشم عن الزھری کہیں بھی موجود نہیں۔حالانکہ زہری بھی بخاری ومسلم کے راوی ہیں۔دوسرے محدثین اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔دوسری مثال ہمام راوی کی ہے۔اس کے اوپر ابن جریج ہیں۔تو ہمام اور ابن جریج دونوں بخاری ومسلم کے رواۃ سے ہیں۔مگر ہمام جب ابن جریج سے بیان کرے تو قابل قبول نہیں۔اب یہ دونوں رجال شیخین تو ہیں۔لیکن شرائط بخاری ومسلم پر پورے نہیں اترتے۔

تیسری وجہ:

بسا اوقات شیخین مختلط رواۃ کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔اور اس بات کا خیال

---

(۱) مقدمة تحفة الأحوذی ص ۷۰

رکھتے ہیں۔کہ یہ روایات قبل از اختلاط کی ہیں۔اگر کہیں قبل از اختلاط اور بعد اختلاط میں شک ہو جائے۔تو روایت درج نہیں کریں گے۔صرف قبل از اختلاط ہی کی روایت بیان کریں گے۔بعد از اختلاط والی روایت درج نہیں کریں گے مثلاً: احمد بن عبدالرحمٰن مصری امام مسلم کے استاد ہیں۔جب امام مسلم پڑھ کر آ گئے تو بعد میں ان کو اختلاط ہو گیا۔امام مسلم اختلاط کے بعد کی حدیث درج نہیں کرتے۔(۱) دوسرے محدثین اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔

چوتھی وجہ:

امام بخاری و مسلم مدلس کی حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔جیسے قتادہ اور اعمش ہیں لیکن بخاری و مسلم میں وہی حدیث ہوگی۔جو اپنے استاد سے مسموع ہوگی۔یعنی راوی حدثنا کہے یا پھر کسی طریقہ سے سماعت کی صراحت کرے۔دوسرے محدثین اس کا خیال نہیں رکھتے۔اب یہ رجال شیخین تو ہیں۔لیکن شروط شیخین کو لازم نہیں۔

پانچویں وجہ:

بسا اوقات شیخین متابعات اور شواھد میں ان رجال کی احادیث نقل کرتے ہیں جو رجال ان کی شروط کے مطابق پورے نہیں اترتے۔متابعات اور شواھد میں ہونے کی وجہ سے یہ رواۃ بخاری و مسلم کے رجال تو ہیں لیکن شروط شیخین پر پورے نہیں کیونکہ شیخین نے اپنی شرط کی پابندی اصول و مقاصد میں کی ہے۔

چھٹی وجہ:

امام مسلم بسا اوقات علو اور خاص فنی فوائد کے تحت ایک ضعیف راوی کی حدیث اصول میں درج کر دیتے ہیں۔مثلاً: اسباط بن نصر اور احمد بن عیسیٰ کمزور راوی ہیں امام مسلم نے اصول میں ان کی حدیث درج کی ہوئی ہے۔تو اس پر ابوزرعہ نے امام مسلم

(۱) أحمد بن عبد الرحمن أخی عبد الله بن وهب (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۷۱)

سے ملاقات کرتے ہوئے کہا کہ آپ ایسے آدمیوں کی روایت بیان کرتے ہیں۔ جو کہ ضعیف ہیں تو امام مسلم نے جواب دیا۔ کہ میں ان سے صرف وہ احادیث درج کرتا ہوں۔ جن کو ان کے علاوہ ثقہ راویوں نے ان کے شیوخ سے بیان کیا ہے۔(۱) تو وہ حدیث فی نفسہ صحیح ہوگی۔ لیکن اگر یہی راوی دوسری کتابوں میں آجائیں تو وہ رجال مسلم تو ہوں گے۔ لیکن شروط مسلم پر نہیں ہوں گے۔

ساتویں وجہ:

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی صرف بخاری کا ہے۔ مثلا: عکرمہ مسلم میں یہ راوی نہیں اور سماک بن حرب صرف مسلم کا راوی ہے بخاری میں نہیں (۲) دوسری کتابوں میں وہ استاد و شاگرد کے لحاظ سے اکٹھے آجاتے ہیں۔ اس طرح بعض کہتے ہیں علی شروط الشیخین۔ حالانکہ یہ سند نہ بخاری میں ہے اور نہ مسلم میں ہے۔ صرف رجال شیخین سے غلطی کھا جاتے ہیں۔ اس لئے رجال صحیحین اور شروط صحیحین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ جس نے بخاری و مسلم کے راویوں کو دیکھ کر کہہ دیا کہ شرط مسلم پر ہے۔ یا شرط بخاری پر ہے تو اس نے غلطی کی اور غفلت برتی ہے۔

ابن ہمام کے دلائل کی طرف توجہ:

انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر کسی حدیث میں رجال شیخین مذکور ہوں۔ تو اس پر صحیحین کی حدیث کو ترجیح دینا درست نہیں۔ تو ان سات وجوہ سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بات درست نہیں۔ بلکہ کبھی رجال شیخین والی سند ضعیف بھی ہوتی ہے۔

پہلی دلیل:

انہوں نے کہا تھا۔ ہم فرض کرلیں کہ دوسری کتاب کی حدیث شروط شیخین پر ہے

---

(۱) مقدمة تحفة الاحوذی ص ۷۱

تو اس میں بھی شروط شیخین ہوں۔ تو صحیحین کو ترجیح دینا ناانصافی ہے۔

جواب:

فرض کر لینا الگ چیز ہے اور خارج میں وجود الگ چیز ہے۔ فرض کر لینے پر کوئی پابندی نہیں۔ ہر کوئی اپنی عقل سے فرض کر سکتا ہے۔ یہاں تو بات واقع کی ہے کہ دو حدیثیں متعارض ہوں تو صحیحین یا غیر صحیحین میں سے ترجیح کس کو ہوگی؟ غیر صحیحین میں شروط شیخین موجود ہیں۔ یا کہ موجود نہیں؟ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ فرض کر لینا کوئی درست بات نہیں۔ پوری امت کا اتفاق ہے کہ تمام کتب احادیث پر بخاری و مسلم مقدم ہیں۔ کیونکہ ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ پھر اگر کوئی یہ کہے کہ شروط شیخین موجود نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں شرائط کا موجود ہونا مقبول ہو چکا ہے اور اگر غیر صحیحین میں ایک شخص کہے گا کہ شروط ہیں۔ تمام علماء تو نہیں کہتے پھر ہو سکتا ہے کہ وہ شروط نہ ہوں۔ اس لئے ترجیح صحیحین ہی کو ہوگی۔

دوسری دلیل کا جواب:

ابن ہمام کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ شروط شیخین صحت حدیث کے لئے نہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی اپنی صحیح میں احادیث درج کرنے کے لئے عائد کیں ہیں مثلاً: راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔ پھر ان سے روایت بھی کرے۔ ایسے راوی کی حدیث امام بخاری درج کریں گے۔ یہ صحت حدیث کی شرط نہیں بلکہ علو صحت اسناد کی شرط ہے۔ اب اگر کسی دوسری کتاب میں صحیح حدیث ہے تو وہ صحت پر مبنی ہوگی لیکن بخاری کے ہم پلہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث اصح ہے دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری نے ایک چیز کو شرط قرار دیا ہے دوسروں نے وہ چیز شرط قرار نہیں دی۔ دوسرا یہ نہیں کہتا کہ میری حدیث بخاری کے مساوی ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی یہ بات سمجھتا ہے کہ بخاری کی شرط علو صحت اسناد کے لئے ہے۔ مثلاً: امام

بخاری ایک راوی کی حدیث نہیں لیتے۔ حالانکہ دوسرا محدث اسے ثقہ سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری اس سے اوثق کی روایت لیں گے۔

پھر یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ بخاری و مسلم نے یہ نہیں کہا کہ ہماری کتب دوسری کتب حدیث سے مقدم ہیں۔ بلکہ بعد والے محدثین نے چھان بین کر کے جب دیکھا تو فیصلہ دیا کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں دوسری کتب سے مقدم ہیں اس میں شرط و مشروط کا سوال کرنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ تو بعد والوں نے کیا ہے۔

تیسری دلیل کا جواب:

دوسری دلیل کا جواب ہی تیسری دلیل کے جواب کے لئے کافی ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب:

اس بات کا امکان تو ہوسکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن جب بعد کے محدثین نے جانچ پڑتال کی۔ تو انہوں نے دیکھا کہ وہ جو حدیثیں لائے ہیں۔ وہ شرط کے مطابق ہیں اب دونوں کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ صرف امکان کو لے کر اعتراض کرنا درست نہیں۔ اگر احادیث واقع کے مطابق نہ ہوتیں تو ان کو تلقی بالقبول حاصل نہ ہوتی۔

دوسرا جواب:

جس طرح یہ امکان بخاری و مسلم میں ہوسکتا ہے اسی طرح دوسری کتب حدیث میں بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ دوسری کتب حدیث کو تلقی بالقبول بھی حاصل نہیں۔ اگر بخاری میں ایک فیصد امکان ہے تو دوسری کتب حدیث میں سو فیصد امکان ہوسکتا ہے پھر بھی ترجیح بخاری و مسلم کو ہوگی۔

ابن ہمام کے دلائل بے بنیاد ہیں۔ صرف حدیث کو رد کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ تمام مسالک کا تقدیم صحیحین پر اجماع ہے۔ نیز ابن ہمام سے قبل کسی نے یہ نقطہ نہیں اٹھایا۔ ابن ہمام کے بعد عبدالحق دہلوی ان کے پیچھے چلے ہیں۔ صرف احادیث کو

رد کرنے کا یہ طریقہ وضع کیا گیا ہے۔ بلکہ اور بھی بہت سے اصول بنائے گئے ہیں۔

حدیث کو رد کرنے کے لئے وضع کردہ اصول

اصول نمبر ا:

ہر وہ حدیث جو کسی معروف و محقق فقیہ امام کے عمل یا فتوی کے خلاف ہو وہ ضعیف ہے

جواب نمبر ا:

اس قاعدہ کا پہلا رد یہ ہے کہ یہ قاعدہ اصول حدیث کے خلاف ہے۔ اصول حدیث میں تو یہ ہے:

عمل العالم أو فتیاہ علی وفق الحدیث الذی رواہ لیس حکما منہ بصحتہ (۱)

''اگر کسی عالم کا فتوی یا عمل کسی حدیث کے مطابق ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث اس کے نزدیک صحیح ہو''

اسی طرح کسی عالم کا عمل کسی حدیث کے خلاف ہو تو ضعف حدیث کے لئے حجت نہیں۔ یعنی موافقت امام للحدیث صحت حدیث کی علامت نہیں۔ اور مخالفت امام للحدیث ضعف حدیث کے لئے علامت نہیں۔

جواب ۲:

امام جس حدیث کی موافقت یا مخالفت کرے ضروری نہیں کہ وہ حدیث اس کے علم میں بھی ہو جب وہ حدیث اس کے علم میں ہی نہیں تو موافقت یا مخالفت اس کے ہاں صحت وضعف کی دلیل کیسے ہوگی؟

جواب ۳:

(۱) قال السیوطی فی التدریب وعمل العالم وفتیاہ علی وفق حدیث رواہ لیس حکما منہ بصحتہ (مقدمۃ تحفۃ الأحوذی ص ۱۷۱)

وہ حدیث جس کی امام صاحب موافقت یا مخالفت کر رہے ہیں۔ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ امام صاحب کے علم میں بھی ہے۔پھر بھی صحت یا عدم صحت کے لئے حجت نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ دلائل اور بھی ہو سکتے ہیں۔مثلاً: قرآن، اجماع اور قیاس دلائل ہی ہیں۔ہوسکتا ہے کہ امام صاحب نے قیاس کے مطابق عمل کرلیا ہو۔توعمل حدیث کے موافق نکل آیا۔یا کسی اور وجہ سے اس نے عمل کیا تو وہ حدیث کے مخالف ہو گیا۔یا کسی دوسری حدیث سے مسئلہ استنباط کیا ہو۔اس لئے ان کا عمل صحت وضعف حدیث کے لئے میزان قرار نہیں دیا جاسکتا۔کیونکہ دلائل اس کے پاس ہیں۔جن کا دوسروں کو علم نہیں۔

جواب۴:

اس کا چوتھا ردیہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ اس کے عمل کی دلیل حدیث ہی ہے دوسرے دلائل نہیں تو پھر بھی امام صاحب کا عمل یا ان کا فتوی صحت حدیث کی دلیل نہیں کیونکہ امام صاحب نے احتیاط سے عمل کیا اور فتوی دیا حالانکہ وہ اپنے عمل اور فتوی کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

جواب۵:

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام صاحب کو اس کا علم بھی نہیں۔اور احتیاط کی صورت بھی نہیں۔تو پھر انہوں نے ترہیب وترغیب کی خاطر کیا ہو گا۔کیونکہ علماء ترغیب وترہیب میں نرمی کر لیتے ہیں۔

جواب۶:

اوپر والی تمام صورتیں نہیں اور امام صاحب عمل کر رہے ہیں۔تو پھر بھی صحت حدیث کے لئے حجت نہیں۔کیونکہ ضعف کا جو سبب ہے وہ اس کو سبب ضعف سمجھتے ہی نہیں۔مثلاً: انقطاع اور ارسال کو وہ سبب ضعف شمار ہی نہیں کرتے۔اس لئے وہ اس پر عمل پیرا ہیں۔ہاں امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے واقع میں صحیح نہیں۔لیکن یہاں تو بات واقع میں حجت کی ہے۔

جواب ۷:

اس قاعدے کا ساتواں رد یہ ہے کہ ہوسکتا ہے امام صاحب کا مذہب یہ ہو کہ ضعیف حدیث پر عمل کر لینا ٹھیک ہے۔تو پھر یہ کیسے ثابت ہوا کہ اس کا عمل صحت حدیث کی دلیل ہے۔

جواب ۸:

اس کا آٹھواں رد یہ ہے کہ اگر اس قاعدے کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر تحقیق حدیث کا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔کیونکہ ہر شخص اپنے امام کو سامنے رکھے گا۔اگر چہ باقی اس کو ضعیف کہتے ہوں۔اس طرح تو یہ صحت حدیث والا قاعدہ ہی ختم ہو جائے گا۔قاعدہ وہ ہوتا ہے۔جو سب کے نزدیک مسلم ہو۔موافقت حدیث کے یہ آٹھ رد ہیں۔مخالفت حدیث کے بھی یہ آٹھ رد بن سکتے ہیں۔

اصول نمبر۲:

یہ قاعدہ صوفی لوگوں کا ہے کہ خواب یا الہام سے نبی ﷺ خود کہہ دیں کہ یہ بات غلط ہے یا یہ صحیح ہے۔تو یہ معتبر ہوگا۔کیونکہ اگر محدثین کی بات مانیں۔تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل نہیں ہوگا۔ابن عربی نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے۔وہ فرماتے ہیں: کہ مجھے نبی ﷺ سے خبر پہنچی۔

من قال لا اله الا الله سبعين الفا غفر له

''جو آدمی ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے''

میں نے ستر ہزار مرتبہ پڑھا لیکن میں نے توثیق نہ کی۔پھر میں ایک دعوت میں شریک ہوا۔تو ایک نوجوان کا چہرہ متغیر ہوگیا۔جب پوچھا تو اس نے بتایا۔میری والدہ اس وقت عذاب میں ہے جو فوت ہوگئی ہے۔

ابن عربی کہتے ہیں: کہ میں نے دل ہی دل میں وہ وظیفہ اس کی ماں کو بخش دیا۔تو

اچانک اس کا چہرہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا۔جب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میری ماں ٹھیک ہوگئی ہے۔اب ابن عربی کہتے ہیں:

عرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث(۱)

''میں نے حدیث کا صحیح ہونا اس کے کشف سے معلوم کیا۔اور اس کے کشف کا صحیح ہونا حدیث سے معلوم کیا''

ابن عربی نے فتوحات میں لکھا ہے کہ اگر نبی ﷺ خواب میں ملیں اور چلنے کو کہیں تو اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔اور یہ بھی ایک قاعدہ ہے کہ

رب حديث صحيح عند اهل الفن لا يثبت عندنا

''بہت سی احادیث صحیحہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں'' (۲)

ابن عربی نے **فصوص الحكم** میں فرعون کو مومن کہا ہے۔تو پھر قرآن بھی حجت نہیں رہے گا۔اسی لئے تو وہ کہتے ہیں:

ورب حديث موضوع عندهم يصح بقوله ﷺ هذا حديث قلته

صوفیوں نے یہ طریقہ حدیث کو رد کرنے کے لئے بنایا ہے۔

جواب ا:

اس قاعدے کا رد عقائد کی کتابوں میں موجود ہے کہ نبی ﷺ کے کشف والہام کے علاوہ کسی کا کشف والہام اور خواب شریعت کے اندر حجت نہیں ہوسکتا۔یہ بات شرح عقائد میں ہے۔

والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشيء عند اهل الحق

---

(۱) قال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۱۵۲)

(۲) فرب حديث صحيح عند أهل الفن لا يثبت عندنا من هذا الطريق ورب موضوع عندهم يصح بقوله ﷺ هذا حديث قلته (مقدمة تحفة الأحوذي ص ۱۵۲)

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے کشف والہام میں خطاء کا امکان موجود ہے۔ پھر اپنے اندر عدم ضبط کا بھی امکان ہے۔

صوفیوں کا اعتراض

صوفی لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے دیکھا ''**لأن الشیطان لا یتمثل بی**'' اب خطاء کا امکان کیسے ہوسکتا ہے؟ (۱)

جواب ۱:

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے نبی ﷺ کو خواب کے اندر دیکھا ہے۔ تو اس کو صحابی ہونا چاہیے۔ تب یہ لوگ اپنے آپ کو صحابی کہلائیں۔ معلوم ہوا کہ نوم ویقظہ میں دیکھنا دونوں میں فرق ہے۔ علامہ عینی سے کسی نے پوچھا۔ کہ کوئی آدمی خواب میں رسول اللہ کو دیکھے تو وہ صحابی ہوجائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا۔ نہیں ہوگا۔

جواب ۲:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی شکل میں نہیں آسکتا مگر کسی دوسری شکل میں آکر صوفی صاحب کو دھوکہ دے کہ میں رسول اللہ ﷺ ہوں مثلاً صوفی محمد عبداللہ صاحب کو کسی نے کہا کہ مجھے ہر روز صبح کے وقت علی ہجویری ملتے ہیں۔ آخر تک۔

اصول نمبر ۳:

صحیح احادیث کو رد کرنے کا تیسرا قاعدہ یہ بنایا ہے کہ ممکن ہے وہ حدیث پرانے زمانے میں صحیح ہو۔ مثلاً: ایک حدیث امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے زمانہ میں بالکل صحیح ہو۔ اس کے بعد جو سند کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس کی وجہ سے حدیث موضوع یا ضعیف ہوجائے۔ اس لئے آئمہ کے نزدیک جو صحیح ہے وہ صحیح ہے۔ یہ ضعف تو بعد میں نکل آیا

---

(۱) أن أبا هريرة قال سمعت النبی ﷺ يقول من رآنی فی المنام فسیرانی فی اليقظة ولا يتمثل الشيطان بی وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشيطن لا يتمثل بی (رواهما البخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، ج ۱ ص ۲۱)

ہے۔ملا علی قاری نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے کہ جنازے کے پیچھے ہی چلنا چاہیے۔جو آگے چلے گا وہ جنازے میں شامل ہی نہیں۔

یہ حدیث امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔(۱) کیونکہ عبداللہ بن مسعود کے نیچے ابو ماجد ضعیف ہے۔اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے "کہ نبی ﷺ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے" یہ حدیث امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔(۲) چونکہ ضعف بعد میں پیدا ہوا ہے پہلے نہیں تھا۔اس لئے کہ انہوں نے ان پر عمل کیا ہوا ہے۔

ردنمبر ۱:

اس قاعدے کی بنیاد یہ ہے کہ امام صاحب کے عمل کو صحت حدیث یا عدم صحت کے لئے دلیل بنانا۔کہ ابتدا میں صحت سند کا احتمال ہے۔واقع میں ایسا نہیں۔اگر ہے تو پیش کرو۔اگر ایسا ہو کہ امام صاحب سے اوپر صحیح ہوں تو کوئی محدث اس حدیث کو ضعیف نہیں کہے گا۔اگر کوئی محدث حدیث کو صحیح کہہ دے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے۔کہ کسی سند کے مطابق صحیح ہے یہ مطلب نہیں کہ تمام سندیں صحیح ہیں۔احتمال صحیح و سقیم دونوں ہو سکتے ہیں۔اس لئے احتمال پر بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

ردنمبر ۲:

---

(۱) حدثنا محمود بن غیلان نا وهب بن جریر عن شعبة عن یحیی امام بنی تیم الله عن أبی ماجد عن عبد الله بن مسعود قال سألنا رسول الله ﷺ عن المشی خلف الجنازة فقال ما دون الجنب فان کان خیر عجلتموه وان کان شرافلا یُبَعَّدُالا أهل النار .الجنازة متبوعة ولا تتبع لیس منها من تقدمها قال أبو عیسی هذا حدیث لا نعرفه من حدیث ابن مسعود الا من هذا الوجه وسمعت محمد بن اسماعیل یضعف حدیث أبی ماجد هذا (رواه الترمذی ص۱۹۲ جلد ۱).

(۲) حدثنا یحیی بن موسی نا ابو معاویة نا خالد بن ایاس ویقال خالد بن الیاس عن صالح مولی التؤمة عن ابی هریرة قال کان النبی ﷺ ینهض فی الصلوة علی صدور قدمیه وخالد بن ایاس ضعیف عند اهل الحدیث ویقال خالد بن الیاس (رواه الترمذی ص ۶۵ جلد ۱)

اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ موضوع اور ضعیف احادیث بھی صحیح ہو جائیں۔تو یہ بات باطل ہے۔کیونکہ موضوع احادیث والے کہہ سکتے ہیں کہ بیان کرنے والے صحابہ کرام ہیں۔جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ان میں ضعف کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا۔ضعف تو بعد میں آیا ہے۔اس لئے قاعدہ کے مطابق تمام احادیث صحیح ہیں۔پھر یہ کہنا کہ امام صاحب کسی کو ضعیف قرار دیں۔یہ بھی غلط ہے کیونکہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تو ضعف نہیں تھا۔اس لئے یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔جو صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔جس سے تمام احادیث ایک ہی صف میں شمار ہو جائیں۔جو حدیث سند سے ضعیف ثابت ہو وہ ضعیف ہوگی۔جو سند سے ضعیف نہ ہو دیگر شروط صحت اس میں موجود ہوں وہ صحیح ہوگی۔

اصول نمبر۴:

احادیث کو رد کرنے کے لئے چوتھا قاعدہ یہ بنایا گیا ہے کہ اگر ایک راوی فقیہ ہے اس سے معارض حدیث والا غیر فقیہ ہے تو فقیہ کو ماننا پڑے گا۔اور غیر فقیہ کو چھوڑ دیا جائے گا۔بلکہ غیر فقیہ کی روایت اگر قیاس کے معارض ہو جائے تو اس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں۔اسکی دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ کے درمیان مناظرہ والی روایت ابن عیینہ سے ہے کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی دار الحناطین میں جمع ہوئے۔امام اوزاعی نے سوال کیا کہ تم نماز میں رفع الیدین کیوں نہیں کرتے ؟ تو ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ہی نہیں۔تو امام اوزاعی نے جواب دیا۔کہ مجھے زہری نے سالم سے حدیث سنائی۔سالم عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں۔عبداللہ بن عمر رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے۔اس پر امام ابوحنیفہ بولے:

"حدثنی حماد عن ابراھیم عن علقمة عن ابن مسعود لم یکن یرفع یدیه فی الصلوۃ "

کہ ابن مسعود نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے اوزاعی کی روایت میں واسطے بہت کم ہیں اس لئے سند عالی ہے امام صاحب کی سند میں واسطے زیادہ ہیں اس لئے نازل ہے لیکن حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہے اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہے فرماتے ہیں: اگرچہ علقمہ صحابی نہیں مگر عبداللہ بن عمر کے مقابلے میں کیا کہنا اور عبداللہ بن مسعود کا تو کہنا ہی کیا۔ ابن ہمام کہتے ہیں

"فرجح أبو حنیفة بفقه الحدیث ورجح الأوزاعی بعلو الاسناد"

اس واقعہ سے یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ فقیہ کی روایت غیر فقیہ سے افضل ہے۔

رد نمبر ا:

اس کا پہلا رد یہ ہے کہ یہ حکایت ثابت نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں حارثی ہے دوسرا سلیمن بن داؤد شاذ کوفی ہے دونوں قابل اعتماد نہیں۔ بلکہ دونوں وضاع ہیں پھر قابل اعتماد کیسے ہو سکتے ہیں؟

ابن ہمام کی بات کا اندازہ لگایئے۔ ایک طرف بخاری و مسلم پر برس رہے ہیں اور خود بغیر سند کے ابن عیینہ سے مناظرہ نقل کرنا شروع کر دیا ہے۔ نیچے سند بیان ہی نہیں کی اس سے یہ راز ظاہر ہو جاتا تھا۔ کہ حارثی کذاب ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ کہ اسناد حذف کر کے کسی نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔

رد نمبر ۲:

اس قاعدہ کا دوسرا رد یہ ہے کہ صحیح کا مدار ضبط راوی اور عدالت راوی پر ہے۔ فقہ راوی پر نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

"خود کئی راوی ایسے ہوتے ہیں۔ جو اتنے فقیہ نہیں ہوتے جتنے ان کے بعد والے ہوتے ہیں"(۱)

اور وہ مسائل اخذ کر سکتے ہیں۔ ان راویوں کی بات معتبر ہو گی۔ کیونکہ صحت کا دار

---

(۱) باب قول النبی ﷺ رب مبلغ أوعی من سامع (رواہ البخاری ص ۱۶ جلد ۱ ص ۱۰۴۸ جلد ۲) قال سمعت عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود یحدث عن أبیه قال

ومدار ضبط وعدالت پر ہے۔ دونوں صورتوں میں روایت صحیح سمجھی جائے گی۔ امام بخاری اور دیگر محدثین تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ پانچ چھ سال کا بچہ بھی حدیث بتا دے تو وہ معتبر ہوگی (۱) اس عمر میں بچہ فقیہ تو نہیں ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ بچہ دائیں بائیں کی تمیز کرسکتا ہو تو اس کی بیان کردہ حدیث معتبر ہوگی۔ حجۃ اللہ البالغۃ میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اصول فقہ کے یہ اصول بعد کے بنائے ہوئے ہیں۔ امام کی طرف منسوب کردیئے گئے ہیں۔

اصول نمبر ۵:

بعض لوگوں نے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب اگر کسی حدیث کے مطابق ہو تو جمہور علماء کی وجہ سے اس حدیث کو معارض حدیث پر ترجیح دی جائے گی۔

رد:

جمہوریت کوئی شرعی دلیل نہیں اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کردہ شرعی دلائل چار ہیں

۱۔ کتاب ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

اللہ تعالی فرماتے ہیں: کہ تنازع کی صورت میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرو۔ (۲) تو پھر جمہوریت کوئی چیز نہ ہوئی۔ پھر بعض لوگ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **اتبعوا السواد الاعظم** ''کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو'' اس سے معلوم ہوا۔ کہ جمہوریت ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ کی انتہائی ضعیف حدیث

بقیۃ صفحہ گزشتہ: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول نضر اللہ امرء سمع منا شیأ فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ أوعی من سامع (ھذا حدیث حسن صحیح رواہ الترمذی ص ۹۴ ج ۲)
قال رسول اللہ ﷺ رب حامل فقہ الی من ھو أ فقہ منہ.

(۱) باب متی یصح سماع الصغیر عن محمود بن الربیع قال عقلت من النبی ﷺ مجۃ مجھا فی وجھی وأنا ابن خمس سنین من ولو (رواہ البخاری ص ۱۷ ج ۱)

(۲) فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر (النساء آیۃ ۵۹)

ہے۔(۱)دوسری بات یہ ہے کہ سواداعظم کا معنی جمہوریت غلط ہے۔اعظم اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔کثرت سے اسم تفضیل کا صیغہ اکثر آئے گا۔اعظم کی ضد احقر آتی ہے اور اکثر کی ضد اقل آتی ہے۔تو سواداعظم کا معنی ہوگا زیادہ عظمت والے لوگ اعظم کا معنی اکثریت کرنا عقل ونقل کے خلاف ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علی الحق (۲)

''کہ ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی''

قرآن مجید میں ہے''ایمان والے تھوڑے ہیں''(۳)

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: کہ اکثر کے پیچھے چلو۔

محدثین نے صحت حدیث کے لئے جو شرائط قائم کی ہیں ان میں اکثریت کوئی شرط نہیں لہذا جمہوریت کا عمل کسی حدیث کے ضعف یا صحت کا سبب نہیں بن سکتا۔

---

(۱) باب السواد الأعظم حدثنا العباس بن عثمان الدمشقی ثنا الوليد بن مسلم ثنا معان بن رفاعة السلامی حدثنی أبو خلف الأعمی قال سمعت أنس بن مالک يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان أمتی لا تجتمع علی ضلالة فاذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم (رواه ابن ماجة ص۲۸۳ فی أبواب الفتن)

(۲) عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ أن رسول الله ﷺ قال ......ولن تزال طائفة من أمتی علی الحق منصورين لا يضرهم من خالفهم حتی يأتی امر الله عز وجل (رواه ابن ماجة ص ۲۸۳ فی الفتن) وقال سمعت معاوية خطيبا يقول سمعت النبی ﷺ يقول من يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين وانما أنا قاسم و الله يعطی ولن تزال هذه الأمة قائمة علی أمر الله لا يضرهم من خالفهم حتی يأتی أمر الله (رواه البخاری ص۱۶ ج۱)

(۳) بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورة النساء آية ۱۵۵)

اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ (سورة ص آية ۲۴)

کتاب بخاری

کتاب بخاری کا نام الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه (۱)

موضوع:

کتاب بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع صحیح اور مسند احادیث کو جمع کرنا ہے اور امام بخاری کے فرمان سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

لم أخرج فی هذا الكتاب الا صحيحا (۲)

''کہ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو درج کیا ہے''

امام بخاری مزید فرماتے ہیں:

خرجت الصحيح من ستمائة ألف حديث (۳)

''کہ میں نے صحیح بخاری چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی ہے''

ویسے بخاری میں مسند احادیث کے علاوہ بھی کئی امور کافی تعداد میں موجود ہیں مثلا: مسائل فقہ، عقائد، مسائل قرآن، فتاوی، لغوی فوائد، اصول، فنی فوائد اور دوسرے فوائد موجود ہیں۔ لیکن یہ چیزیں موضوع کتاب میں شامل نہیں۔ موضوع کتاب میں صرف صحیح اور مسند احادیث شامل ہیں۔

شبہ:

منکرین حدیث یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ میں

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۸

(۲) روی الاسماعيلی عنه قال لم أخرج فی هذا الكتاب الا صحيحا وما تركت من الصحيح أكثر (مقدمة فتح الباری ص ۷)

(۳) قال أبو علی الغسانی روی عنه أنه قال خرجت الصحيح من ستمائة ألف حديث (مقدمة فتح الباری ص ۷، ۴۸۹)

نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح کو منتخب کیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی احادیث صحیح نہیں اور قابل اعتبار نہیں اگر قابل اعتبار ہوتیں تو امام بخاری ان کو کیوں چھوڑتے؟

جواب۱:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے وہ یہ نہیں کہتے کہ چھ لاکھ احادیث کی ایک سند تھی۔ بلکہ ایک حدیث کی دوسو سے زائد سندیں تھیں۔اس طرح ان چھ لاکھ اسانید سے ان کا انتخاب کیا۔جو اسانید بخاری میں موجود ہیں۔باقی اسانید امام بخاری کے معیار پر نہیں تھیں۔جن کو چھوڑ دیا گیا۔اور کچھ خوف طوالت کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہیں۔

جواب۲:

امام بخاری رحمہ اللہ کے اس مقولہ کا یہ مطلب نہیں کہ باقی احادیث صحیح نہیں کیونکہ کتاب بخاری میں وہ حدیث آئی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہو باقی احادیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اعلیٰ شروط کے تحت احادیث کو درج کیا ہے۔یہ مطلب نہیں کہ باقی احادیث صحیح ہی نہیں۔

جواب۳:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنے اس مقولہ کی خود ہی وضاحت فرما رہے ہیں:

وما ترکت من الصحیح اکثر(۱)

''کہ صحیح احادیث جو میں نے درج نہیں کیں وہ زیادہ ہیں''

تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ متروکہ احادیث غیر مقبول ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ابراہیم بن معقل فرماتے ہیں:(۲) کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں

---

(۱) وما ترکت من الصحیح اکثر (مقدمة فتح البلری ص۷)

(۲) سمعت ابراهیم بن معقل النسفی یقول سمعت البخاری یقول ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح وترکت من الصحیح حتی لا یطول (مقدمة فتح الباری ص۷)

کہ میں نے سب صحیح احادیث اس لئے درج نہیں کیں کہ کتاب بہت لمبی نہ ہو جائے۔(۱)
منکرین حدیث نے یہ مغالطہ صرف دھوکہ دینے کے لئے بنایا ہے۔

سبب تالیف:

علماء کرام سبب تالیف کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس سے پہلے جوامع مسانید میں ہر قسم کا مواد موجود تھا۔ عام لوگوں کے لئے اس میں سے صحیح کی پہچان مشکل تھی اور عمل کرنا بھی مشکل تھا۔ امام بخاری نے ارادہ کیا کہ صحیح احادیث کو الگ جمع کر دیا جائے۔ تاکہ عمل کرنا آسان ہو جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ امام بخاری کو اس کے متعلق خواب بھی آیا تھا۔ بسند صحیح امام بخاری کے شاگرد محمد بن سلیمن کہتے ہیں: کہ امام بخاری نے فرمایا:

"رأیت النبی ﷺ و کأننی واقف بین یدیه وبیدی مروحة أذب بها عنه فسألت بعض المعبرین فقال لی أنت تذب عنه الکذب فهو الذی حملنی علی اخراج الجامع الصحیح "(۲)

اس ارادہ کو عملی صورت میں ظاہر کرنے کے لئے اسحٰق بن راہویہ کے ترغیب دلانے سے بھی کام لیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں: کہ ہم ایک دن اسحٰق بن راہویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا: کوئی آدمی ہے جو صحیح احادیث کو الگ کرے؟ تو یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی پس میں نے احادیث لکھنا شروع کر دیں۔(۳)

(۱) أخبرنا أبو سعد المالینی قال أنبأنا عبد الله بن عدی قال سمعت الحسن بن الحسین البخاری یقول سمعت ابراهیم بن معقل یقول سمعت محمد بن اسماعیل البخاری یقول ما أدخلت فی کتابی الجامع الا ما صح و ترکت من الصحاح لحال الطول (تاریخ بغداد ص ۹ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۷

(۳) سمعت ابراهیم بن معقل النسفی یقول قال أبو عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری کنا عند اسحاق بن راهویه فقال :لو جمعتم کتابامختصرا لصحیح سنة رسول الله ﷺ قال فوقع ذلک فی قلبی فأخذت فی جمع الجامع الصحیح (مقدمة فتح الباری ص ۷)

امام بخاری کا اخلاص

اس کتاب کے تالیف کرنے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا حسن نیت اور اخلاص اس بات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن یوسف فربری کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین(۱) وفی روایة تیقنت صحته(۲)

''میں نے اپنی صحیح میں کوئی بھی حدیث غسل کرنے اور دو رکعتیں پڑھنے کے بغیر نہیں لکھی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جب تک مجھے صحت کا یقین نہیں ہو گیا میں نے حدیث نہیں لکھی''

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کا نتیجہ ہے کہ تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ صحت میں قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری کا درجہ ہے۔

کتاب بخاری پر آئمہ کی تقریظ اور تائید

امام ابو جعفر عقیلی کا بیان ہے کہ جب امام بخاری نے صحیح بخاری کو مرتب کرلیا۔

عرضه علی أحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی وغیرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة الا فی أربعة أحادیث

---

(۱) سمعت محمد بن یوسف الفربری یقول قال البخاری ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین (فتح الباری ص۷)

(۲) (ا) قال عمر بن محمد بن بجیر البجیری سمعت محمد بن اسماعیل یقول صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما ادخلت فیه حدیثا حتی استخرت الله تعالی وصلیت رکعتین وتیقنت صحته (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹)

(ب) سمعت الفربری یقول سمعت محمد بن اسماعیل البخاری یقول ما وضعت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹، تاریخ بغداد ص ۹ ج ۲)

قال العقیلی والقول فیها قول البخاری وهی صحیحة (۱)

''تو اس کو احمد بن حنبل، یحیی بن معین، علی بن مدینی وغیرہ پر پیش کیا۔ تو سب نے اس کو سراہا ہے اور اس کی صحت کی شہادت دی ہے مگر صرف چار حدیثوں میں۔ اور اس کے متعلق بھی عقیلی فرماتے ہیں: امام بخاری کی بات صحیح ہے اور وہ حدیثیں بھی صحیح ہیں''

قرآن مجید کے علاوہ تمام کتب احادیث پر کتاب بخاری کی اصحیت مسلم ہے **مقدمة ابن الصلاح، شرح نخبة الفکر، عمدة القاری** کا مقدمہ اور **مقدمة فتح الباری** سب اس چیز کی گواہی دیتے ہیں کہ

" اصح الکتب بعد کتاب الله کتاب البخاری"

تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا۔

اصحیت بخاری پر اعتراض

اعتراض نمبر ۱

بعض لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اصح کیسے ہوئی؟ اعتراض یہ ہے کہ اصح کا مطلب یہ نہیں کہ بخاری کی ہر ہر حدیث اصح ہے۔ کیونکہ کل کی دو قسمیں ہیں ایک کل مجموعی دوسرا کل افرادی۔ دونوں قسموں میں فرق ہے کل مجموعی کا حکم مجموعہ پر ہوتا ہے ہر ہر فرد پر نہیں ہوتا۔ جب حکم مجموعہ پر لگ رہا ہو تو اس کا کوئی فرد اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے یہاں بخاری کے مجموعہ پر حکم ہے۔ تو بعض احادیث اصح کے خلاف بھی ہو سکتی ہیں۔

جواب:

یہ اعتراض بالکل نا قابل التفات ہے۔ کیونکہ بخاری کی کتاب کو اصح صرف اس

(۱) قال أبو جعفر محمود بن عمر العقیلی لما ألف البخاری کتاب الصحیح عرضه علی أحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی وغیرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة الا فی أربعة أحادیث قال العقیلی والقول فیها قول البخاری وهی صحیحة (مقدمة فتح الباری ص۷، ۴۸۹)

لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی شرائط بہت سخت ہیں۔ انہوں نے ہر حدیث میں شرائط کو ملحوظ رکھا ہے۔ پھر حصر سے فرما رہے ہیں کہ "**ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح**" (۱) اگر بات مجموعہ کی ہوتی تو حصر کا کیا فائدہ؟ اس لئے یہ اعتراض بالکل بے فائدہ ہے۔

اعتراض نمبر۲:

سب لوگ مانتے ہیں کہ بخاری کے اندر کچھ مواد صحیح، کچھ حسن اور کچھ ضعیف بھی ہے۔ تو پھر یہ اصح کہنا درست نہ ہوا۔

جواب:

یہ اعتراض بھی حقیقت پر مبنی نہیں۔ کیونکہ اصح کا حکم اصول اور موضوع کے لحاظ سے ہے۔ اور وہ تمام احادیث صحیح اور مسند ہیں۔ جو موضوع میں شامل ہیں۔ باقی شواہد متابعات اور معلقات کے بارے میں یہ حکم نہیں اور نہ ہی امام بخاری نے ان میں شرائط کو ملحوظ رکھا ہے۔ کیونکہ موضوع کتاب **الصحیح المسند** ہے۔

اعتراض نمبر۳:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس کو اپنی کتاب میں درج کر دیتے ہیں۔ یہ ایک اجتہادی بات ہے اور قاعدہ ہے **المجتھد یخطئ و یصیب** جب غلطی کا امکان ہے تو یہ اصح کیسے ہوئی؟

جواب:

جب محدثین نے جانچ پڑتال کے بعد فیصلہ دے دیا۔ کہ کتاب بخاری کی احادیث امام بخاری کی شروط کے عین مطابق ہیں۔ پھر اسے تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ تو یہ احتمال ختم ہو گیا۔ اب یہ بات مسلم ہے "**اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری**"

---

(۱) مقدمۃ فتح الباری ص۷

شرائط بخاری

علامہ ابوبکر حازمی فرماتے ہیں۔ کہ آئمہ ستہ میں سے کسی نے بھی صراحۃً اپنی شرائط کو بیان نہیں کیا۔انہوں نے اپنی اپنی شرائط پر اپنی کتابوں کے اندر عمل کیا ہے۔پھر علماء نے استنباط کیا کہ یہ ان کی شرائط ہیں۔امام بخاری کی کتاب کے تتبع سے جو شرائط معلوم ہوئیں۔وہ چھ ہیں۔صرف اتنی بات ہے کہ وہ شرطیں اعلی درجے کی ہیں امام بخاری کی شرط ہے۔کہ اعلی درجہ کی حدیث درج کریں گے۔بخاری کے رواۃ کے طبقے کو ملحوظ رکھنا۔پھر ان سے امام بخاری کی شروط ذہن میں آسکتی ہیں۔امام بخاری اور امام مسلم کی شرطیں قریب قریب ہیں۔تھوڑا سا فرق ہے۔اس لئے طبقات میں دونوں کا ذکر ہوگا۔بخاری اور مسلم کے رواۃ دو طرح کے ہیں۔کچھ تو ایسے ہیں جن کو مکثرین کہا جاتا ہے۔مثلا: امام زہری، نافع، موسی بن عقبہ، سلیمان بن مہران، قتادہ بن دعامہ سدوسی وغیرہم۔اور کچھ رواۃ مقلین ہیں۔جیسے یحیی بن سعید انصاری وغیرہ۔

مکثرین رواۃ کے پانچ طبقے ہیں

طبقہ اولی:

کثیر الاتقان و کثیر الملازمۃ

"جو رواۃ ضبط واتقان بہت زیادہ رکھتے ہیں۔اور اپنے استاد کے پاس بھی بہت زیادہ دیر ٹھہرے رہے ہیں۔سفر وحضر میں ساتھ رہے ہیں"

اس کی مثال امام زہری کے شاگردوں میں یونس بن یزید ایلی، عقیل بن خالد ایلی امام مالک بن انس اصبحی، سفیان بن عیینہ، شعیب بن ابی حمزۃ یہ اصحاب زہری **کثیر الضبط** اور **کثیر الملازمۃ** ہیں۔

طبقہ ثانیہ:

کثیر الضبط والاتقان وقلیل الملازمۃ

''ضبط واتقان بہت زیادہ رکھتے ہیں لیکن اپنے شیخ کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے''

امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال: ابوعمر وعبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعی شامی، لیث بن سعد مصری، عبد الرحمٰن بن خالد بن مسافر اور ابن ابی ذئب۔ یہ چار شاگردان امام زہری کثیر الضبط والاتقان تو ہیں۔ لیکن زیادہ دیر امام زہری کے پاس نہیں رہے۔

طبقہ ثالثہ:

قليل الضبط والاتقان وكثير الملازمة

''جن میں ضبط اور اتقان کم ہے لیکن اپنے استاد کے پاس زیادہ دیر ٹھہرے''

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال: جعفر بن برقان، سفیان بن حسین اور اسحٰق بن یحیی الکلبی ہیں۔ یہ سب شاگرد امام زہری کے پاس کافی دیر ٹھہرے رہے لیکن ضبط واتقان ان میں کم ہے۔

طبقہ رابعہ:

قليل الضبط والاتقان وقليل الملازمة

''جن میں ضبط واتقان کم ہے اور اپنے شیخ کے پاس بھی تھوڑی دیر ٹھہرے رہے''

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال: زمعہ بن صالح، معاویہ بن یحیی صدفی اور مثنی بن صباح ہیں۔

طبقہ خامسہ:

قليل الضبط والاتقان وقليل الملازمة مع غوائل الجرح

''ضبط بھی کم، ملازمۃ بھی کم اور اس کے ساتھ ساتھ جرح بھی ہے''

امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال: عبدالقدوس بن حبیب، محمد بن سعید مصلوب۔ یہ اصحاب قلیل الضبط ہیں قلیل الملازمۃ ہیں اور ان پر جرح بھی ہوئی ہے

بلکہ بعض نے کذاب بھی کہا ہے۔ سنن ابوداؤد میں معاذ بن جبل کی ایک روایت ہے(۱) جس کا مضمون یہ ہے کہ "جب رسول اللہ ﷺ معاذ بن جبل کو عامل بنا کر بھیج رہے تھے تو آپ نے پوچھا اے معاذ: فیصلہ کس طرح کرے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ کتاب اللہ سے آپ نے پوچھا۔ کتاب اللہ سے نہ ملے تو؟ پھر انہوں نے جواب دیا سنت رسول اللہ ﷺ سے پھر آپ نے پوچھا کہ اگر سنت رسول اللہ بھی نہ ملے تو پھر؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اجتہاد کروں گا" اس کی سند میں راوی مجہول ہیں یہی روایت ابن ماجہ کے اندر موجود ہے۔(۲) اس حدیث کے متعلق حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: کہ ابوداؤد سے ابن ماجہ کی روایت صحیح ہے۔ بلکہ حافظ ابن کثیر نے اسے جید کہا ہے، مگر یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ ابن ماجہ کی سند میں محمد بن سعید مصلوب ہے۔ جس طرح امام زہری کے شاگردوں کے پانچ طبقے ہیں اسی طرح تمام مکثرین راویوں کے شاگردوں کے پانچ طبقے بن سکتے ہیں امام بخاری پہلے طبقہ کی روایت کتاب میں لاتے ہیں۔(۳) اس طبقہ میں جو

---

(۱) حدثنا حفص بن عمر عن شعبة عن أبي عون عن الحارث عمرو أخي مغيرة بن شعبة عن أناس من أهل حمص من أصحاب معاذ بن جبل رضى الله عنه أن رسو ل الله ﷺ لما أراد أن يبعث معاذا الى اليمن قال كيف تقضي اذا عرض لک القضاء قال أقضي بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة رسول الله ﷺ ولا فى كتاب الله قال أجتهد برأيي ولا آلو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله ﷺ لما يرضى رسول الله ﷺ (رواه أبو داؤد ص ۱۴۹ جلد ۲)

(۲) حدثنا الحسن بن حماد سجادة ثنا يحيى بن سعيد الأموى عن محمد بن سعيد بن حسان عن عبادة بن نسى عن عبد الرحمن بن غنم حدثنا معاذ بن جبل قال لما بعثنى رسول الله ﷺ الى اليمن قال لا تقضين أو لا تفصلن الا بما تعلم وان أشكل عليک أمر فقف حتى تبينه أو تكتب الى فيه (رواه ابن ماجة ص ٦)

سنن ابی داؤد کی روایت میں اناس من اہل حمص مجہول ہیں۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں عبدالرحمن بن غنم تو آ گیا ہے۔ مگر یہ سند محمد بن سعید بن حسان مصلوب کذاب کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے۔ پھر ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت میں مضمون الگ الگ ہیں۔

(۳) الطبقة الأولى فهم شرط البخارى وقد يخرج من حديث أهل الطبقة الثانية ما يعتمده من غير استيعاب (مقدمة فتح البارى ص ۹) -

راوی موجود ہوتا ہے۔اس کی روایت اصول میں بھی درج کردیتے ہیں۔اور دوسرے مقام پر بھی لاتے ہیں۔دوسرے طبقہ سے امام بخاری انتخاب کرتے ہیں۔پورے طبقہ کی حدیث نہیں لاتے۔ان میں سے جس کی حدیث کو اولی سمجھیں گے وہی لائیں گے اور کوشش کریں گے۔کہ اصول میں درج نہ ہو۔بلکہ شواہد اور متابعات میں آجائے

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اولی اور ثانیہ کے تمام راویوں کی احادیث درج کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔(۱) تو معلوم ہوا کہ صحت میں بخاری مسلم سے اعلی ہے۔امام ابوداؤد طبقہ اولی،ثانیہ،ثالثہ اور رابعہ کی احادیث لاتے ہیں امام ترمذی طبقہ خامسہ کی احادیث بھی لے آتے ہیں۔

امام حاکم امام بخاری کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔ان کی شرط ہے۔کہ حدیث عزیز ہو اور غریب حدیث نہیں لاتے۔لیکن یہ بات درست نہیں۔بخاری کی پہلی اور آخری حدیث عزیز نہیں غریب ہے۔اور درمیان میں کئی احادیث غریب ہیں۔اس لئے عزیز لانا اور غریب نہ لانا امام بخاری کی شرط نہیں ہے۔

غیر مکثرین:

غیر مکثرین کے متعلق شیخین کا طریقہ یہ ہے۔(۲) کہ راوی کی ثقاہت عدالت اور قلت خطاء کو دیکھا جائے گا۔پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں۔جن پر قوی اعتماد ہوگیا۔تو ان کی متفرد احادیث کو نقل کردیا۔اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر قوی اعتماد نہیں ہوا۔تو ایسے راویوں کی وہ احادیث نقل کی ہیں۔جن میں دوسرے راوی بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔

---

(۱) مسلم فيخرج أحاديث الطبقتين على سبيل الاستيعاب ويخرج أحاديث أهل الطبقة الثالثة على النحو الذي يصنعه البخاري في الثانية (مقدمة فتح الباري ص ۱۰)

(۲) غير المكثرين فانما اعتمد الشيخان في تخريج أحاديثهم على الثقة والعدالة وقلة الخطاء لكن منهم من قوي الاعتماد عليه فأخرجا ما تفرد به كيحيى بن سعيد الأنصاري ومنهم من لم يقو الاعتماد عليه فأخرجا له ما شاركه فيه غيره وهو الأكثر (مقدمة فتح الباري ص ۱۰)

اصحیت بخاری پر اعتراض اور اس کا جواب

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ تمام کتب احادیث سے اصح کتاب بخاری ہے اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما أعلم في الارض كتابا في العلم أكثر صوابا من كتاب مالك

"کہ میں زمین میں مؤطا امام مالک سے علم میں زیادہ صحیح کسی کتاب کو نہیں جانتا" (۱)

جواب:

امام شافعی نے جس وقت یہ فرمایا تھا۔ اس وقت کتاب بخاری وجود میں نہیں آئی تھی۔ اس وقت ان کی یہ بات درست تھی۔ اس کا قرینہ ان کے فرمان سے ظاہر ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بخاری ارسال وانقطاع کو علت قادحہ سمجھتے ہیں کسی مرسل ومنقطع حدیث کو کتاب کے موضوع میں درج نہیں کرتے۔ اس کے برعکس امام مالک ارسال وانقطاع کو علت قادحہ نہیں سمجھتے۔ وہ ایسی احادیث کو موضوع کتاب میں درج کر دیتے ہیں۔ بلکہ بلاغات بھی درج کر دیتے ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں ہوتی۔ لہذا مؤطا امام مالک بخاری کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں۔

اعتراض نمبر۲:

امام حاکم کے استاد حافظ ابوعلی نیسابوری فرماتے ہیں:

"ماتحت اديم السماء كتاب اصح من كتاب مسلم بن الحجاج" (۲)

"کہ روئے زمین پر مسلم سے اصح کوئی کتاب نہیں"

جواب نمبر۱:

حافظ ابوعلی نے کتاب بخاری دیکھی نہیں۔ اس لئے وہ کہہ رہے ہیں کہ مسلم سے

(۱) ما أعلم في الارض كتابا في العلم أكثر صوابا من كتاب مالك (مقدمة فتح الباری ۱۰)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۰

زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔لیکن یہ جواب درست نہیں۔ کیونکہ یہ بات نا قابل تسلیم ہے کہ مسلم کا علم ہو اور بخاری کا علم نہ ہو۔

جواب نمبر۲:

حافظ ابوعلی نیسابوری کے قول کا یہ مطلب نہیں کہ مسلم دوسری کتابوں سے اصح ہے۔ کیونکہ وہ یہ نہیں فرمار ہے۔ کہ مسلم تمام سے اصح ہے لہذا اصح بخاری ہی ہوئی لیکن اس جواب میں کمزوری ہے اس لئے کہ اصحیت ہی کی تو نفی کر رہے ہیں۔ اصح نہیں کہہ سکتے۔لیکن ہم پلہ تو کہہ سکتے ہیں۔

جواب۳:

حافظ ابوعلی نیسابوری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سیاق، حسن ترتیب اور صرف مرفوع احادیث کو بیان کرنے میں مسلم کا مقام بخاری سے اعلی ہے کیونکہ امام مسلم ایک حدیث بیان کر کے اس کی کئی اسانید بیان کر دیتے ہیں۔ نیز امام مسلم نے اپنی طرف سے کوئی بات درج نہیں کی۔ حتی کہ ابواب بھی قائم نہیں کئے حالانکہ بخاری میں ابواب اور مسائل موجود ہیں۔لیکن اس قول کا یہ جواب بھی موزوں نہیں۔ کیونکہ یہ توجیہ اپنی طرف سے ہوسکتی ہے۔ اگر مطلب یہ ہوتا تو اصح کے بجائے افضل کا لفظ بولتے۔

جواب نمبر۴:

حافظ ابوعلی نیسابوری امام نسائی کے شاگرد ہیں اور امام حاکم کے استاد ہیں۔تو امام نسائی کا بخاری کے متعلق یہ قول ہے:

ما فی هذه الکتب کلها أجود من کتاب محمد بن اسماعیل(۱)

''محمد بن اسماعیل کی کتاب سے عمدہ کوئی کتاب نہیں''

اجود کا تعلق اسناد کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔اس لئے بخاری اصح ٹھہری۔اس کے

(۱) روینا بالاسناد الصحیح عن أبی عبد الرحمن النسائی وهو شیخ أبی علی النیسابوری أنه قال ما فی هذه الکتب کلها أجود من کتاب محمد بن اسماعیل (مقدمة فتح الباری ص ۱۰)

علاوہ امام نسائی کا رتبہ نقد رجال اور علل اسانید میں امام مسلم سے کم نہیں۔ چونکہ امام نسائی حافظ ابوعلی کے استاد ہیں۔ اس لئے امام نسائی کا قول معتبر ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے۔ کہ اگر واقع میں دیکھا جائے تو پھر بھی بخاری کا مقام مسلم سے بلند ہے۔ کیونکہ اصحیت کا اعتبار اتقان رجال، اتصال سند اور عدم علل پر ہے۔ یہ تینوں خوبیاں مسلم کی نسبت بخاری میں زیادہ ہیں۔ اس لئے بخاری کا مقام بلند ہوگا۔

اتقان رجال میں بخاری کا مقام بلند ہونے کی چار وجوہ

وجہ اول:

امام بخاری جن رجال میں متفرد ہیں ان کی تعداد چار سو بتیس ہے۔(۱) جن میں متکلم فیہ صرف اسی (۸۰) ہیں۔ جبکہ وہ رجال جن میں امام مسلم متفرد ہیں۔ وہ چھ سو بیس ہیں۔ جن میں ایک سو ساٹھ متکلم فیہ رواۃ ہیں۔ تو اس تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری میں سخت شرط اتقان کی وجہ سے متکلم فیہ رواۃ کی تعداد کم ہے تو اس اعتبار سے بخاری مسلم پر فائق ہے۔

وجہ ثانی:

جن رواۃ سے امام بخاری روایت اخذ کرنے میں متفرد ہیں۔ ان کی احادیث کثرت سے نہیں لاتے (۲) اسی طرح بخاری کے متفرد فیہ رواۃ میں سے کسی کے پاس کوئی بڑا نسخہ نہیں ہے کہ وہ پورے کا پورا یا اس کا اکثر حصہ بخاری نے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہو۔ ما

---

(۱) ان الذی انفرد البخاری بالاخراج لهم دون مسلم أربعمائة وبضع وثلاثون رجلا المتكلم فيه بالضعف منهم ثمانون رجلا والذی انفرد مسلم بالاخراج لهم دون البخاری ستمائة وعشرون رجلا المتكلم فيه بالضعف منهم مائة وستون رجلا (مقدمة فتح الباری ص ۱۱)

(۲) ان الذی انفرد بهم البخاری ممن تكلم فيه لم يكثر من تخريج أحاديثهم وليس لواحد منهم نسخة كبيرة أخرجها كلها أو أكثرها الا ترجمة عكرمة عن ابن عباس بخلاف مسلم فانه أخرج أكثر تلك النسخ كأبی الزبير عن جابر وسهيل عن أبيه والعلاء بن عبد الرحمن عن أبيه وحماد بن سلمة عن ثابت وغير ذلك (مقدمة فتح الباری ص ۱۱)

سوائے عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے۔لیکن امام مسلم کے متفرد فیہ رواۃ کے پاس کچھ نسخے تھے۔تو امام مسلم نے ان نسخوں کی اکثر احادیث ذکر کی ہیں جیسے سھیل بن ابی صالح اور حماد بن سلمۃ عن ثابت وغیرہ۔تو یہ لچک بخاری کی نسبت مسلم میں زیادہ ہے۔

وجہ ثالث:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن متکلم فیہ رواۃ کی حدیث لائے ہیں ان میں اکثر امام بخاری کے استاد ہیں جن سے امام بخاری نے روایت سنی اور حاصل کی (۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے متکلم فیہ رواۃ اکثر تابعین اور تبع التابعین ہیں۔جو امام مسلم کے استاذ نہیں ظاہر بات ہے کہ استاد کی احادیث میں جانچ پڑتال زیادہ ہوسکتی ہے۔دور کے راوی کی حدیث میں اتنی تحقیق نہیں ہوسکتی۔لہذا صحت حدیث میں کمی آجائے گی۔

وجہ رابع:

امام بخاری صرف پہلے طبقہ کی حدیث بیان کرتے ہیں۔اور طبقہ ثانیہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔(۲) امام مسلم طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کی تمام احادیث لاتے ہیں اور طبقہ ثالثہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔اتصال سند میں امام بخاری کا مقام بلند ہے امام بخاری راوی اور مروی عنہ میں لقاء کی شرط لگاتے ہیں۔لیکن امام مسلم صرف معاصرت سے اتصال سند قبول کرلیتے ہیں۔لقاء کی شرط نہیں لگاتے (۳) اتصال سند میں امام بخاری کی شرط قوی اور سخت ہے۔امام سیوطی نے لکھا ہے۔کہ امام بخاری نے

---

(۱) ان الذی انفرد بهم البخاری ممن تکلم فیه أکثرهم من شیوخه الذین لقیهم وجالسهم وعرف أحوالهم واطلع علی أحادیثهم ومیز جیدها من موهومها بخلاف مسلم فان أکثر من تفرد بتخریج حدیثه ممن تکلم فیه ممن تقدم عن عصره من التابعین ومن بعدهم ولا شک أن المحدث أعرف بحدیث شیخه ممن تقدم منهم (مقدمة فتح الباری ص ۱۲)

(۲) ان البخاری یخرج من أحادیث أهل الطبقة الثانیة انتقاء ومسلم یخرجها أصولا کما تقدم ذلک (أیضا)

(۳) ان القول الشائع المتفق علیه بین أهل العلم بالأخبار والروایات قدیما وحدیثا أن کل رجل ثقة روی عن مثله حدیثا وجائز ممکن له لقاءه والسماع منه لکونهما جمیعا کانا فی

یہ شرط اپنی کتاب میں حدیث درج کرنے کے لئے لگائی ہے۔ ورنہ صحت حدیث معاصرت سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی لکھا ہے کہ یہ صحت کی شرط نہیں۔(۱) لیکن حافظ ابن حجر کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ لقاء والی شرط صحت حدیث کے لئے ہے وہ فرماتے ہیں:

"وأظهر البخاری هذا المذهب فی تاریخه وجری علیه فی صحیحه"(۲)

بہر حال چاروں صورتوں میں بخاری کی احادیث مسلم سے پختہ ہیں۔

نیز عدم علل کے لحاظ سے بھی بخاری کو مسلم پر زیادہ مقام حاصل ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی کل منتقد علیہ روایات دوسو دس ہیں (۳) ان میں سے ۷۸ بخاری میں ہیں (۴) ان دلائل کی موجودگی میں کسی کے قول کو بلا دلیل کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

اعتراض نمبر ۳:

حافظ بن حزم اور دیگر مغربی مشائخ مسلم کو بخاری سے افضل سمجھتے ہیں تو اس سے پتہ چلا کہ مسلم کو بخاری پر زیادہ مرتبہ حاصل ہے۔

بقیة حاشیة گزشته: عصر واحد وان لم یأت فی خبر قط انهما اجتمعا ولا تشافها بکلام فالروایة ثابتة والحجة بها لازمة (مقدمة صحیح مسلم ص ۲۲)

(۱) کیف ما کان شرطه هذا انما هو للصحیح فی کتابه خاصة لا للصحیح مطلقا (مقدمة فیض الباری ص ۳۵)

(۲) قد أظهر البخاری هذا المذهب فی تاریخه وجری علیه فی صحیحه (مقدمة فتح الباری ص ۱۲)

(۳) فان الأحادیث التی انتقدت علیهما بلغت مائتی حدیث وعشرة أحادیث (أیضا)

(۴) عدةما اجتمع لنا من ذلک مما فی کتاب البخاری وان شارکه مسلم فی بعضه مائة وعشرة أحادیث منها ما وافقه مسلم علی تخریجه وهو اثنان وثلاثون حدیثا ومنها ما انفرد بتخریجه وهو ثمانیة وسبعون حدیثا (مقدمة فتح الباری ص ۳۴۶)

جواب:

ایک چیز اصحیت ہے اور دوسری چیز افضلیت ہے۔ اصحیت کے لحاظ سے تو بخاری اصح ہے اور سیاق وسباق اور حسن ترتیب کے لحاظ سے مسلم افضل ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ کتب احادیث میں بخاری اصح کتاب ہے۔

تراجم بخاری

تراجم بکسر جیم ہے اگر بضمہ جیم ہو تو مصدر بن جائے گا۔ تراجم جمع ہے اس کا واحد ترجمہ ہے۔ اگر بضمہ جیم پڑھیں تو معنی ہوگا ''پتھر مارنے میں دو آدمیوں کا شریک ہونا'' لیکن یہ لفظ تراجم ہے۔ جیسے تجربہ کی جمع تجارب آتی ہے ترجمہ کے تین معانی ہوتے ہیں۔

لفظ تراجم کے معانی

معنی اول:

کسی بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے ترجم الکلام بالاردیۃ اس نے کلام کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔

معنی ثانی:

کسی آدمی کے نسب، اس کی سیرت اور اخلاق کو بیان کرنا جیسے ترجمۃ الرجال یا یہ کہا جائے ذکر البخاری فی ترجمۃ الاعمش ،تراجم علماء حدیث ہند کتاب ہے۔

معنی ثالث:

کسی چیز کا آغاز اور ابتدائی حصہ۔ جیسے ترجمۃ الکتاب۔ کتاب کا ابتدائی حصہ۔

تو یہاں تراجم ابواب بخاری میں یہ آخری معنی مراد ہے۔ باب کا ابتدائی حصہ امام

بخاری نے اپنی کتاب کے تراجم ابواب میں بہت سے علمی، فقہی، اصولی اور لغوی حقائق اور دقائق کو سمودیا ہے۔ جن کے سمجھنے سے بڑے بڑے فحول علماء بھی قاصر رہے ہیں۔ اور عظیم رجال ان تک رسائی حاصل کرنے سے حیران ہیں۔ حتی کہ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ کہ بخاری سے پہلے کسی مصنف نے اس قسم کے تراجم ابواب قائم نہیں کئے اور نہ ہی ان کے بعد اس قسم کے تراجم ابواب وجود میں آئے۔ گویا امام بخاری اس دروازے کو کھولنے والے تھے۔ اور خود ہی اس دروازے کو بند کردینے والے ہیں۔

فکان هو الفاتح لذلک الباب وصار هو الخاتم (۱)

تراجم کے اندر امام بخاری نے ترجمۃ الباب سے متعلق آیات، صحابہ اور تابعین کے فتاوی اور اہل لغت کے کلام کو درج کیا ہے۔ اور بہت سے تراجم میں مرفوع معلقات بھی لائے ہیں۔ ان تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ امام بخاری کو حدیث، تفسیر، تاریخ، لغت، اصول اور علم کلام پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس لئے یہ بات مشہور ہو چکی ہے۔

فقه البخاری فی تراجمه

”کہ امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم میں موجود ہے“

وہ کتب جو تراجم بخاری کے حل کے لئے لکھی گئیں

تراجم بخاری کی دقت کے پیش نظر علماء نے اس کے حل کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ نیز بخاری کے شروح میں حل تراجم کے لئے خاص توجہ دی گئی ہے۔

خطیب سکندریہ علامہ ناصر الدین احمد بن منیر نے تراجم بخاری پر ایک مستقل کتاب لکھی۔ جس کے اندر تقریبا چار سو تراجم کا حل موجود ہے۔ قاضی بدر الدین نے

---

(۱) ان المصنف رحمه الله تعالی سباق غایات وصاحب آیات فی وضع التراجم لم یسبق به أحد من المتقدمین ولم یستطع أن یحاکیه أحد من المتأخرین فکان هو الفاتح لذلک الباب وصار هو الخاتم (مقدمة فیض الباری ص ۴۰)

اس کتاب کی تلخیص کی اوراس پر اپنی طرف سے کچھ اضافہ بھی کیا(۱) ایک مغربی عالم اورمحدث محمد بن منصور نے ایک کتاب ''فک أغراض البخاری المبهمة فی الجمع بین الحدیث و الترجمة'' لکھی۔اس کتاب کے اندر بخاری کے سو تراجم کی تشریح موجود ہے(۲) یہ بہت مفید کتاب ہے۔اسی طرح خطیب سکندریہ کے بھائی علامہ زین الدین نے اپنی شرح کے اندرتراجم بخاری کے حل کی طرف کافی توجہ دی ہے (۳) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حل تراجم کے لئے دقائق اور رموز کے بیان کرنے میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ابوعبداللہ بن رشید سبتی کی ایک کتاب ترجمان التراجم بھی تراجم بخاری پر تصنیف کردہ ہے۔یہ کتاب الصیام پر جاکر ختم ہوگئی ہے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ کتاب ناقص ہونے کے باوجود بہت مفید ہے۔(۴) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔یہ رسالہ مطبوعہ بخاری کے شروع میں لگا ہوتا ہے۔جوتراجم کے سلسلے میں کافی مفید ہے۔

تراجم بخاری کی انواع

نوع اول:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب کے اندر بعینہ وہ الفاظ نقل کردیتے ہیں جو باب کے اندر درج شدہ حدیث کے ہوتے ہیں۔اس مقام پر مترجم لہ حدیث اور مترجم بہ کلام کے درمیان مناسبت واضح ہوتی ہے۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۴

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۴

(۳) وتکلم أیضا علی ذلک زین الدین علیی بن المنیر أخو العلامة ناصر الدین فی شرحه علی البخاری وأمعن فی ذلک (مقدمة فتح الباری ص ۱۴)

(۴) وقفت علی مجلد من کتاب اسمه ترجمان التراجم لأبی عبد الله بن رشید السبتی یشتمل علی هذا المقصد وصل فیه الی کتاب الصیام ولو تم لکان فی غایة الافادة وانه لکثیر الفائدة مع نقصه (مقدمة فتح الباری ص ۱۴)

نوع ثانی:

مترجم بہ مترجم لہ کا کچھ حصہ ہوتا ہے۔ایسے مقام پر بھی باب اور حدیث کے درمیان مناسبت واضح ہوتی ہے۔کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

نوع ثالث:

مترجم بہ مترجم لہ کا معنی ومفہوم ہوتا ہے۔اس نوع کے تراجم میں مناسبت واضح ہوتی ہے۔کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

نوع رابع:

مترجم بہ خاص ہوتا ہے۔اور مترجم لہ حدیث عام ہوتی ہے۔اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں۔لیکن مراد خاص ہے۔

نوع خامس:

مترجم بہ کے اندر عموم ہوتا ہے۔اور مترجم لہ حدیث خاص ہوتی ہے۔اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث تو خاص ہے لیکن اس کا خصوص مقصود نہیں مقصود عموم ہے۔

نوع سادس:

مترجم بہ کے اندر تقیید ہوتی ہے۔اور مترجم لہ کے اندر اطلاق ہوتا ہے۔اس مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث گو مطلق ہے لیکن وہاں اطلاق مراد نہیں۔ بلکہ مراد تقیید ہے۔

نوع سابع:

مترجم بہ میں اطلاق اور مترجم لہ میں تقیید ایسے مقام پر غرض بخاری یہ ہوتی ہے کہ حدیث کے اندر مذکور قید احترازی نہیں۔نہ ہی قید مراد ہے بلکہ اطلاق مراد ہے۔

نوع ثامن:

مترجم بہ میں تفصیل اور مترجم لہ میں اجمال ہوتا ہے۔ ایسے مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری وہاں حدیث کے اجمال کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

نوع تاسع:

تاویل ظاہر یعنی مترجم لہ حدیث ظاہر ہے۔ ترجمۃ الباب میں امام بخاری اس کی تاویل کر دیتے ہیں۔ اس مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا ظاہر مراد نہیں۔

نوع عاشر:

ایضاح مشکل مترجم لہ حدیث کے اندر کوئی اشکال ہوتا ہے ترجمۃ الباب میں امام بخاری اس کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔ تا کہ وہ اشکال دور ہو جائے۔

النوع الحادی عشر:

تاویل مشترک حدیث کے اندر اشتراک ہوتا ہے۔ امام بخاری ترجمۃ الباب میں ان متعدد معانی میں سے ایک معنی متعین کر دیتے ہیں۔

النوع الثانی عشر:

اثبات حکم ایک فقہی مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں حدیث لا کر اس حکم کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

النوع الثالث عشر:

کسی مذہب یا صاحب مذہب کی تردید ترجمۃ الباب میں امام بخاری کسی کا مذہب بیان کر دیتے ہیں نیچے حدیث لا کر اس کی تردید کرتے ہیں۔ کہ یہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

النوع الرابع عشر:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب کے اندر ادنی چیز کا ذکر کرتے ہیں۔ نیچے جو

حدیث لاتے ہیں اس میں اعلیٰ چیز کا حکم ہوتا ہے۔ایسے مواقع پر امام صاحب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جب اعلیٰ چیز کا حکم یہ ہے۔تو ادنیٰ چیز کا حکم بطریق اولیٰ یہ ہونا چاہیے۔

النوع الخامس عشر:

ترجمۃ الباب کے اندر اعلیٰ چیز کا ذکر ہوتا ہے اور حدیث میں ادنیٰ چیز کا ذکر ہوتا ہے۔ایسے موقع پر مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب ادنیٰ چیز پر یہ حکم جاری ہو رہا ہے تو اعلیٰ چیز پر اس کو بطریق اولیٰ جاری ہونا چاہیے۔

النوع السادس عشر:

باب بلا ترجمہ بسا اوقات ایسے موقع پر امام صاحب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نیچے میں نے حدیث بیان کر دی ہے۔اوپر باب کا عنوان بھی دے دیا ہے۔اب قاری خود استنباط کرے کہ اس حدیث سے کونسا ترجمہ نکلتا ہے۔اس قسم کے ابواب کا مقصد تشحید اذہان ہوتا ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں۔کہ یہ کتاب مجتہد گر ہے۔

النوع السابع عشر:

باب بلا ترجمہ کبھی متقدم باب کا حصہ ہوتا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔اس کے نیچے بہت سی احادیث ہوتی ہیں۔جن سے وہ باب والا مسئلہ نکل رہا ہوتا ہے۔ان احادیث سے کوئی دوسرا مسئلہ بھی نکلتا ہے تو درمیان میں کوئی اور باب قائم کر دیتے ہیں۔اس قسم کے تراجم ایسے ہوتے ہیں۔جیسے دوسرے مصنفین کے نزدیک فائدہ ہوتا ہے۔اس کو باب فی باب کہتے ہیں۔

النوع الثامن عشر:

باب بلا ترجمہ بمنزلہ تحویل اسناد امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔اور نیچے کئی احادیث درج فرماتے ہیں۔کسی حدیث پر صرف باب کا لفظ درج کر دیتے ہیں۔اس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔کہ حدیث پہلی ہی ہے صرف سند کو دوبارہ لانا مقصود ہوتا

ہے۔جیسے امام بخاری اور دوسرے محدثین ''ح'' کا لفظ لاتے ہیں۔

النوع التاسع عشر:

ترجمۃ الباب کے اندر کسی ضعیف حدیث کے لفظ درج کر دیتے ہیں۔اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ضعیف حدیث جس کے الفاظ ترجمۃ الباب میں مذکور ہیں۔ایسی کسی سند سے جو میری شرط کے مطابق صحیح ہو ثابت نہیں۔مگر یہ مسئلہ میری شروط کے مطابق دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

النوع العشر ون:

کسی ضعیف حدیث کے معنی کو ترجمۃ الباب میں بیان کر دینا۔ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس مسئلہ کے سلسلہ میں گو احادیث ضعیف ہیں۔مگر قرآنی آیات اور دوسری احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے

النوع الحادی والعشر ون:

ترجمۃ الباب کے اندر ایسا مسئلہ درج کر دینا جو ضعیف احادیث کے خلاف ہو ایسے مقام پر امام بخاری ان احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

النوع الثانی والعشر ون:

امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔ترجمہ بھی ذکر کرتے ہیں۔لیکن نیچے حدیث درج نہیں کرتے۔یعنی حدیث درج کئے بغیر ہی آگے دوسرا باب شروع کر دیتے ہیں۔ایسی صورتوں میں امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس باب کے مطابق پہلے حدیث بیان کر چکے ہیں۔اس باب میں تکرار سے بچنے کے لئے حدیث چھوڑ دی ہے۔کبھی کبھار وہ حدیث بخاری میں ہوتی ہی نہیں۔تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب کے لئے حدیث خود تلاش کریں۔

النوع الثالث والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔ترجمۃ الباب بھی ذکر کرتے ہیں لیکن نیچے کوئی حدیث درج نہیں کرتے۔اور نہ ہی کتاب میں اس قسم کی حدیث ہوتی ہے تو ایسی جگہ امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے۔کہ میری شرائط کے مطابق کوئی حدیث ایسی نہیں جو اس باب میں درج کی جاسکے۔لہذا اس باب کو حدیث کے بغیر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔غرض مسئلہ بتانا ہوتا ہے۔

النوع الرابع والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد کرتے ہیں۔اس میں ایک مسئلہ درج فرماتے ہیں بظاہر کم فائدہ معلوم ہوتا ہے۔لیکن بنظر دقیق معلوم ہوتا ہے۔کہ بہت بڑا مسئلہ ہے مثلا:امام بخاری فرماتے ہیں:

"بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃُ"(۱)

کہ یہ لفظ بولنا جائز ہے۔بظاہر یہ ایک معمولی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔لیکن یہاں ان لوگوں کی تردید مراد ہے جو اس نظریہ کے قائل ہیں۔شاہ ولی اللہ کہتے ہیں: کہ ایسی جگہ ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے بعض ابواب کا تعاقب مقصود ہوتا ہے۔

النوع الخامس والعشرون:

تاریخ وسیر کے متعلق ایک مسئلہ درج کرتے ہیں۔فقیہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی اہم باب نہیں مقرر کیا گیا۔مگر مؤرخین اور سیرت دانوں کے لئے وہ بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

علماء نے ان کے علاوہ بھی تراجم بخاری کی انواع بیان کی ہیں۔ان تمام انواع سے امام بخاری کی فقاہت،دقت علم اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔

---

(۱) کتاب الأذان جلد ۱ ص ۸۸

مترجم بہ اور مترجم لہ کی اصطلاح

مترجم بہ:

بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لفظ باب سے لے کر مرفوع حدیث شروع کرنے سے پہلے تک جو عبارت نقل کریں گے۔خواہ وہ قرآن مجید کی آیت ہو قول ہو، کسی صحابی کا اثر ہو۔ یہ سب مترجم بہ ہوگا۔مترجم بہ کا مطلب ہوتا ہے۔ترجمہ میں ذکر کی ہوئی چیز۔لہذا یہ سب کچھ مترجم بہ ہوگا۔

مترجم لہ:

باب کے نیچے جو حدیث درج کریں گے اس کو مترجم لہ کہا جاتا ہے کیونکہ اوپر جو ترجمہ ذکر کیا گیا ہے وہ اسی حدیث کی خاطر ذکر کیا گیا ہے۔اس لئے یہ حدیث مترجم لہ ہوگی۔مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: کہ مترجم لہ اور مترجم بہ کی اصطلاح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں درج کی۔مگر شرح کے اندر وہ اس پر قائم نہ رہے مثلا: صحیح بخاری ص۱۱۰ جلد ۱(۱) میں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔

"باب یھوی بالتکبیر حین یسجد وقال نافع کان ابن عمر یضع یدیه قبل رکبتیه"

اس کے بعد جو حدیث لائے ہیں۔اس کے الفاظ یہ ہیں

"ثم یقول الله اکبر حین یھوی ساجدا ثم یکبر حین یرفع رأسه من السجود"

اس حدیث میں "یدیه قبل رکبتیه" کا ذکر ہی نہیں۔صرف سجدہ کو جاتے ہوئے تکبیر کہنے کا ذکر ہے۔اب اس مقام پر اشکال پیدا ہو گیا۔کہ حدیث کا تعلق سجدے کے ساتھ تو

---

(۱) ثم ذکر الحافظ رحمه الله فی مقام آخر کلاما یخالفه یسیرا کما فی ص ۱۱۰ باب یھوی بالتکبیر حین یسجد (مقدمة فیض الباری ص ۴۴)

ہے لیکن عبداللہ بن عمر کا جو اثر نقل کیا ہے وہ ظاہر نہیں ہو رہا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن پیچیدگی حل نہیں ہوئی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر کے اثر کو مترجم بہ بنا دیا ہے۔ یہ مترجم لہ نہیں ہے۔ تو حافظ صاحب نے بخاری کے قول "یھوی بالتکبیر" کو مترجم لہ اور ان کے قول قال نافع کو مترجم بہ بنا دیا حالانکہ ان کی پہلی اصطلاح کے مطابق دونوں ہی مترجم بہ ہیں یعنی اس طرح اب ان کی اصطلاح بدل گئی۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اشکال سے بچنے کے لئے پہلی اصطلاح چھوڑ دی۔

مولانا انور شاہ صاحب کی یہ بات غلط ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی اصطلاح نہیں چھوڑی۔ بلکہ دونوں کو مترجم بہ ہی بنایا ہے۔ یہ اصطلاح چھوڑنے سے اشکال حل بھی نہیں ہوتا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"والذی یظھر أن أثر ابن عمر من جملة الترجمة فھو مترجم به لا مترجم له "(فتح الباری)

جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ابن عمر کا اثر ترجمۃ الباب کا حصہ ہے۔ اور یہ مترجم بہ ہے مترجم لہ نہیں ہے۔ بخاری کا قول" یھوی بالتکبیر" تو سب کے نزدیک مترجم بہ ہی ہے مترجم لہ نہیں حافظ ابن حجر نے اسے مترجم لہ نہیں کہا۔ تو حافظ ابن حجر اپنی اصطلاح پر قائم ہیں مولانا شاہ صاحب کو عدم توجہ کی وجہ سے بھول ہو گئی ہے۔

تکرار حدیث، تقطیع حدیث اور اختصار حدیث در ابواب بخاری

تکرار حدیث:

تکرار حدیث کی دو صورتیں ہیں ۱۔ ظاہری تکرار ۲۔ حقیقی تکرار

ظاہری تکرار اور من وجہ تکرار تو بخاری میں بہت زیادہ ہے البتہ حقیقی اور من کل الوجوہ تکرار بخاری میں بہت کم ہے (۱) بخاری کے بعض نسخوں میں کتاب الحج کے اندر بَابُ قَصْرِ

(۱) قلما یورد حدیثا فی موضعین باسناد واحد ولفظ واحد (مقدمة فیض الباری ص ۴۳)

الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ کے بعد "بَابُ تَعْجِيْلِ الْوُقُوْفِ" پایا جاتا ہے اس میں امام بخاری فرماتے ہیں

"یزاد فی الباب حدیث مالک عن ابن شهاب لکنی لا أرید أن أدخل فیه معادا" (۱)

کہ اس باب میں مالک بن انس والی حدیث درج کی جاسکتی ہے۔ لیکن میں دوبارہ نہیں لانا چاہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری تکرار سے بچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ جس تکرار سے امام بخاری اجتناب کی کوشش کرتے ہیں (۲) وہ حقیقی تکرار من کل الوجوہ ہے۔ باقی تکرار ظاہری کی جو بات ہے اس سے امام بخاری اجتناب نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ حقیقت میں تکرار ہے ہی نہیں۔ اور تکرار ظاہری من وجہ کے معقول اسباب اور کئی وجوہات ہیں۔

تکرار ظاہری کے اسباب ووجوہ

وجہ اول:

امام بخاری ایک باب میں ایک صحابی کی حدیث درج کرتے ہیں پھر اس حدیث کو دوسرے باب میں کسی دوسرے صحابی سے بیان کرتے ہیں۔ تیسرے مقام پر کسی تیسرے صحابی سے بیان کرتے ہیں۔ تو ایسے مقامات پر امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث غریب نہیں بلکہ متعدد طرق سے آتی ہے۔ یعنی اس کا مقصد **ان یخرج الحدیث عن حد الغرابة** (۳) ہوتا ہے۔ جس طرح ایک حدیث متعدد صحابہ سے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح متعدد تابعین سے بھی بیان کرتے ہیں۔ یہاں مقصد یہ ہوتا

---

(۱) قد حکی بعض شراح البخاری أنه وقع فی اثناء الحج فی بعض النسخ بعد باب قصر الخطبة بعرفة باب تعجیل الوقوف قال أبو عبد الله یزاد فی هذا الباب حدیث مالک عن ابن شهاب ولکنی لا أریدأن أدخل فیه معادا (مقدمة فتح الباری ص ۱٦)

(۲) وهو یقتضی أنه لا یعتمد أن یخرج فی کتابه معادا بجمیع اسناده ومتنه (مقدمة فتح الباری ص ۱٦)

(۳) مقدمة فتح الباری ۱۵

ہے کہ یہ حدیث تابعین کے طبقہ میں بھی غریب نہیں۔حتی کہ امام بخاری اپنے استاد تک ایسا کرتے ہیں کہ ایک حدیث ایک استاد سے بیان کی پھر دوسرے استاد سے پھر تیسرے استاد سے بیان کرتے ہیں (۱) تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرے اساتذہ کے لحاظ سے بھی حدیث میں غرابت نہیں ایسے مقامات پر تکرار ظاہری ہوتا ہے یہ حقیقی تکرار نہیں اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ سند بدل کر آتی ہے تو ایک حدیث کی متعدد سندیں جمع ہو جاتی ہیں۔

وجہ ثانی:

ایک حدیث میں بہت سے مسائل ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں امام بخاری ہر مسئلہ کے لئے مستقل باب قائم کرتے ہیں۔(۲) مثلا: ایک حدیث سے چار مسائل اخذ ہوتے ہیں تو چار ابواب الگ الگ قائم ہوں گے۔ان چاروں بابوں میں وہی حدیث لائیں گے۔ایسے مقامات پر امام بخاری اس چیز کا خیال رکھتے ہیں۔کہ سند بدل کر آئے۔تاکہ من کل الوجوہ تکرار نہ آئے۔

وجہ ثالث:

ایک حدیث کو بعض راوی مختصر بیان کرتے ہیں۔کچھ حصہ چھوڑ دیتے ہیں۔اور دوسرے راوی اس حدیث کو مکمل بیان کرتے ہیں تو امام بخاری ان رواۃ کی روایت کو من وعن اسی طرح بیان کریں گے۔کہ یہ حدیث ایک جگہ مختصر ہے دوسری جگہ مکمل ہے ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ محدثین جس طرح حدیث سنتے ہیں اسی طرح بیان کرنے کی حفاظت کرتے ہیں۔کسی طرح کی تبدیلی نہیں کرتے۔(۳)

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۳) احادیث یرویها بعض الرواة تامة ویرویها بعضهم مختصرة فیوردها کما جاءت لیزیل الشبهة عن ناقلیها (مقدمة فتح الباری ص ۱۵)

وجہ رابع:

بسا اوقات ایک حدیث کو بیان کرنے والے متعدد راوی ہوتے ہیں۔ایک راوی ایک لفظ سے بیان کرتا ہے۔دوسرا اس کو دوسرے لفظ سے بیان کرتا ہے دونوں لفظوں کے معنوں میں فرق ہوتا ہے ایک لفظ سے ایک مسئلہ نکلتا ہے۔دوسرے لفظ سے دوسرا مسئلہ اخذ ہوتا ہے۔ایسے مقامات پر امام بخاری الگ الگ باب قائم کرتے ہیں۔احادیث کے الفاظ باب کے مطابق لاتے ہیں۔(۱)

وجہ خامس:

ایک حدیث کو بیان کرنے والے کئی راوی ہوتے ہیں۔ایک راوی کی سند میں رجال کم ہوتے ہیں۔دوسری سند میں رجال زیادہ ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں امام بخاری زیادہ رجال والی سند بھی بیان کرتے ہیں اور کم رجال والی سند بھی درج کرتے ہیں۔مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث راوی نے اپنے شیخ سے سنی اور شیخ کے شیخ سے بھی سنی اس طرح واسطے کم ہو گئے۔(۲)

وجہ سادس:

ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں۔ایک متصل دوسری مرسل یا منقطع ہوتی ہے تو امام بخاری دونوں کو ہی بیان کرتے ہیں۔غرض یہ ہوتی ہے کہ اس مقام پر ارسال یا انقطاع مضر نہیں واقع میں سند متصل ہے اور حدیث ثابت ہے۔(۳)

وجہ سابع:

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۳) أحاديث تعارض فيها الوصل والارسال ورجح عنده الوصل فاعتمده وأورد الارسال منها على أنه لا تأثير له عنده في الوصل (مقدمة فتح الباری ص ۱۵)

ایک راوی حدیث کو مرفوع بیان کرتا ہے۔دوسرا موقوف بیان کرتا ہے۔(۱) دونوں کی حدیث درج کر دیتے ہیں۔غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث واقع میں مرفوع ہی ہے۔اگر کسی صحابی نے عمل کیا ہے تو یہ حدیث کے مطابق ہے یہ اضطراب نہیں ہے جیسے رفع الیدین کے سلسلے میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے۔سالم مرفوع بیان کرتے ہیں اور نافع کے بعض شاگرد موقوف اور بعض مرفوع بیان کرتے ہیں۔(۲) امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ بعض شاگردوں کا موقوف بیان کرنا مرفوع کے خلاف نہیں۔بلکہ عبداللہ بن عمر کا عمل حدیث کے مطابق ہے ابوداؤد نے اس کو اضطراب کہا ہے۔(۳) امام ابوداؤد کو سہو ہو گیا ہے۔(۴) تو امام بخاری یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس میں کوئی اضطراب نہیں ورنہ اس جیسی کوئی حدیث بھی اضطراب سے خالی نہیں رہے گی۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان کی تو صحابہ اس پر عمل کرتے تھے۔اس لئے ایسی صورت کو اضطراب کہنا درست نہیں۔

---

(۱) حدثنا عیاش ابن الولید قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا عبید الله عن نافع أن ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوة کبر ورفع یدیه واذا رکع رفع یدیه واذا قال سمع الله لمن حمده رفع یدیه واذا قام من الرکعتین رفع یدیه ورفع ذالک ابن عمر الی النبی ﷺ (رواه البخاری ص ۱۰۲)

(۲) حدثنا أبو الیمان قال أخبرنا شعیب عن الزهری قال أخبرنی سالم بن عبد الله بن عمر أن عبد الله بن عمر قال رأیت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوة فرفع یدیه حین یکبر حتی یجعلهما حذو منکبیه واذا کبر للرکوع فعل مثله واذا قال سمع الله لمن حمده فعل مثله وقال ربنا ولک الحمد ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع رأسه من السجود (رواه البخاری ص ۱۰۲ جلد ۱)

(۳) أبو داؤد ۱۰۸ جلد ۱

(۴) اس کی تفصیل اور صحیح بات کی تحقیق فتح الباری جلد دوم ص ۲۲۲ پر دیکھی جا سکتی ہے

وجہ ثامن:

امام بخاری ایک حدیث کو ایک سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے۔ وہ حدیث عن کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ امام بخاری دوسری سند بیان کرتے ہیں۔ جس میں مدلس راوی اپنے سماع کی تصریح کر رہا ہوتا ہے ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تدلیس والے نقص کو دور کر دیا جائے

تکرار ظاہری کی ان آٹھ وجوہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ حقیقتاً اور من کل الوجوہ تکرار بہت کم ہے۔ کہ سند اور متن بار بار ایک ہی آجائیں۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

تقطیع حدیث

تقطیع حدیث سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری ایک حدیث کو کئی ابواب میں متفرق طور پر بیان کرتے ہیں۔ حدیث کا کچھ حصہ ایک باب میں بیان کیا۔ کچھ حصہ دوسرے باب میں بیان کیا۔ ایسا بخاری کے اندر موجود ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے حدیث کی تین صورتیں ذہن نشین ہونی چاہییں۔

۱۔ حدیث قصیر ہو یعنی متن بہت چھوٹا ہو۔

۲۔ حدیث کا متن لمبا ہو جو کئی جملوں پر مشتمل ہے۔ وہ جملے آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ جن کو جدا کرنے سے معنی اور مفہوم میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

۳۔ حدیث کا متن لمبا ہے جو متعدد جملوں پر مشتمل ہے۔ مگر وہ جملے ایک دوسرے کے ساتھ اتنا گہرا ربط نہیں رکھتے۔ جن کو الگ الگ کرنے سے مفہوم اور معنی میں خرابی پیدا ہوتی ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں اگر حدیث سے زیادہ مسائل استنباط ہوتے ہیں تو امام بخاری اس حدیث کو متعدد ابواب میں درج کریں گے۔ اور متعدد مسائل اخذ کریں گے۔ اور بعض اوقات لمبی حدیث کو مختصر بھی کرلیں گے۔ جہاں اختصار سے کسی

خرابی کا خدشہ نہ ہو کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک مقام پر حدیث کو معلق ذکر کیا دوسرے مقام پر متصل بیان کر دیا۔ یہ عمل اس جگہ کرتے ہیں۔ جہاں سند ایک ہو تو اس سے تکرار ختم ہو گیا۔(۱) تیسری صورت میں امام بخاری ایک حدیث کے جملوں کو الگ الگ کر لیتے ہیں ہر ایک جملے پر باب قائم کریں گے۔(۲) اسی طرح باب قائم کرتے اور مسائل استنباط کرتے جائیں گے۔اس عمل کو تقطیع حدیث کہتے ہیں۔

اختصار حدیث

امام بخاری اپنی کتاب کے اندر کسی مقام پر حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کریں۔تو عام طور پر وہ دوسرے مقام پر مکمل حدیث بیان کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کر دیا ہے۔اور پوری بخاری میں مکمل حدیث نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ امام بخاری وہاں اختیار کرتے ہیں۔ جہاں اصل حدیث موقوف ہو اور مذکورہ ٹکڑا حکما مرفوع ہو۔ایسے مقام پر صرف ایک جملہ بیان کرتے ہیں۔جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت موقوف ہے ”**ان اهل الاسلام لا يسيبون**“(۳) کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے۔ یہ ٹکڑا حکما مرفوع ہے اور باقی حدیث موقوف ہے۔(۴) وہ کہیں بھی نقل نہیں کی۔تو اختصار حدیث میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے۔کہ امام بخاری اگر حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کریں۔تو دوسرے مقام پر پوری حدیث ذکر کریں

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۳) فی حدیث هزیل بن شرحبیل عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال :ان أهل الاسلام لا یسیبون و ان أهل الجاهلیة كانوا یسیبون (مقدمة فتح الباری ص ۱۶)

(۴) جاء رجل الی عبد الله بن مسعود فقال انی أعتقت عبدا لی سائبة فمات وترک مالا ولم یدع وارثا فقال عبد الله ان أهل الاسلام لا یسیبون و ان أهل الجاهلیة كانوا یسیبون فأنت ولی نعمته فلک میراثه فان تأثمت وتحرجت فی شیء فنحن نقبله منک ونجعله فی بیت المال (مقدمة فتح الباری ص ۱۶)

گے۔اگر مکمل حدیث کہیں بھی ذکر نہ کی ہو تو وہاں اصل حدیث موقوف ہوگی۔(۱)

معلقات بخاری

تعلیق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ابتدائے سند یعنی مصنف کی جانب سے سند کا کچھ حصہ یا پوری سند کو حذف کر دینا۔اس کو تعلیق کہتے ہیں۔اور اس حدیث کو معلق کہیں گے۔حافظ ابن حجر نے معلقات بخاری پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔اس کا نام ''تغلیق التعلیق'' ہے۔اس میں انہوں نے اکثر معلقات بخاری کی سندیں متصل بیان کردی ہیں۔حافظ ابن حجر سے پہلے معلقات بخاری پر کسی نے مستقل کتاب نہیں لکھی معلقات بخاری کے متعلق مشہور ہے کہ وہ سب کی سب صحیح ہیں۔لیکن کچھ ضعیف بھی ہیں۔ہاں اتنی بات کہی جاسکتی ہے کہ دوسرے محدثین کی معلقات سے بخاری کی معلقات اصح ہیں معلقات بخاری کی دو قسمیں ہیں

۱.معلقات مرفوعہ ۲.معلقات موقوفہ

۱.معلقات مرفوعہ:

ایسی معلقات ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔

۲.معلقات موقوفہ:

ایسی معلقات ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہیں۔

معلقات مرفوعہ کی اقسام:

معلقات مرفوعہ پھر دو قسم کی ہیں۔کچھ ایسی ہیں جو بخاری کے اندر ہی دوسرے مقام پر موصولا ذکر ہیں۔مثلا: حدیث کی سند ایک ہی ہوتی ہے۔ایک جگہ معلق اور دوسری جگہ باسند ذکر کر دیتے ہیں۔تاکہ تکرار سے بچا جائے معلقات مرفوعہ کی دوسری قسم یہ ہے۔کہ

(۱) اقتصاره علی بعض المتن ثم لا یذکر الباقی فی موضع آخر فانه لا یقع له ذلک فی الغالب الاحیث یکون المحذوف موقوفا علی الصحابی (مقدمة فتح الباری ص ۱۶)

حدیث ایک جگہ معلق بیان کی ہے۔اور پوری سند بخاری میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں۔

دوسری قسم کی اقسام:

معلقات مرفوعہ کی دوسری قسم جو بخاری میں موصولا ذکر نہیں۔اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

۱.مرفوع بصیغہ جزم ۲.مرفوع بصیغہ تمریض

ا۔مرفوع بصیغہ جزم:

ایسی احادیث جن کو امام بخاری نے بصیغہ جزم ذکر کیا ہے جیسے قال وغیرہ بصیغہ جزم معلقات کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ جس راوی کے نیچے کی سند امام بخاری نے حذف کی ہے۔اس راوی تک سند بالکل صحیح ہے۔جس پر جزم کا صیغہ دلالت کررہا ہے۔جیسے قال وغیرہ۔اس سے اوپر والی سند جو رسول اللہ ﷺ تک ہے۔وہ کبھی محل نظر ہوتی ہے۔اس لحاظ سے پھراس کی دو صورتیں بن جاتی ہیں۔ایسی معلقات جو صحیح ہیں۔اورعلی شرط بخاری ہیں۔اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ حدیث صحیح بھی ہے۔تو امام بخاری اس کو معلق کیوں بیان کرتے ہیں؟اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو تکرار سے بچنا مقصود ہوتا ہے۔اور کبھی مسموع نہیں ہوتیں۔اور کبھی سماع میں شک ہوتا ہے۔اور کبھی وہ حدیث مذاکرۃً سنی ہوئی ہوتی ہے اس لئے اس کو معلق بیان کردیتے ہیں۔جیسے

قال عثمان بن الهيثم حدثنا عوف قال حدثنا محمد بن سيرين عن أبی هريرة قال وكلنی رسول الله ﷺ بحفظ زكوة رمضان(۱)

امام بخاری صحیح میں ہر جگہ **قال عثمان بن الهيثم** کہتے ہیں۔(۲)**حدثنا**

(۱) وقال عثمان بن الهيثم أبو عمرو ثنا عوف عن محمد بن سيرين عن أبی هريرة قال وكلنی رسول الله ﷺ بحفظ زكوة رمضان (بخاری ص ۳۱۰)

(۲) باب صفة ابليس وجنوده بخاری ص ۴۶۳،فضل البقرة بخاری ص ۷۴۹جلد ۲

نہیں کہتے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری نے اس کو ان سے نہیں سنا۔ یا واسطہ کیساتھ سنا ہے۔ تو کبھی امام بخاری قال سے بیان کرتے ہیں کبھی وہ واسطہ ذکر کر دیتے ہیں کبھی حذف کر دیتے ہیں۔ وہاں وہ واسطہ ثقہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری مدلس ہیں۔ یہ اعتراض نا قابل التفات ہے ورنہ سب معلقات بیان کرنے والے مدلس ہو جائیں گے حالانکہ یہ تدلیس کی صورت نہیں ہوتی۔ تعلیق کی صورت ہوتی ہے۔

۲۔ معلق بصیغہ تمریض:

وہ معلقات مرفوعہ جو بخاری میں دوسرے مقام پر موصولا ذکر نہیں۔ لیکن امام بخاری نے ان کو بصیغہ تمریض ذکر کیا ہے جیسے رُوِیَ اور یُذْکَرُ وغیرہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱. معلق بصیغہ تمریض ملحق بشرط البخاری

۲. معلق بصیغہ تمریض غیر ملحق بشرط البخاری

معلق غیر ملحق بشرط البخاری کی تین قسمیں ہیں۔

۱. صحیح غیر ملحق بشرط البخاری

۲. حسن صالح للحجة غیر ملحق بشرط البخاری

۳. غیر ملحق بشرط البخاری لیس بصحیح ولاحسن ولکنه ضعیف.

۱۔ صحیح غیر ملحق بشرط البخاری :

یعنی حدیث صحیح ہے۔ لیکن علی غیر شرط البخاری ہے۔ اس کی مثال (۱)

---

(۱) وقالت عائشة كان النبي ﷺ يذكر الله على كل أحيانه (بخاری ص ۸۸ باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا الخ وفي باب تقضي الحائض المناسک كلها الا الطواف بالبيت (ص ۴۴ بخاری جلد ۱)

قالت عائشة كان النبی ﷺ یذکر الله علی کل احیانه (۱)

یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں ۔اور جزم کے ساتھ مذکور ہے ۔ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۲۔حسن صالح للحجة غیر ملحق بشرط البخاری

کہ حدیث حسن ہے حجت کے قابل ہے۔لیکن علی غیر شرط البخاری ہے۔اس کی مثال (۲)

"قال بهز عن أبیه عن جده عن النبی ﷺ الله أحق یستحیٰ منه من الناس" (۳)

یہ حدیث معلق ہے۔بخاری میں موجود ہے۔دوسرے مقام پر موصولا ذکر نہیں شرط بخاری پر بھی نہیں لیکن حسن ہے قابل حجت ہے۔

۳۔غیر ملحق بشرط البخاری لیس بصحیح ولا حسن ولکنه ضعیف

یہ ضعف رواۃ کی وجہ سے نہیں بلکہ انقطاع یسیر کی وجہ سے آیا ہے۔اس کی مثال

" قال طاؤس قال معاذ بن جبل لأهل الیمن ایتونی بعرض

---

(۱) حدثنا أبو کریب محمد بن العلاء وابراهیم بن موسی قالا أنا ابن أبی زائدة عن أبیه عن خالد بن سلمة عن البهی عن عروة عن عائشة قالت کان النبی ﷺ یذکر الله علی کل أحیانه(رواه مسلم ص ۱۶۲ جلد ۱ فی کتاب الحیض، تغلیق التعلیق ص ۱۷۲ ج ۲)

(۲) وقال بهز عن أبیه عن جده عن النبی ﷺ ألله أحق أن یستحی منه من الناس (رواه البخاری ص ۴۲ جلد ۱)

(۳) باب ما جاء فی حفظ العورة حدثنا أحمد بن منیع نا معاذ ویزید بن هارون قالا نا بهز بن حکیم عن أبیه عن جده قال قلت یا نبی الله عوراتنا ما نأتی منها وما نذر قال احفظ عورتک الا من زوجتک أو ما ملکت یمینک قلت یا رسول الله اذا کان القوم بعضهم فی بعض قال ان استطعت أن لا یراها أحد فلا ترینها قال قلت یا نبی الله اذا کان أحدنا خالیا قال فالله أحق أن یستحی منه من الناس (هذا حدیث حسن ،رواه الترمذی ص ۱۰۷ جلد ۲)

ثیاب خمیص أو لبیس فی الصدقة الخ"(۱)

"کہ میرے پاس سامان کپڑے چادر یا پہننے کے قابل کپڑے صدقہ میں لاؤ"

اب یہ حدیث معلق بصیغہ جزم ہے موصول بھی نہیں۔ شرط بخاری پر بھی نہیں۔ صحیح اور حسن بھی نہیں بلکہ اس میں ضعف ہے۔(۲) اور یہ ضعف انقطاع یسیر کی وجہ سے ہے کہ طاؤس کا سماع معاذ سے ثابت نہیں۔(۳) یہ انقطاع یسیر والا لفظ حافظ ابن حجر نے استعمال کیا ہے۔ اس سے مولانا انور شاہ صاحب نے سمجھا کہ انقطاع کوئی اہم علت نہیں۔ بلکہ معمولی سی علت ہے۔(۴) حالانکہ ابن حجر کے قول سے یہ بات نہیں نکلتی (۵) ایک لفظ ہے کہ انقطاع علت یسیرہ ہے۔ دوسرا لفظ انقطاع یسیر ہے۔ حافظ ابن حجر انقطاع یسیر فرماتے ہیں۔ علت یسیرہ نہیں فرماتے۔ انقطاع کثیر ہو یا یسیر ہو دونوں شکلوں میں علت ہے۔

اعتراض اور اس کا جواب:

بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ قاعدہ بنالینا کہ امام بخاری بصیغہ جزم بیان کریں۔ تو حدیث صحیح ہوگی۔ ایسی جگہیں بخاری کے اندر موجود ہیں کہ حدیث بصیغہ

---

(۱) باب العرض فی الزکاة وقال طاؤس قال معاذ لأهل الیمن ایتونی بعرض ثیاب خمیص أو لبیس فی الصدقه مکان الشعیر والذرة أهون علیکم وخیر لأصحاب النبی ﷺ بالمدینة (رواه البخاری ص۱۹۴ جلد ۱)

(۲) حدثنا یحیی بن آدم بن سلیمان الکوفی فی کتا ب الخراج له (کتاب الزکاة باب الرخصة فی ذلک) ثنا سفیان بن عیینة عن ابراهیم بن میسرة عن طاؤس قال قال معاذ بالیمن ایتونی بخمیص أو لبیس آخذه منکم مکان الصدقة فانه أهون علیکم وخیر للمهاجرین بالمدینة (تغلیق التعلیق ص۱۳ ج۳)

(۳) قلت هو الی طاؤس اسناد صحیح لکنه لم یسمع من معاذ فهو منقطع (ایضا)

(۴) ومن هنا علم أن علة الانقطاع عند البخاری أیضا یسیرة ولا یتأتی منه السقوط (مقدمة فیض الباری ص ۴۱)

(۵) وقد یکون ضعیفا لا من جهة قدح فی رجاله بل من جهة انقطاع یسیر فی اسناده (مقدمة فتح الباری ص۱۸)

جزم بیان ہوئی ہے۔لیکن صحیح نہیں۔اس کی مثال یہ ہے۔

"روی عبد الله بن الفضل عن أبی سلمة عن أبی هريرة أن النبی ﷺ قال لا تفاضلوا بين الأنبياء"(١)

یہ حدیث امام بخاری بصیغہ جزم بیان کررہے ہیں۔لیکن حدیث صحیح نہیں۔کیونکہ عبد اللہ بن الفضل اور ابو ہریرہ کے درمیان ابوسلمہ کا واسطہ نہیں۔ابوسلمہ کی جگہ اعرج کا نام ہے امام بخاری نے دوسری جگہ اعرج کا نام ذکر کیا ہے۔(۲)اس سے معلوم ہوا کہ بصیغہ جزم والی حدیث صحیح ہوگی۔یہ قانون یہاں ختم ہوگیا۔یہ اعتراض ابومسعود دمشقی نے کیا ہے۔

جواب نمبرا:

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔پہلا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے دوسری جگہ اعرج کا واسطہ ذکر کرنے سے لازم نہیں آتا۔کہ ابوسلمۃ کا واسطہ موجود ہی نہیں کیونکہ ایک راوی کے دو استاد ہو سکتے ہیں۔دوسری روایات سے ابوسلمۃ کا واسطہ صحیح سند سے ثابت ہے۔دونوں ابو ہریرہ کے شاگرد ہیں اور عبداللہ بن فضل دونوں سے بیان کرتے ہیں۔

---

(١) وقال الماجشون عن عبد الله بن الفضل عن أبی سلمة عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال فأكون أول من بعث فاذاموسى آخذ بالعرش (رواه البخاری ص ۱۰۴ ا ج۲)

(٢)حدثنا يحيى بن بكير عن الليث عن عبد العزيز بن أبی سلمة عن عبد الله بن الفضل عن الأعرج عن أبی هريرة قال بينما يهودی يعرض سلعته أعطی بها شيئا كرهه فقال لا والذی اصطفى موسى على البشر فسمعه رجل من الأنصار فقام فلطم وجهه وقال تقول والذی اصطفى موسى على البشر والنبی ﷺ بين أظهرنا فذهب اليه فقال يا أبا القاسم ان لی ذمة وعهد فما بال فلان لطم وجهی فقال لم لطمت وجهه فذكره فغضب النبی ﷺ حتى رُوِیَ فی وجهه ثم قال لا تفضلوا بين أنبياء الله فانه ينفخ فی الصور فيصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء الله ثم ينفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فاذا موسى آخذ بالعرش فلا أدری أحوسب بصعقته يوم الطور أم بعث قبلی ولا أقول ان أحدا أفضل من يونس بن متى (بخاری ص ۴۸۵ ج ١)

جواب نمبر۲:

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قاعدہ یہ بنایا جارہا ہے۔ کہ جس حدیث کی سند کو امام بخاری صیغہ جزم سے بیان کریں گے۔ اور جہاں تک بیان کریں گے حذف شدہ سند صحیح ثابت ہوگی۔ تو اس قاعدے کے مطابق عبداللہ بن فضل سے پہلے والا حصہ حذف ہے۔ بعد والی سند حذف نہیں۔ آپ کا اعتراض بعد والی مذکورہ سند میں ہے۔ لہذا اعتراض اوپر والی سند میں ہونے کی وجہ سے قاعدہ کے خلاف نہ ہوا۔ قاعدہ نیچے والی سند کے متعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صیغہ تمریض اور صیغہ جزم میں فرق ہے۔ ثابت شدہ چیز کو صیغہ جزم سے بیان کرتے ہیں۔ اور غیر ثابت شدہ کو صیغہ تمریض سے بیان کرتے ہیں۔ جیسے امام ترمذی نے فرمایا ہے:

رُوِیَ عن علی و عمر و غیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة (۱)

کہ حضرت علی اور حضرت عمر وغیرھما بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اصل میں یہ بات ثابت نہیں اس لئے اس کو صیغہ تمریض سے بیان کر رہے ہیں۔ محدثین غیر ثابت شدہ چیز کو صیغہ تمریض سے بیان کرتے ہیں۔ فقہاء اس چیز کا خیال نہیں رکھتے۔ دارقطنی نے فقہاء کے اس طریقہ پر کڑی تنقید کی ہے۔ مگر بعض مواضع میں محدثین بھی اس چیز کی پابندی چھوڑ دیتے ہیں۔

معلقات مرفوعہ بصیغہ تمریض:

معلقات مرفوعہ بصیغہ تمریض ہیں ایسی معلقات کی پانچ قسمیں ہیں۔

---

(۱) ما روی عن علی و عمر و غیرھما من أصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة (رواہ الترمذی ص ۱۶۶ ج ۱)

النوع الاول علی شرط البخاری:

اس کی مثال بخاری کتاب الطب میں ہے۔

"و یذکر عن ابن عباس عن النبی ﷺ" (۱)

تو یہ معلق مرفوع صحیح بصیغہ تمریض ہے اور بخاری کی شرط پر ہے۔ بلکہ بخاری کے اندر دوسرے مقام پر باسند موجود ہے۔ (۲) تو صحیح علی شرط البخاری ہوگئی۔ امام بخاری نے اس حدیث کو بصیغہ تمریض ذکر کیا ہے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کو بصیغہ جزم بیان کرنا چاہیے تھا یعنی قال ابن عباس عن النبی ﷺ ہونا چاہیے تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے قاعدہ کے مطابق اس کو بصیغہ جزم ہی ہونا چاہیے تھا لیکن امام بخاری یہاں روایت بالمعنی ذکر کررہے ہیں کہ یہ الفاظ دوسری حدیث میں نہیں اس کا معنی حدیث سے ملتا ہے۔ اگر بصیغہ جزم بیان کرتے تو الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو جاتے (۳) اس قسم کی جتنی احادیث ہیں وہ سب بصیغہ تمریض ہیں ورنہ صیغہ تمریض کے ساتھ آنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کس قدر دقیق النظر تھے اور کس قدر محتاط تھے۔

(۱) باب الرقی بفاتحة الکتاب ویذکر عن ابن عباس عن النبی ﷺ (رواہ البخاری ص ۸۵۴ ج ۲)

(۲) باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم حدثنا سیدان بن مضارب أبو محمد الباهلی قال حدثنا أبو معشر یوسف بن یزید البراء قال حدثنی عبید الله بن الأخنس أبو مالک عن ابن أبی ملیکة عن ابن عباس أن نفرا من أصحاب رسول الله ﷺ مروا بماء فیهم لدیغ أو سلیم فعرض لهم رجل من أهل الماء فقال هل فیکم من راق أن فی الماء رجلا لدیغا أو سلیما فانطلق رجل منهم فقرأ بفاتحة الکتاب علی شاء فبرأ فجاء بالشاء الی أصحابه فکرهوا ذلک وقالوا أخذت علی کتاب الله أجرا حتی قدموا المدینة فقالوا یا رسول الله ﷺ أخذ علی کتاب الله أجرا فقال رسول الله ﷺ ان أحق ما أخذتم علیه أجرا کتاب الله (رواہ البخاری ص ۸۵۴ جلد ۲)

(۳) باب ما یعطی فی الرقیة علی أحیاء العرب بفاتحة الکتاب وقال ابن عباس عن النبی ﷺ أحق ما أخذتم علیه أجرا کتاب الله (رواہ البخاری ص ۳۰۴ جلد ۱ کتاب الاجارات)

النوع الثانی صحیح علی شرط غیر البخاری:

حدیث معلق مذکور بصیغہ تمریض مرفوع صحیح بھی ہو۔لیکن بخاری کی شرط پر نہ ہو۔اس کی مثال:

" یذکر عن عبد الله بن السائب قرأ النبی ﷺ المؤمنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون أو ذکر عیسی أخذته سعلة فرکع"(۱)

یہ حدیث معلق ہے مرفوع ہے بصیغہ تمریض مذکور ہے صحیح ہے لیکن بخاری کی شرط پرنہیں۔بلکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(۲)

النوع الثالث:

حدیث معلق مذکور بصیغہ تمریض مرفوع حسن ہو۔اس کی مثال (۳)

"ویذکر عن عثمان بن عفان أن النبی ﷺ قال له اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل "(۴)

---

(۱) باب الجمع بین السورین فی رکعة .ویذکر عن عبد الله بن السائب قرأ النبی ﷺ المؤمنون فی الصبح حتی اذا جآء ذکر موسی وھارون أو ذکر عیسی أخذته سعلة فرکع (رواه البخاری ص۱۰۶ جلد ۱)

(۲) حدثنی ھارون بن عبد الله قال نا حجاج بن محمد عن ابن جریج ح وحدثنی محمد بن رافع وتقاربا فی اللفظ قال نا عبد الرزاق قال أنا ابن جریج قال سمعت محمد بن عباد بن جعفر یقول أخبرنی أبو سلمة بن سفیان وعبد الله بن عمرو ابن العاص وعبد الله بن المسیب العابدی عن عبد الله بن السائب قال صلی لنا النبی ﷺ الصبح بمکة فاستفتح سورة المؤمنین حتی جآء ذکر موسی وھارون علیھما السلام أو ذکر عیسی محمد بن عباد یشک أو اختلفوا علیه أخذت النبی ﷺ سعلة فرکع وعبد الله بن السائب حاضر ذلک (رواه مسلم ص۱۸۶ جلد ۱ باب القرأة فی الصبح).

(۳)باب الکیل علی البائع والمعطی الخ.ویذکر عن عثمان أن النبی ﷺ قال له اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل (رواه البخاری ص۲۸۵ جلد ۱)

(۴)حدثنا عبد الله حدثنی أبی ثنا أبو سعید ثنا ابن لھیعةأخبرنا موسی بن وردان قال سمعت سعید بن المسیب یقول سمعت عثمان یخطب علی المنبر وھو یقول کنت أبتاع التمر من

تو یہ حدیث معلق مرفوع بصیغہ تمریض ہے۔لیکن حسن ہے۔دار قطنی اور مصنف ابن ابی شیبہ کے اندر موجود ہے۔(۱)

النوع الرابع:

حدیث معلق مرفوع مذکور بصیغہ تمریض ضعیف مگر جو مسئلہ اس میں مذکور ہے وہ اجماعی ہے۔اس کی مثال(۲)

"عن أبی اسحق الهمدانی عن الحارث عن علی عن النبی ﷺ أنه قضی بالدین قبل الوصية (۳)

امام ترمذی نے اس کو بیان کیا ہے۔اس کی سند میں حارث اعور کذاب راوی ہے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس کی وضاحت موجود ہے(۴)اسی طرح ابواسحٰق سبیعی ثقہ راوی ہے لیکن آخر میں بقول بعض اس کو اختلاط ہوگیا تھا۔امام بخاری نے یہ بصیغہ تمریض بیان کی ہے مرفوع ہے لیکن ضعیف ہے۔تمام امت کا عمل یہی ہے کہ قرض وصیت سے مقدم ہے(۵)

بقية حاشية گزشتة :بطن من اليهود يقال لهم بنو قينقاع فأبيعه بربح الآصع فبلغ ذلک النبی ﷺ فقال يا عثمان اذا اشتريت فاكتل واذا بعت فكل (رواه احمد ص ۷۸ جلد ۱ وابن ماجه ص ۱۶۱)

(۱) أخرجه الدار قطني عن ابراهيم بن حماد عن أحمد بن منصور وغيره عن أبی صالح (تغليق التعليق ص ۲۳۹ جلد ۳وقال الهيثمی فی مجمع الزوائد اسناده حسن)

(۲) ويذكر أن النبی ﷺ قضى بالدين قبل الوصية (باب تاويل قوله من بعد وصية يوصی بهاأو دين رواه البخاری ص ۳۸۴جلد ۱)

(۳) باب ما جاء يبدء بالدين قبل الوصية :حدثنا ابن أبی عمر نا سفيان بن عيينة عن أبی اسحق الهمدانی عن الحارث عن علی أن النبی ﷺ قضی بالدين قبل الوصية (أبواب الوصايا رواه الترمذی ص ۳۳جلد ۲)

(۴) حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا جرير عن مغيرة عن الشعبی قال حدثنی الحارث الأعور الهمدانی وكان كذابا (رواه مسلم ص ۱۴ جلد ۱)

(۵) أنتم تقرء ون الوصية قبل الدين والعمل على هذا عند أهل العلم أنه يبدء بالدين قبل الوصية (رواه الترمذی ص ۳۳ جلد ۲)

النوع الخامس:

معلق مرفوع مذکور بصیغہ تمریض ضعیف۔اس سے جو مسئلہ ثابت ہو اس پر اجماع بھی نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی قرینہ ملے کہ سند کا ضعف ختم ہو جائے۔اس کی مثال (۱)

ویذکر عن أبی هریرة رفعه لا یتطوع الامام فی مکانه ولم یصح

یہ حدیث بصیغہ تمریض مذکور ہے ضعیف ہے۔ابوداؤد میں اس کی سند یہ ہے(۲)

"عن لیث بن أبی سلیم عن حجاج بن عبید عن ابراهیم بن اسمعیل عن أبی هریرة"

اس میں لیث بن ابی سلیم سخت ضعیف راوی ہے۔اسی طرح ابراہیم مجہول ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔مذکورہ مسئلہ پر اجماع بھی نہیں اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں ملتا جس سے یہ ضعف ختم ہو جائے۔تو یہ پانچویں قسم کی ضعیف احادیث جہاں بھی بخاری میں آئیں گی۔امام بخاری خود اس کے ضعف کی وضاحت کریں گے۔معلقات مرفوعہ بصیغہ جزم اور بصیغہ تمریض کی اقسام ختم ہو گئیں۔

معلقات موقوفہ: معلقات موقوفہ بھی پانچ انواع پر مشتمل ہیں۔

النوع الاول:

معلق موقوف صحیح علی شرط البخاری (۳)

(۱) ویذکر عن أبی هریرة رفعه لا یتطوع الامام فی مکانه ولم یصح (باب مکث الامام فی مصلاه بعد السلام رواه البخاری ص۱۱۷ جلد ۱ کتاب الاذان)

(۲) باب فی الرجل یتطوع فی مکانه الذی صلی فیه المکتوبة حدثنا مسدد نا حماد وعبد الوارث عن لیث عن الحجاج بن عبید عن ابراهیم بن اسماعیل عن أبی هریرة قال قال رسول الله أیعجز أحدکم قال عن عبد الوارث أن یتقدم أو یتأخر أو عن یمینه أو عن شماله. زادفی حدیث حماد فی الصلوة یعنی فی السبحة (رواه أبو داؤد ص ۱۴۴ جلد ۱)

(۳) وقال معاذ اجلس بنا نومن ساعة فی باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس (رواه البخاری ص ۶ جلد ۱)

النوع الثانی:

معلق موقوف صحیح لیس علی شرط البخاری (۱)

النوع الثالث:

معلق موقوف حسن (۲)

النوع الرابع:

معلق موقوف ضعیف منجبر الضعف (۳) یعنی ایسی حدیث جس کی سند کا ضعف دوسرے قرینہ کی وجہ سے ختم ہوگیا یا اس کا قول لوگوں میں مشہور ہوگیا اور ضعف ختم ہوگیا

النوع الخامس:

معلق موقوف ضعیف لیکن اس کا ضعف منجبر نہیں ہے۔ (۴)

---

(۱) باب کفارات الایمان ویذکر عن ابن عباس وعطاء وعکرمة ما کان فی القرآن أو أو فصاحبه بالخیار وقد خیر النبی ﷺ کعبا فی الفدیة (رواه البخاری ص ۹۹۲ جلد ۲)

(۲) باب قول الله تعالی وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله ویذکر عن ابن عباس یعتق من زکوة ماله ویعطی فی الحج (رواه البخاری ص۱۹۸ جلد ۱) قول ابن عباس فقال أبو عبید فی کتاب الأموال حدثنا أبو معاویة عن الأعمش عن حسان (بن) أبی الأشرس (عن ابن أبی نجیح) عن مجاهد عن ابن عباس (رضی الله عنهما) أنه کان لا یری بأسا أن یعطی الرجل من زکوة ماله فی الحج وأن یعتق منه الرقبة. وقال أبو عبید أیضا حدثنا أبو بکر بن عیاش عن الأعمش عن ابن أبی نجیح عن مجاهد عن ابن عباس قال أعتق من زکوة مالک. الاسناد الأول صحیح وفی الثانی أبو الأشرس وهو ضعیف (تغلیق التعلیق ص ۲۴ جلد ۳)

(۳) باب اذا حاضت فی شهر ثلاث حیض ویذکر عن علی وشریح ان جاء ت ببینة من بطانة أهلها ممن یرضی دینه أنها حاضت ثلثا فی شهر صُدِّقَتْ وقال عطاء اقراء ها علی ما کانت الخ (رواه البخاری ص ۴۷ جلد ۱)

(۴) باب قول الله عز وجل من بعد وصیة یوصی بها أو دین ویذکر أن شریحا وعمر بن عبد العزیز وطاؤسا وابن اذینة أجازوا اقرار المریض بدین (رواه البخاری ص ۳۸۴ جلد ۱)

صحیح بخاری میں منتقد علیہ روایات

یہ بات مشہور ہے۔کہ بخاری ومسلم کوعلماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے لیکن تلقی ان روایات کوحاصل ہے۔جن پر کسی نے تنقید نہیں کی۔اس لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جہاں تلقی بالقبول کا مسئلہ ذکر کرتے ہیں تو وہاں استثنائی صورت بھی بیان کرتے ہیں۔

بخاری ومسلم کی روایات پرتنقید کرنے والوں میں ابو مسعود دمشقی ،ابوعلی غسانی اور ابوالحسن دارقطنی ہیں (۱) بخاری ومسلم کے اندرکل منتقد علیہ روایات ۲۱۰ ہیں (۲) صرف بخاری میں منتقد علیہ روایات کی تعداد ۱۱۰ ہے۔جن میں سے ۳۲ احادیث مسلم میں موجود ہیں۔توصرف اورصرف بخاری میں منتقد علیہ روایات کی تعداد ۷۸ ہوئی (۳) یہ منتقد علیہ روایات معلقات سے ہوں گی یا مسندات سے ہوں گی۔معلقات تو کتاب کے موضوع سے ہی خارج ہیں۔اس لئے معلقات پراعتراض درست نہیں ہوگا۔اسی لئے دارقطنی نے اعتراض کرتے ہوئے معلقات پرکوئی تنقید نہیں کی۔(۴)

مسندات احادیث پرتنقیدات اوران کے جوابات

احادیث کی دوسری قسم جن پرتنقید کی گئی ہے وہ مسندات ہیں ایسی منتقد علیہ مسندات نہیں پائی جاتیں۔جن کا جواب نہ ہو۔بلکہ ان کے معقول جواب موجود ہیں

---

(۱) وقد ألف الدارقطني في ذلک ولأبي مسعود الدمشقي أيضا عليها استدراک ولأبي علي الغساني في جزء العلل من التقييد استدراک عليهما (مقدمة فتح الباری ص ۳۴۶)

(۲) فان الأحاديث التي انتقدت عليهما بلغت مائتي حديث وعشرة أحاديث (مقدمة فتح الباری ص ۱۲)

(۳) وعدة ما اجتمع لنا من ذلک مما في كتاب البخاری وان شاركه مسلم في بعضه مائة وعشرة أحاديث منها ما وافقه مسلم على تخريجه وهو اثنان وثلاثون حديثا ومنها ما انفرد بتخريجه وهو ثمانية وسبعون حديثا (مقدمة فتح الباری ص ۳۴۶).

(۴) لأن موضوع الكتابين انما هو المسندات والمعلق ليس بمسند ولهذا لم يتعرض الدار قطني فيما تتبعه على الصحيحين الى الأحاديث المعلقة (مقدمة فتح الباری ۳۴۶)

تنقید بر مسندات کے تین قسم کے جواب ہیں۔

۱۔اجمالی جواب ۲۔قدرے تفصیلی جواب

۳۔مکمل تفصیلی جواب

۱۔اجمالی جواب:

اس بات میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ امام بخاری اپنے تمام معاصرین سے مقدم ہیں۔ان کے بعد پھر امام مسلم کا مقام ہے۔اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔کہ جن مشائخ سے شیخین کو استفادہ کا موقع ملا ہے وہ اپنے معاصرین سے بڑھ کر خصوصی مہارت رکھتے تھے۔مثلا: امام بخاری نے علی بن مدینی سے فائدہ حاصل کیا ہے۔اور علی بن مدینی اپنے تمام اقران سے بڑھ کر علل حدیث کو جاننے والے تھے علل حدیث میں جو مقام ان کو حاصل ہے وہ ان کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں۔امام بخاری ان کے متعلق فرماتے ہیں:

ما استصغرت نفسي عند أحد الا عند علي بن المديني

''کہ میں نے صرف علی بن المدینی کے پاس اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا''

اس بات سے علی بن المدینی کے مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔یہ بات جب علی بن المدینی کو پہنچی۔تو انہوں نے فرمایا ''**دعوا قوله** ''اس کی بات کو چھوڑو وہ کسر نفسی سے کام لیتے ہیں۔اس نے اپنی مثل کو نہیں دیکھا۔اس قول سے امام بخاری کا مقام عظیم ظاہر ہوتا ہے۔(۱) امام بخاری کے دوسرے استاد محمد بن یحیی ذہلی ہیں۔ان کے متعلق

(۱) لا ريب في تقديم البخاري ثم مسلم على أهل عصرهما ومن بعده من آئمة هذا الفن في معرفة الصحيح والمعلل فانهم لا يختلفون في أن علي بن المديني كان أعلم أقرانه بعلل الحديث وعنه أخذ البخاري ذلك حتى كان يقول ما استصغرت نفسي عند أحد الا عند علي بن المديني ومع ذلك فكان علي بن المديني اذا بلغه ذلك عن البخاري يقول دعوا قوله فانه مارأى مثل نفسه (مقدمة فتح الباري ص۳۴۷)

یہ مشہور ہے کہ یہ امام زہری کی احادیث کے متخصص تھے۔(۱) یہ مقام باقی کسی کو حاصل نہیں ہوا۔زہری امام مالک کے بھی استاد ہیں۔اسی طرح امام مسلم نے بھی محمد بن یحیی ذہلی سے استفادہ کیا ہے۔

علل حدیث میں شیخین کا مرتبہ بعد میں آنے والوں سے بہت بلند ہے۔یہ ان کا اپنا علمی مقام ہے۔جس کو انہوں نے ملحوظ بھی رکھا۔اسی لئے انہوں نے روایت حدیث میں اتنی کڑی شرائط لگائی ہیں۔پھران دواماموں نے اپنی کتابوں میں صحت احادیث کا خاص خیال رکھا ہے۔امام بخاری کے شاگرد فربری کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

ما أدخلت في الصحيح حديثا الا بعد أن استخرت الله وتيقنت صحته

''کہ میں نے استخارہ اور یقین صحت کے بعد صحیح بخاری میں احادیث درج کی ہیں''(۲)

امام مسلم فرماتے ہیں: کہ میں نے ابوزرعہ رازی پر کتاب لکھ کر پیش کی۔تو انہوں نے کچھ احادیث میں علت نکالی۔تو میں نے ان کو نکال دیا اس طرح صحیح مسلم کو امام ابوزرعہ رازی کی تصدیق حاصل ہوگئی۔(۳)

امام بخاری اور مسلم کے علمی مقام،صحت احادیث کے یقین اوران کی شرائط کو ایک طرف رکھیں۔دوسری طرف تنقید کرنے والوں کو رکھیں۔جو شیخین کے مرتبہ کے نہیں جب دونوں کی رائے میں تعارض آئے گا۔تو مقدم بات شیخین کی ہوگی کیونکہ فن میں ان

(۱) وكان محمد بن يحيى الذهلي أعلم أهل عصره بعلل حديث الزهري وقد استفاد منه ذلک الشيخان جميعا (مقدمة فتح الباری ص۳۴۷)

(۲) روی الفربری عن البخاری قال ما ادخلت في الصحيح حديثا الا بعد ان استخرت الله تعالى وتيقنت صحته (مقدمة فتح الباری ص۳۴۷).

(۳)قال مكي بن عبد الله سمعت مسلم الحجاج يقول عرضت كتابي هذا على ابي زرعة الرازي فكل ما اشار ان له علة تركته (مقدمة فتح الباری ص۳۴۷)

کا مقام بلند ہے۔(۱) شرائط سخت ہیں۔اس طرح تمام منتقد علیہ روایات کی تنقید ختم ہو جائے گی۔کیونکہ ابو مسعود دمشقی،ابوعلی غسانی اور دارقطنی ان کے مرتبہ کے نہیں۔

قدرے تفصیلی جواب:

جتنے احادیث پر اعتراضات ہوئے ان کو سات حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

النوع الاول:

ایک سند کے رجال ایک مقام پر زیادہ ہیں اسی سند کے رجال دوسرے مقام پر کم ہیں۔اس صورت میں ناقدین حضرات تنقید کرتے ہیں۔کہ بخاری جس سند کے رجال زیادہ ہیں۔ان کو بیان کیا ہے۔(۲) لیکن جس سند میں رجال کم ہیں۔ان کو امام بخاری نے بیان ہی نہیں کیا۔یا ایک مقام پر مکمل رجال کو بیان کیا دوسرے مقام پر ان کو ذکر نہیں کیا۔اب ناقد اعتراض کرتا ہے کہ دوسری سند میں رجال کم ہیں۔اور بخاری کی روایت میں رجال زیادہ ہیں۔لہٰذا کچھ نہ کچھ کمی ضرور ہے یہ اعتراض نا قابل التفات ہے کیونکہ ایک آدمی ایک استاد سے حدیث سنتا ہے۔پھر وہ اپنے شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ حدیث سن لیتا ہے۔تو اس طرح سند میں رجال کی کمی ہوئی اور پہلی صورت میں رجال کی زیادتی ہوئی۔یہ جواب اس صورت میں ہے جب اس نے بالواسطہ اور بلا واسطہ سنا ہے لیکن

(۱) ولا ریب فی تقد یمهما فی ذلک علی غیرهما فیندفع الاعتراض من حیث الجملة(مقدمة فتح الباری ص۳۴۷).

(۲) حد ثنا سلیمان بن حرب ثنا محمد بن طلحة عن طلحة عن مصعب بن سعد قال رأی سعد أن له فضلا علی من د ونه فقال النبی ﷺ هل تنصرون وترزقون الا بضعفا ئکم (روا ہ البخاری ص۴۰۵ جلد ۱) قال الدار قطنی هذا مرسل وفی الجز ء السادس من حدیث أبی محمد بن صاعد من حدیث مصعب بن سعد عن أبیه أنه رأی قد روینا ہ فی سنن النسائی (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۲)

أخبرنا محمد بن ادریس قال ثنا عمرو بن حفص بن غیاث عن أبیه عن مسعر عن طلحة بن مصرف عن مصعب بن سعد عن أبیه أنه ظن أن له فضلا علی من دونه من أصحاب النبی ﷺ فقال النبی ﷺ انما ینصر الله هذه الأمة بضعیفها بدعوتهم وصلاتهم واخلاصهم (روا ہ النسائی ص۵۷ جلد ۲)

جب اس نے بلا واسطہ نہیں سنا۔تو اس صورت میں اس کی وہ روایت منقطع ہوگی کیونکہ جس روایت کی بنا پر وہ اعتراض کررہے ہیں۔وہ منقطع ہے یہ اعتراض اس صورت میں ہے کہ جب امام بخاری نے زیادہ رجال والی سند ذکر کی ہو اور کم رجال والی سند ذکر نہ کی ہو۔جب دونوں سندیں سامنے ہوں تو دیکھیں گے۔کہ کم رجال والی سند میں کوئی راوی مدلس تو نہیں۔جس نے واسطہ چھوڑ دیا ہے۔اگر راوی مدلس نہ ہو راوی مروی عنہ کا زمانہ ایک ہے۔اور ملاقات بھی ثابت ہے تو پھر وہ سند متصل ہی سمجھی جائے گی۔اسی طرح اگر واسطہ چھوڑنے والا صحابی ہے۔تو پھر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔اگر واسطہ چھوڑنے والا راوی مدلس ہے۔تو دوسری کتب میں اس کا تتبع کریں گے۔کہ وہاں سماع کی تصریح ہے کہ نہیں۔اگر سماع کی تصریح نہ ہو تو اعتراض وزنی ہوسکتا ہے۔لیکن ایسا بخاری میں شاذ ونادر ہی ہے۔اگر کہیں ہو تو وہاں متابعات شواہد اور دیگر قرائن صحت کی وجہ سے بخاری اسے ذکر کرتے ہیں۔

النوع الثانی:

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بخاری ومسلم کے اندر کچھ ایسی احادیث آگئی ہیں۔جو انہوں نے اپنے شیخ سے نہیں سنیں۔مکاتبۃً یا اجازۃً ذکر کردی ہیں۔(۱) اعتراض یہ ہے کہ یہ احادیث منقطع ہوگئیں؟اس صورت میں یہ اعتراض نا قابل التفات ہے کیونکہ مکاتبۃ اور اجازۃ احادیث بیان کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔کہ اس کو اتصال پر محمول کریں گے یا انقطاع پر محمول ہوں گی۔اکثر علماء کا خیال ہے کہ اس سند کو

(۱) وربما علل بعض النقاد أحاديث ادعى فيها الانقطاع لكونها غير مسموعة كما فى الأحاديث المروية بالمكاتبة والاجازة وهذه لا يلزم منه الانقطاع عند من يسوغ الرواية بالاجازة .قال الدار قطنى وأخرجا جميعا حديث موسى بن عقبة عن أبى النضر مولى عمر بن عبيد الله قال كتب اليه عبد الله بن أبى أوفى فقرء ته أن النبى قال لا تتمنوا لقاء العدو واذا لقيتم فاصبروا .قال وأبو النضر لم يسمع من ابن أبى أوفى وانما رواه عن كتابه فهو حجة فى رواية المكاتبة (مقدمة فتح البارى ص ۳۶۱)

اتصال پر محمول کریں گے۔امام بخاری نے اتصال والے مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے۔ اگر کوئی دلائل سے اس کو غلط ثابت کر دے تو ٹھیک ہے۔لیکن دلائل کوئی نہیں۔

النوع الثالث:

ناقدین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک سند میں ایک راوی ہے۔دوسری جگہ دوسرا راوی ہے۔دونوں سندوں کے رجال برابر ہیں۔جیسے اعرج (۱) اور ابوسلمۃ (۲) والی سند ہے۔اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اضطراب آ گیا۔حالانکہ بسا اوقات ایسے مقامات پر اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ جن دو راویوں کا اختلاف آ گیا ہے وہ دونوں عادل ہوں گے۔ہم پلہ متعادلین ہوں گے یا متقاربین ہوں گے۔متعادلین ہونے کی صورت میں امام بخاری دونوں کی حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔اگر متقاربین والی صورت ہو تو امام بخاری ایک کو ترجیح دیں گے۔جس کو زیادہ پختہ سمجھیں گے اس کو درج کریں گے۔(۳) کیونکہ اضطراب کے لئے شرط ہے کہ تطبیق و ترجیح نہ ہو سکے۔تب اضطراب ہو گا۔

النوع الرابع:

ناقدین کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ایک راوی ایک لفظ بیان کرنے میں متفرد ہے اس سے اوثق یا اکثر راوی اس لفظ کو بیان نہیں کرتے۔ایسے مقام پر ناقدین یہ اعتراض کرتے ہیں۔کہ ثقہ راوی کی نسبت اوثق یا اکثر رواۃ کی روایت میں یہ لفظ

---

(۱) حدثنا يحيى بن بكير عن الليث عن عبد العزيز بن أبى سلمة عن عبد الله بن الفضل عن الأعرج عن أبى هريرة قال بينما يهودى يعرض سلعته أعطى بها شيئا كرهه الخ (رواه البخارى ص ۴۸۵ جلد ۱)

(۲) وقال الماجشون عن عبد الله بن الفضل عن أبى سلمة عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال فأكون أول من بعث فاذا موسى آخذ بالعرش (رواه البخارى ص ۱۰۴ جلد ۲).

(۳) وظهر لى أن قول من قال "عن الماجشون عن عبد الله بن الفضل عن الأعرج" أرجح ومن ثم وصلها البخارى وعلق الأخرى (فتح البارى ص ۴۱۴ جلد ۱۳).

نہیں۔(۱)اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قوی دلائل سے ثابت ہو جائے کہ وہ متفرد لفظ حدیث میں نہیں ہے۔تو وہ مدرج ہوگا۔ورنہ اعتراض ختم ہو جائے گا۔اگر یہ ثابت نہ ہو تو پھر ایک راوی کا ذکر کرنا اور باقی کا ذکر نہ کرنا ضعف نہیں۔اگر یہ لفظ اوثق کے خلاف ہے تو اس کے شذوذ کا فیصلہ کیا جائے گا۔مگر ایسی صورت بخاری میں نہیں ہے

النوع الخامس:

بعض راوی اپنے ضعیف شیوخ سے بیان کرتے ہیں۔اس پر اعتراض یہ آتا ہے کہ مروی عنہ راوی ضعیف ہے۔(۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں کہیں اس کی متابعت ہوتی ہے خواہ بخاری میں ہو یا کسی دوسری کتاب میں ہو(۳)امام بخاری صرف اس کی ایک سند کی وجہ سے حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔بلکہ من حیث المجموع اس کو صحیح سمجھتے ہیں لہذا اعتراض بے فائدہ ہے.

النوع السادس:

بعض رواۃ پر وہم کا اعتراض ہوتا ہے۔لیکن امام بخاری ایسے راوی کی حدیث

(۱) أخرجا جميعا حديث قتادة عن النضر بن أنس عن بشير بن نهيک عن أبي هريرة من أعتق شقيصا وذكرا فيه الاستسعاء من حديث ابن أبي عروبة وجرير بن حازم وقد روى هذا الحديث شعبة وهشام وهما أثبت الناس في قتادة فلم يذكرا في الحديث الاستسعاء ووافقهما همام وفصل الاستسعاء من الحديث فجعله من رأى قتادة لا من رواية أبي هريرة (مقدمة فتح الباري ص ۳۶۱)

(۲) حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا أبي بن عباس بن سهل عن أبيه عن جده قال كان للنبي ﷺ في حائطنا فرس يقال له اللحيف (رواه البخاري ص ۴۰۰ جلد ۱) قال وأبي هذا ضعيف (مقدمة فتح الباري ص ۳۶۲)و قد تابعه عليه أخوه عبد المهيمن ابن العباس ،وروى له الترمذي وابن ماجه (مقدمة فتح الباري ص ۳۸۹)وأخرج البخاري حديث اسمعيل بن أبي أويس عن مالک عن زيد بن أسلم أن عمر استعمل مولى له يدعى هنيا على الخمس بطوله قال واسماعيل ضعيف (مقدمة فتح الباري ص ۳۶۳)

(۳) لم يتفرد به (اسماعيل)بل تابعه عليه معن بن عيسى فرواه عن مالک كرواية اسماعيل سواء والله اعلم (مقدمة فتح الباري ص ۳۶۳).

لاتے ہیں۔اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کسی راوی کو وہم ہو جانے سے لازم نہیں آتا کہ ہر وقت اسے وہم لاحق رہتا ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث میں اس کو وہم ہوا ہے کہ نہیں؟ اگر مذکورہ حدیث میں وہم ثابت ہو جائے تو اعتراض ہوگا۔ورنہ کسی وقت کسی وجہ سے کسی دوسری حدیث میں وہم کو لے کر اعتراض نہیں کیا جا سکتا پھر ایک لفظ میں وہم ہو جانے سے پوری حدیث کا ضعف لازم نہیں آتا۔

النوع السابع:

حدیث کے متن کے الفاظ مختلف ہو گئے۔ایک جگہ کچھ الفاظ ہیں دوسری جگہ الفاظ دوسرے ہیں جیسے جابر کی اشتراء جمل سے متعلق حدیث ہے۔(۱) تو ان الفاظ پر اعتراض ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ تطبیق یا ترجیح ہو سکتی ہے۔پھر دارقطنی نے جن پر تنقید کی ہے۔ان میں اس اعتراض کو شامل نہیں کیا۔(۲)

یہ سات قسم کے اعتراضات تھے۔جن کے قدرے تفصیلی جواب بھی ہو گئے ان جوابات سے جو بات سمجھ آتی ہے کہ بخاری کے اندر اکثر صحیح احادیث ایسی ہیں جن پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔لیکن کچھ ایسی صحیح احادیث ہیں۔جن پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔اور ان کے جواب بھی موجود ہیں۔تو دراصل یہ اعتراض امام بخاری کی ذات پر ہیں کہ انہوں نے اس سند یا لفظ کو کیوں اختیار کیا؟ دوسری کو کیوں نہیں لیا؟ باقی بخاری میں درج شدہ حدیث پر نہیں۔

مکمل تفصیلی جوابات ان ان مقامات پر ذکر کئے جائیں گے۔جن جن مقامات پر

(۱) من ذلک حدیث جابر فی قصة الجمل وحدیثه فی وفاء دین أبیه وحدیث رافع بن خدیج فی المخابرة وحدیث أبی هریرة فی قصة ذی الیدین وحدیث سهل بن سعد فی قصة الواهبة نفسها وحدیث أنس فی افتتاح القرأة بالحمد لله رب العالمین وحدیث ابن عباس فی قصة السائلة عن نذر امها وأختها (مقدمة فتح الباری ص ۳۴۸)

(۲) أن الدار قطنی وغیره من أئمة النقد لم یتعرضوا لاستیفاء ذلک من الکتابین کما تعرضوا لذلک فی الاسناد (مقدمة فتح الباری ص ۳۴۸)

کتاب کے اندر وہ منتقد علیہ احادیث مذکور ہوں گی. ان شاء اللہ تبارک وتعالی

منتقد علیہ رواۃ بخاری اور ان کے جوابات

بخاری کے اندر منتقد علیہ رواۃ پر اعتراضات کے سر دست دو جواب دیں گے ایک اجمالی جواب ہوگا۔ دوسرا قدرے تفصیلی ہوگا۔ اور تیسرا مکمل تفصیلی جواب کتاب میں اپنے مقام پر آئے گا۔

بخاری کے منتقد علیہ بالضعف رواۃ ۸۰ ہیں اور مسلم کے ۱۶۰ ہیں (۱) منتقد علیہ رواۃ مسندات، یا معلقات یا شواھد یا متابعات میں ہوں گے۔ جو رواۃ مسندات میں ہوں گے۔ وہ ثقہ ہیں۔ تب ہی امام بخاری ان سے روایت لے رہے ہیں۔ جو راوی متابعات وغیرہ میں ہیں۔ ان میں ہر راوی صادق ہے۔ صرف ان کے ضبط پر اعتراض کیا گیا ہے باقی وہ بھی صاحب الصدق ہیں۔ خواہ وہ بخاری کے شواہد ہی میں کیوں نہ ہو۔ وہ ضرور صادق ہو گا اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی لئے ابوالحسن مقدسی فرماتے ہیں کہ جس راوی کی حدیث صحیح میں آجائے تو سمجھ لو جاز القنطرة کہ وہ پل عبور کر گیا ہے (۲) اب اس پر قطعی جرح نہیں ہو سکتی۔ ابوالفتح قشیری بھی ابوالحسن کی تائید کر رہے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں وھکذا نعتقد کہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے (۳) اور حافظ ابن حجر اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ وہ راوی سچا سمجھا جائے گا۔ اس کے ضبط اور عقیدہ کے متعلق اعتراض ہو سکتا

(۱) ان الذی انفرد البخاری بالاخراج لهم دون مسلم أربعمائة وبضع وثلاثون رجلا. المتكلم فيه بالضعف منهم ثمانون رجلا والذين انفرد مسلم بالاخراج لهم دون البخاری ستمائة وعشرون رجلا المتكلم فيه بالضعف منهم مائة وستون رجلا (مقدمة فتح الباری ص ۱۱)

(۲) قد كان الشيخ أبو الحسن المقدسی يقول فی الرجل الذی يخرج عنه فی الصحيح هذا جاز القنطرة يعنی بذلک أنه لا يلتفت الی ما قيل فيه (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

(۳) قال الشيخ أبو الفتح القشيری فی مختصره وهكذا نعتقد وبه نقول ولا نخرج منه الابحجة ظاهرة وبيان شاف يزيد فی غلبة الظن علی المعنی الذی قدمناه من اتفاق الناس بعد الشيخين علی تسمية كتابيهما بالصحيحين ومن لوازم ذلک تعديل رواتهما (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

ہے۔لیکن سچائی کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔تو معلوم ہوا کہ جوراوی بخاری میں آجائے گا تو یہ اس کی توثیق وتعدیل ہے اب اگرکوئی اس راوی پر جرح کرے۔تو گویا امام بخاری کی تعدیل کا تعارض کررہا ہے اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے۔کہ ایک طرف تعدیل ہو۔اس کے مقابلے میں جرح آجائے تو جرح کا سبب تلاش کیا جائے گا۔کیونکہ اسباب جرح مختلف ہیں بعض ناقدین ایسا سبب لے کر جرح کرتے ہیں جو اصل میں جرح کا سبب ہی نہیں ہوتا۔تو گویا جرح کرنا ہی ختم ہوگیا۔اگر واقعی وہ سبب جرح ہے تو اس کے کئی جواب ہیں بخاری کے اکثر راوی ایسے ہیں کہ ان پر جو اسباب جرح بیان کئے گئے ہیں۔وہ حقیقت میں سبب جرح ہی نہیں۔تو باقی چند ایک اسباب جرح رہ جاتے ہیں۔جن کا مدار چھ اسباب پر ہے۔

۱۔جہالت ۲۔غلط ۳۔انقطاع ۴۔ارسال ۵۔بدعت ۶۔مخالفت

اسباب جرح

نمبر۱۔جہالت:

جہالت کی دوقسمیں ہیں۔

۱۔جہالت عینیۃ ۲۔جہالت حالیۃ۔

جہالت عینیۃ تو بخاری کے کسی راوی میں نہیں۔سب کے سب راوی معروف العین ہیں اور دوسری قسم جہالت حالیۃ بھی بخاری کے کسی راوی میں نہیں۔اس لئے کہ امام بخاری جس راوی کی حدیث اپنی صحیح میں لائیں گے۔تو وہ امام بخاری کے نزدیک معروف ہے۔تب ہی تو اس کی روایت لے کر آئیں گے۔(۱) تو امام بخاری ایک

(۱) جهالة الحال فمندفعة عن جميع من أخرج لهم فی الصحيح لأن شرط الصحيح أن يكون راويه معروفا بالعدالة فمن زعم أن أحدا منهم مجهول فكأنه نازع المصنف فی دعواه أنه معروف ولا شک أن المدعی لمعرفته مقدم علی من يدعی عدم معرفته لما مع المثبت من زيادة العلم ومع ذلک فلا تجد فی رجال الصحيح أحدا ممن يسوغ اطلاق اسم الجهالة عليه أصلا (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

راوی کو معروف قرار دیں اور دوسرے مجہول قرار دیں۔ تو اس مسئلہ میں امام بخاری کی بات معتبر ہوگی کیونکہ امام بخاری علم کی بات کر رہے ہیں۔ دوسروں کو اس کے بارے میں لاعلمی ہے۔ امام بخاری کو اس کی حالت کا علم ہے۔ دوسروں کو اس کی حالت کا علم نہیں تو ایسے راوی پر اعتراض کیسے کیا جائے گا؟ بلکہ یہ اعتراض خود بخود ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ **من علم حُجة علی من لم یعلم.**

نمبر۲۔ غلط:

غلط کی صورت میں دیکھیں گے کہ یہ راوی کثیر الغلط ہے یا قلیل الغلط ہے اگر وہ راوی کثیر الغلط ہو تو دیکھیں گے کہ اس کی متابعت موجود ہے یا کہ نہیں؟ اگر متابعت مل جائے۔ تو پھر دیکھیں گے کہ امام بخاری نے مجموعی لحاظ سے حکم لگایا ہے۔ یا اس کا خیال نہیں رکھا۔ اگر راوی کثیر الغلط ہو اور متابعت بھی نہ ملے اور اس راوی کی حدیث بخاری میں موجود ہو۔ ایسے کبھی نہیں ہوتا۔ لہذا بخاری کے اندر کثیر الغلط راوی والا اعتراض ختم ہو گیا۔ (۱) اگر راوی قلیل الغلط ہے۔ (۲) تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس کی متابعت ملتی ہے کہ نہیں؟ اگر متابعت مل جائے تو اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر متابعت نہ ہو اور راوی قلیل الغلط ہو۔ تو پھر دیکھیں گے کہ وہ راوی جو خاص حدیث بیان کر رہا ہے اس کے اندر بھی اس نے کوئی غلطی کی ہوئی ہے کہ نہیں۔ اگر خاص حدیث میں اس کی غلطی نہیں ملی تو اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر اس نے خاص حدیث میں غلطی کی ہوئی ہے

---

(۱) أما الغلط فتارة یکثر من الراوی وتارة یقل فحیث یوصف بکونه کثیر الغلط ینظر فیما أخرج له ان وجد مرویا عنده أو عند غیره من روایة غیر هذا الموصوف بالغلط علم أن المعتمد أصل الحدیث لا خصوص هذه الطریق وان لم یوجد الا من طریقة فهذا قادح یوجب التوقف عن الحکم بصحة ما هذا سبیله ولیس فی الصحیح بحمد الله من ذلک شیء (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

(۲) حیث یوصف بقلة الغلط کما یقال سیء الحفظ أوله أوهام أو له مناکیر وغیر ذلک من العبارات فالحکم فیه کالحکم فی الذی قبله الا أن الروایة عن هؤلآء فی المتابعات أکثر منها عند المصنف من الروایة عن أولئک (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

تو ایسی صورت بخاری میں کہیں بھی نہیں لہذا یہ اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

نمبر۳۔ انقطاع بوجہ تدلیس: (۱)

ایسی صورت میں وہاں دیکھیں گے کہ مدلس راوی کے سماع کی تصریح ہے کہ نہیں؟ تو امام بخاری صرف ایسے راوی کی حدیث لاتے ہیں۔ جس کا سماع ثابت ہو۔ ہم جانیں خواہ نہ جانیں کیونکہ اتصال بخاری کی شرط ہے۔

نمبر۴۔ انقطاع بوجہ ارسال:

ارسال کی صورت میں دیکھیں گے کہ اس کی کوئی سند متصل ہے کہ نہیں۔ اگر سند متصل مل جائے۔ تو اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر متصل سند نہ ملے۔ تو اعتراض ہو گا لیکن بخاری میں ایسی صورت نہیں الا فی غیر المقاصد

نمبر۵۔ بدعت:

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ بدعت مکفرہ ۲۔ بدعت مفسقہ

پہلی قسم یعنی بدعت مکفرہ (۲)

جیسے غلو فی الرفض یعنی غالی رافضی ہو۔ جو حضرت علی کو خدا سمجھے۔ پھر حضرت علی کو یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں واپس آئیں گے۔ کوئی ایسا راوی جس میں یہ بدعت مکفرہ پائی جاتی ہو اس کی حدیث بخاری میں نہیں۔ لہذا ایسے راوی پر بخاری میں اعتراض ختم ہو گیا

(۱) دعوی الانقطاع فمدفوعة عمن أخرج لهم البخاری لما علم من شرطه ومع ذلک فحکم من ذکر من رجاله بتدلیس أو ارسال أن تسبر أحادیثهم الموجودة عنده بالعنعنة فان وجد التصریح بالسماع فیها اندفع الاعتراض والا فلا (مقدمة ص ۳۸۵)

(۲) المکفر بهالا بد أن یکون ذلک التکفیر متفقا علیه من قواعد جمیع الائمة کما فی غلاة الروافض من دعوی بعضهم حلول الالهیة فی علی أو غیره أو الایمان برجوعه الی الدنیا قبل یوم القیمة أوغیر ذلک .ولیس فی الصحیح من حدیث هؤلاء شیء البتة (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵)

دوسری قسم یعنی بدعت مفسقہ

بدعت مفسقہ ہے۔(۱) یعنی جس سے انسان فاسق بن جاتا ہے۔اس کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کی حدیث مقبول ہوگی یا مردود ہوگی ایک مذہب کے مطابق مردود ہے۔دوسرے کے مطابق مقبول ہے۔اور تیسرے کے مطابق اگر فاسق داعیہ ہو تو مردود ہے۔اگر داعیہ نہیں تو مقبول ہے۔حافظ ابن حجر اس آخری قول کے متعلق فرماتے ہیں۔کہ یہ قول سب سے بہتر ہے کہ اگر فاسق داعیہ ہے تو حدیث مردود ہے اگر داعیہ نہیں تو مقبول ہے داعیہ کا مطلب مذہب کی طرف دعوت دینے والا نہیں بلکہ مظہر البدعۃ ہے۔کہ بدعت پر عمل جہرا کرے۔اس کی بدعت واضح ہو یہ معنی ابوالولید باجی نے کیا ہے۔جس راوی کی بدعت واضح نہ ہو۔تو اس کی حدیث مقبول ہوگی۔

نمبر ۶۔مخالفت:

اس سے شذوذ و نکارت جیسے نقائص پیدا ہوتے ہیں (۲) اور ظاہر ہے کہ بخاری

(۱) المفسق بها كبدع الخوارج والروافض الذين لا يغلون ذلك الغلو وغير هؤلآء من الطوائف المخالفين لأصول السنة خلافا ظاهرا لكنه مستند الى تاويل ظاهره سائغ فقد اختلف أهل السنة في قبول حديث من هذا سبيله اذا كان معروفا بالتحرز من الكذب مشهورا بالسلامة من خوارم المرؤة موصوفا بالديانة والعبادة فقيل يقبل مطلقا وقيل يرد مطلقا والثالث التفضيل بين أن يكون داعية أو غير داعية فيقبل غير داعية ويرد حديث الداعية وهذا المذهب هو الأعدل وصارت اليه طوائف من الأئمة وادعى ابن حبان اجماع أهل النقل عليه لكن في دعوى ذالك نظر ثم اختلف القائلون بهذا التفضيل فبعضهم أطلق ذلك وبعضهم زاده تفصيلا فقال ان اشتملت رواية غير الداعية على ما يشيد بدعته ويزينه ويحسنه ظاهرا فلا تقبل وان لم تشتمل وطرد بعضهم هذا التفصيل بعينه في عكسه في حق الداعية فقال ان اشتملت روايته على ما يرد بدعته قبل والا فلا وعلى هذا اذا اشتملت رواية المبتدع سواء كان داعية أم لم يكن على مالا تعلق له ببدعته أصلا هل ترد مطلقا أو تقبل مطلقا (مقدمة فتح البارى ص ۳۸۵). (۲) المخالفة وينشاء عنها الشذوذ و النكارة فاذا روى الضابط والصدوق شيئا فرواه من هو أحفظ منه أو أكثر عددا بخلاف ما روى بحيث يتعذر الجمع على قواعد المحدثين فهذا شاذ وقد تشتد المخالفة أو يضعف الحفظ فيحكم على ما يخالف فيه بكونه منكر وهذا ليس في الصحيح منه الا نزر يسير (مقدمة فتح البارى ص ۳۸۴).

کی شرط ہے صحیح حدیث کولانا جس سے خود بخو د شذوذ و نکارت کی نفی ہو جاتی ہے۔

رجال بخاری پر حسد کی وجہ سے معاصرین نے کچھ اعتراضات کئے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض نے جرح کی ہے جن کو جرح کرنے کا طریقہ اور سلیقہ ہی نہیں آتا۔ لہذا معاصرین کا اعتراض نا قابل التفات ہوگا۔ پھر بعض متاخرین نے رواۃ بخاری پر جرح کی ہے جو امام بخاری کے معاصرین ہی نہیں۔ لہذا ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ چنانچہ رجال بخاری پر تمام اعتراضات کے معقول جواب ہیں۔ جن سے رواۃ بخاری پر اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں۔

احادیث بخاری کی تعداد

حافظ ابن الصلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد بشمول مکررات سات ہزار دوسو پچھتر ۷۲۷۵ ہے۔ (۱) اور مکررات کے بغیر تقریبا چار ہزار ہے۔ امام نووی نے علوم الحدیث کے اختصار میں اسی تعداد کو درج کیا ہے گویا امام نووی حافظ ابن الصلاح کے مؤید ہیں۔ (۲) اسی طرح دیگر علماء کرام اسی تعداد کو بیان کرتے ہیں۔ مگر حافظ ابن حجر اس تعداد پر کڑی تنقید کرتے ہیں کہ مکررات سمیت اور بلا تکرار احادیث کی تعداد دونوں صحیح نہیں۔ یہ تعداد اس لئے صحیح نہیں کہ جو تعداد اوپر ذکر کی کی جارہی ہے وہ صرف مسندات کی شمار کی جائے۔ جس طرح امام نووی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ یہ تعداد صرف مسندات کی ہے۔ حقیقت میں مکررات سمیت مسندات کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور مکررات کے بغیر تعداد چار ہزار

---

(۱) وجملة ما فی کتابه الصحیح سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون حدیثا بالأحادیث المکرره وقد قیل انها باسقاط المکرره أربعة آلاف الا أن هذه العبارة قد یندرج تحتها عندهم آثار الصحابة والتابعین (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۰)

(۲) عدد أحادیث صحیح البخاری سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون بالأحادیث المکررة قال و قیل: انها باسقاط المکررة أربعة آلاف هکذا أطلق ابن الصلاح وتبعه الشیخ محی الدین النووی فی مختصره (مقدمة فتح الباری ص ۴۶۵)

سے بھی کم ہو جائے گی۔ اگر موقوفات اور معلقات کو شامل کر لیا جائے تو تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علماء محنت نہیں کرتے۔ پہلے علماء کی بات ہی ذکر کر دیتے ہیں۔(۱) چنانچہ کتاب **جواب المتعنت** کے مصنف ابوالفضل بن طاہر نے احادیث کو شمار کیا ہے۔ انہوں نے **جواب المتعنت** میں بخاری کی جن احادیث کو شمار کیا ہے۔ اس میں کسی باب کی احادیث زیادہ ہیں لیکن کم درج ہو گئیں اسی کو امام نووی ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح امام نووی سے بھی غلطی سرزد ہو گئی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ہر باب اور ہر کتاب کی الگ الگ احادیث شمار کی ہیں اس کے بعد کل تعداد بیان کی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق احادیث بخاری کی تعداد حسب ذیل ہے۔

مسندات مکررات سمیت کل احادیث کی تعداد سات ہزار تین سو ستانوے ہے ۷۳۹۷ (۲) اس طرح علوم الحدیث کی بیان کردہ تعداد سے ایک سو بائیس احادیث کا فرق ہو گیا (۷۳۹۷۔۷۲۷۵=۱۲۲) حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق معلقات کی تعداد تکرار سمیت ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے۔ (۳) اگر معلقات سے مکررات کو نکال دیا جائے تو معلقات بلا تکرار کی تعداد ایک سو انسٹھ رہ جاتی ہے۔ اگر متابعات اور تنبیہات علی اختلاف الروایات کو شمار کیا جائے تو مکررات سمیت ان کی

---

(۱) ان كثيرا من المحدثين وغيرهم يستروحون بنقل كلام من يتقدمهم مقلدين له ويكون الأول ما أتقن ولا حرر بل يتبعونه تحسينا للظن به والاتقان (مقدمة فتح الباری ص۴۶۵).

(۲) فجميع أحاديثه بالمكرر سوى المعلقات والمتابعات على ما حررته وأتقنته سبعة آلاف وثلثمائة وسبعة وتسعون حديثا فقد زاد على ما ذكروه مائة حديث واثنان وعشرون حديثا على أنني لا أدعي العصمة ولا السلامة من السهو ولكن هذا جهد من لا جهد له. والله الموفق (مقدمة فتح الباری ص۴۶۸).

(۳) فجملة ما في الكتاب من التعاليق ألف وثلثمائة واحد وأربعون حديثا (مقدمة فتح الباری ص۴۶۹)

تعداد تین سو چوالیس ہے۔(۱) اور موقوفات کی تعداد ایک ہزار چھ سو آٹھ ہے۔ تو اس طرح مکررات سمیت مسندات، معلقات اور متابعات کی تعداد نو ہزار بیاسی ہے(۲) (۷۳۹۷+۱۳۴۱+۳۴۴:۹۰۸۲) اور اگر موقوفات کو بھی ان میں جمع کر لیا جائے تو تعداد دس ہزار چھ سو نوے ہو جائے گی (۹۰۸۲+۱۶۰۸:۱۰۶۹۰) اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نووی اور ابن الصلاح کی تعداد درست نہیں۔

حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق بلا تکرار مسندات کی تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے(۳) چنانچہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ہر صحابی کی بلا تکرار احادیث کو شمار کیا ہے(۴) وہ تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے۔ حافظ ابن الصلاح اور امام نووی نے مسندات بلا تکرار کی جو تعداد بیان کی ہے۔ وہ تقریباً چار ہزار ہے۔ اس طرح دونوں کی گنتی میں تقریباً تیرہ سو اٹھانوے احادیث کا فرق ہو گیا۔ حافظ ابن حجر اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک حدیث ایک مقام پر مختصر اور دوسرے مقام پر مطول آ گئی۔ تو اس کو انہوں نے دو حدیثیں شمار کر لیا۔ اس طرح احادیث کی تعداد بڑھ گئی۔ ورنہ حقیقت میں تعداد کم ہے۔ اور اگر معلقات بلا تکرار کو مسندات کے ساتھ شمار کیا جائے تو کل تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ ہوگی (۲۶۰۲+۱۵۹:۲۷۶۱) پھر بھی یہ تعداد چار ہزار کو نہیں پہنچتی۔

بعض لوگ حافظ ابن حجر پر سخت اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کی تعداد میں ان کا اپنا حال یہ ہے۔ کہ بلا تکرار مسندات اور معلقات میں ان کے تین قول ہو گئے ہیں

---

(۱) وجملة ما فيه من المتابعات والتنبيه على اختلاف الروايات ثلث مائة وأربعة وأربعون حديثا (مقدمة فتح الباری ص ۴۶۹)

(۲) فجميع ما فی الكتاب علی هذا بالمكرر تسعة آلاف واثنان وثمانون حديثا وهذه العدة خارج عن الموقوفات على الصحابة والمقطوعات عن التابعين فمن بعدهم (مقدمة فتح الباری ص ۴۶۹).

(۳) فجميع ما فی الصحيح البخاری من المتون الموصولة بلا تكرير على التحرير ألفا حديث وستمائة حديث وحديثان (مقدمة فتح الباری ص۴۷۷)

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۴. ۴۷۶)

ایک قول یہ ہے کہ بلا تکرار مسندات اور معلقات کی تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ ہے (۱) مسندات دو ہزار چھ سو دو ہیں (۲) اور معلقات ایک سو انسٹھ ہیں (۳) دوسرا قول جو مقدمہ فتح الباری کے ایک نسخہ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ مسندات بلا تکرار کی تعداد دو ہزار چار سو چونسٹھ ہے اگر معلقات کو ساتھ ملا لیا جائے تو کل تعداد دو ہزار چھ سو تیئیس ہے۔ (۲۴۶۴+۱۵۹: ۲۶۲۳) حافظ ابن حجر کا تیسرا قول جو فتح الباری کے آخر میں ہے کہ بخاری میں بلا تکرار مسندات اور معلقات کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ (۲۵۱۳) ہے (۴) اب پہلے اور تیسرے قول میں دو سو اڑتالیس احادیث کا فرق ہے (۲۷۶۱- ۲۵۱۳: ۲۴۸) دوسرے اور تیسرے قول میں ایک سو دس احادیث کا فرق ہے (۲۶۲۳- ۲۵۱۳: ۱۱۰) دوسرے اور پہلے قول میں ایک سو اڑتیس کا فرق ہے (۲۷۶۱- ۲۶۲۳: ۱۳۸) اس اعتراض کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ میں جو اعداد شمار کئے ہیں وہ تعداد ہر صحابی کی الگ الگ احادیث شمار کرنے کے بعد بیان کی ہے ایک حدیث بخاری میں دو تین مقامات پر آ گئی۔ تو اس کو ایک شمار کیا ہے۔ اگر اس حدیث کے دو الگ الگ راوی ہیں۔ تو راوی کے لحاظ سے ایک حدیث کو دو مرتبہ شمار کیا گویا یہ تعداد با تکرار اور بلا تکرار بھی ہے۔ دوسری مرتبہ جب اس قسم کے تکرار کو نکالا۔ تو تعداد دو ہزار چھ سو تیئیس ہو گئی۔ لیکن پھر بھی سمجھا کہ ابھی تکرار باقی ہے تو تحقیق کرتے رہے۔ حتی کہ جب فتح الباری کے آخر تک پہنچے۔ تو بلا تکرار احادیث کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ رہ گئی۔ گویا اقوال تعداد کا تعارض مختلف اوقات کی وجہ سے ہے۔ فیض الباری کے حاشیہ پر لکھا ہوا

---

(۱) فجميع ذلک ألفا حديث وسبع مائة وأحد وستون حديثا (مقدمة فتح الباری ص۴۷۷)

(۲) فجميع ما فی الصحيح البخاری من المتون الموصولة بلا تكرير على التحرير ألفا حديث وستمائة حديث وحديثان (مقدمة فتح الباری ص۴۷۷)

(۳) من المتون المعلقة المرفوعة التی لم يوصلها فی موضع آخر من الجامع المذكور مائة وتسعة وخمسون حديثا (مقدمة فتح الباری ص۴۷۷)

(۴) وجميع ما فيه موصولا ومعلقا بغير تكرار ألفا حديث وخمس مائة حديث وثلثة عشر حديثا (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۴۳).

ہے کہ مقدمہ میں جو تعداد بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔(۱) فتح الباری کے آخر والی تعداد درست نہیں۔اس لئے کہ مقدمہ والی تعداد میں احتیاط زیادہ ہے۔(۲) مولانا احمد علی سہارنپوری نے اس بات کا خیال نہیں رکھا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ فتح الباری کے آخر والی تعداد زیادہ درست ہے۔

فائدہ:

مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے وہی تعداد بیان کی ہے جو امام نووی نے لکھی ہے۔اس پر مولانا انور شاہ صاحب نے تعاقب کیا پھر کہا کہ مولانا احمد علی صاحب دونوں اقوال میں تطبیق دینے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ یہ تطبیق دینا درست نہیں کیونکہ حافظ بن حجر تو امام نووی کی غلطی نکال رہے ہیں(۳) مولانا انور شاہ صاحب نے مولانا احمد علی صاحب کی جو غلطی نکالی ہے کہ وہ تطبیق دے رہے ہیں۔اصل میں غلطی یہ نہیں۔ بلکہ احمد علی صاحب کی غلطی یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو امام نووی کا مؤید بنا رہے ہیں۔

نتیجہ:

بہرحال اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے احادیث کی تعداد شمار کرنے میں بڑی احتیاط کی ہے۔مگر جو تعداد بیان کی ہے۔اس سے تعداد حقیقت اور

---

(۱) والذی یظهر من التفصیل الآتی أن الصحیح ما فی مقدمة الفتح وهو تعالی أعلم (فیض الباری جلد ۱ ص ۳۹).

(۲) والصواب کما فی المقدمة وما فی شرحه فهو سهو من الناسخ (مقدمة فیض الباری ص ۳۹)

(۳) قال الحافظ فی المقدمة :ان العدد الذی ذکره النووی لأحادیث البخاری لیس بصواب ثم ذکر ما هو الصواب عنده تفصیلا وتصدیٰ مولٰنا أحمد علی السهارنفوری رضی الله عنه محشی البخاری .الی صورة التوفیق بینهما وهو عندی من باب توجیه القائل بما لا یرضی به قائله .ان الحافظ رد بنفسه علی النووی رضی الله عنه فکیف یمکن أن لا یکون بینهما خلاف (مقدمة فیض الباری ص ۳۹)

واقع میں زیادہ ہے۔ موجودہ وقت میں محمد فؤاد مصری نے بخاری کی مسند احادیث پر نمبر لگائے ہیں۔ آخری حدیث کا نمبر سات ہزار پانچ سو تریسٹھ ہے (۷۵۶۳) حافظ ابن حجر کی تعداد اس سے کم ہے۔ محمد فؤاد والی تعداد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مسلسل نمبر لگا رہے ہیں۔ تکرار سمیت مسندات کی تعداد سات ہزار پانچ سو تریسٹھ ہے (۷۵۶۳)۔ (۱) اگر مسندات معلقات، تنبیہات اور موقوفات کی تعداد شمار کی جائے تو مجموعہ دس ہزار آٹھ سو چھپن بنتا ہے (۷۵۶۳+۱۳۴۱+۳۴۴+۱۶۰۸:۱۰۸۵۶) انتہائی کوشش کے بعد یہ تعداد معلوم ہوئی ہے۔ پھر بھی غلطی کا امکان موجود ہے۔

کتاب بخاری کے نسخے

بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری کی کتاب الجامع الصحیح المسند کو نوے ہزار آدمیوں نے سنا ہے۔ (۲) مگر جو نسخے ہم تک بسند متصل ان کے شاگردوں کی وساطت سے پہنچتے ہیں وہ چار ہیں۔

نسخہ اول حافظ فربری کا نسخہ:

ان کا نام ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہے ۳۲۰ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ انہوں نے کتاب بخاری کو امام بخاری سے دو مرتبہ سنا ہے ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فربر میں سنا۔ فربر میں امام بخاری سے ۲۴۸ھ میں الجامع الصحیح کو سنا۔ اور ۲۵۲ھ ہجری میں بخارا میں سنا (۳) فربری والا نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ فربری سے آگے اس نسخہ کو نقل کرنے والے نو افراد ہیں۔ ان نو آدمیوں میں سے تین ابواسحٰق ابراہیم بن احمد مستملی ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی اور ابوالہیثم محمد بن مکی کشمیہنی مشہور ہیں۔ ان تینوں کے آگے

(۱) فتح الباری جلد ۱۳ ص ۵۳۷ آخری حدیث کا نمبر ۷۵۶۳ ہے۔

(۲) ذکر الفربری أنه سمع منه تسعون ألفا (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱)

(۳) فتح الباری ج ۱ ص ۵

بیان کرنے والے بزرگ ابوذر عبداللہ بن احمد ہروی ہیں اس نسخہ کا نام نسخہ ابی ذر ہے فربری سے اس نسخہ کو نقل کرنے والے ۹ آدمی ہیں۔ان سے آگے اس نسخہ کو سترہ آدمی نقل کرتے ہیں۔اگر شاگردوں کے لحاظ سے نسخوں کا اعتبار کیا جائے تو یہ فربری والا نسخہ سب سے زیادہ معتبر ہے۔فربری کے شاگردوں کے سترہ نسخے ہو جائیں گے۔ان سترہ میں سے ابوذر والا نسخہ زیادہ قابل اعتبار ہے۔

نسخہ ثانیہ حافظ نسفی کا نسخہ:

ان کا نام ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی ہے۔(۱) یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں ۲۹۴ھ ہجری میں فوت ہوئے۔(۲) انہوں نے جامع بخاری کو امام بخاری سے براہ راست سنا ہے۔ابوعلی جیانی اپنی کتاب **تقیید المھمل** میں لکھتے ہیں کہ حافظ نسفی نے ساری کتاب امام بخاری سے نہیں سنی۔چند اوراق رہ گئے تھے وہ اوراق امام بخاری سے اجازۃ نقل کرتے ہیں۔(۳) اس طرح یہ معمولی سا نقص رہ گیا فربری نے تمام کتاب امام بخاری سے سنی ہے۔تو فربری کا نسخہ زیادہ عمدہ ہے۔ابراہیم بن معقل کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے۔ان کے آگے ہمیں یہ نسخہ صرف ایک شاگرد کے واسطہ سے پہنچ رہا ہے۔اس کے برعکس فربری سے آگے نو آدمی نقل کرتے ہیں اس وجہ سے حافظ نسفی کے اس نسخہ کو وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی جو نسخہ فربری کو ہوئی۔

نسخہ ثالثہ حافظ نسوی کا نسخہ:

ان کا نام حماد بن شاکر نسوی ہے۔انہوں نے بھی کتاب بخاری کو امام بخاری سے براہ راست سنا ہے۔لیکن کچھ مقامات کی سماعت ان سے بھی رہ گئی۔ان کی وفات تقریبا ۲۹۰ھ ہجری میں ہوئی۔(۴) ان کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے

(۱) ابراھیم بن معقل النسفی (مقدمة الباری ص ۴۹۱)

(۲) فتح الباری جلد ۱ ص ۵ (۳) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۴) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

۔ان سے آگے اس نسخہ کو بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے۔تو فربری کے نسخہ کی نسبت حماد بن شاکر کے نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

نسخہ رابعہ حافظ بزدوی کا نسخہ:

ان کا نام ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینۃ بزدوی ہے۔(۱) حافظ بزدوی ۳۲۹ھ میں فوت ہوئے ۔(۲) امام بخاری کے شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے شاگردوں میں شامل ہیں۔ان کے نسخہ کو بھی نقل کرنے والا ایک شخص ہے اس وجہ سے اس نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

بعض لوگ حافظ محاملی کا نام لیتے ہیں۔کہ ان کا بھی بخاری کا نسخہ ہے۔ان کا نام قاضی حسین بن اسمٰعیل محاملی ہے۔امام بخاری جب آخری مرتبہ بغداد گئے تو وہاں حافظ محاملی چند مجلسوں میں شریک ہوئے۔محاملی کے پاس بخاری کا کوئی نسخہ نہیں تھا صرف امام بخاری کی چند مجلسوں میں شریک ہوئے تھے۔(۳) لہذا کتاب بخاری کو محاملی کے واسطہ سے نقل کرنا دہری غلطی ہے۔اور حافظ محاملی کے واسطہ سے پانچواں نسخہ بنالینا درست نہیں۔کیونکہ ان کے پاس بخاری کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔

یہ بات تو واضح ہوچکی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابوذر کے نسخہ کو باقی نسخوں سے زیادہ قابل اعتبار سمجھا ہے۔مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔(۴) کہ میرے

---

(۱) اصل لفظ قرینہ بالنون ہے یہ لفظ فتح الباری جلد اول صفحہ ۵ پر حافظ ابن حجر نے خود ضبط کیا ہے مقدمہ فتح الباری ص۴۹۱ پر بالباء لکھا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

(۲) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۳) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۴) أولاها بالاعتبار عندی نسخة الصغانی لأنه یقول انه نقلها من النسخة التی قرأت علی المصنف رحمه الله تعالی لکن الحافظ لا یری فیها مزیة ویعامل معها ما یعامل مع سائر النسخ وأما الآن فینبغی أن یعتمد علی نسخة القسطلانی لأنه اعتمد علی نسخة الحافظ شرف الدین الیونینی جهبذ زمانه وحافظ أنواعه لأن السلطان أراد مرة أن یعرب البخاری وجمع له أفاضل عصره فجاء الیونینی فصحح متون الأحادیث وابن مالک صاحب الألفیة فأعربها قال القسطلانی فوجدت النصف الأول من نسخة الیونینی فاعتمدت علیها فی شرحی (مقدمة فیض الباری ص۳۷)

نزدیک حافظ شمس الدین صغانی کا نسخہ زیادہ معتبر ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ نسخہ اس نسخہ سے منقول ہے جو نسخہ براہ راست امام بخاری پر پڑھا گیا۔ پھر وہ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اس نسخہ کو باقی نسخوں سے امتیازی حیثیت نہیں دیتے مگر ان کا یہ شکوہ درست نہیں۔ پھر مولینا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ آج کل جو نسخہ زیادہ صحیح ہے۔ وہ قسطلاتی کا نسخہ ہے قسطلانی حافظ ابن حجر کا شاگرد ہے۔ صحیح ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ علامہ یونینی نے سلطان وقت کے حکم سے متن بخاری کی تصحیح کی تھی اس نسخہ سے علامہ قسطلانی نے اپنے نسخہ کی تصحیح کی تھی۔ اس لئے یہ نسخہ زیادہ معتمد ہے۔

بخاری کے نسخوں کے متعلق مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری کے انیس نسخے ہیں۔ (۱) اگر انیس سے مراد امام بخاری کے شاگرد ہوں جو بخاری سے نقل کرنے والے ہیں۔ تو یہ بات غلط ہے اس لئے کہ نقل کرنے والے شاگرد چار ہیں حافظ محاملی کا نسخہ ثابت نہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے تو صرف پانچ نسخے بنیں گے انیس پھر بھی نہیں بنتے۔ اگر امام بخاری کے کل شاگرد مراد لئے جائیں کہ کل شاگردوں کے نسخے مراد ہیں۔ تو وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ امام بخاری سے براہ راست صحیح بخاری کو نوے ہزار شاگردوں نے سنا ہے۔ (۲) پھر بھی انیس والی بات غلط ہے۔ اگر یہ صورت ہو کہ فربری کے شاگردوں کو شمار کیا جائے۔ تو وہ نو ہیں۔ اور دوسرے تین بزدوی، نسوی اور نسفی کو شمار کیا جائے۔ تو یہ کل بارہ ہوں گے۔ اگر فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کو شمار کیا جائے۔ تو وہ سترہ ہیں اگر یہ سترہ اور دوسرے تینوں کو شمار کیا جائے تو یہ بیس بنتے ہیں۔ اصل میں شاہ صاحب کو فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کو شمار کرنے میں غلطی لگی ہے وہ سترہ ہیں۔ انہوں نے سولہ شمار کیا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب کو تھوڑا سا وہم ہو گیا ہے۔

(۱) ونسخه تسعة عشر (مقدمة فيض البارى ص۳۷)

(۲) وقد سمعه منه تسعون الف رجل (مقدمة فيض البارى ص۳۷)

جامع بخاری کی کتب اور اس کے ابواب کی تعداد

بیان کیا جاتا ہے کہ بخاری کے اندر مذکورہ کل کتب کی تعداد نوے ہے۔محمد فؤاد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق کل کتب کی تعداد دستانوے ہے۔اور بعض بزرگ کل کتب کی تعداد سو سے بھی زیادہ بیان کرتے ہیں۔تو کتب بخاری کی تعداد کا اختلاف نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔کہ ایک نسخہ میں کتاب کا لفظ ہوتا ہے دوسرے نسخہ میں یہ لفظ نہیں ہوتا۔اس وجہ سے کتب بخاری کی تعداد میں فرق آگیا۔

بخاری میں کل ابواب کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔اور محمد فؤاد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق ابواب کی تعداد تین ہزار آٹھ سو ستاون ہے۔یہ تعداد بھی تقریبا ہے کیونکہ کتاب التفسیر میں امام بخاری سورۃ کے عنوان سے ترجمہ شروع کر دیتے ہیں آگے باب کے لفظ نہیں ہوتے۔اگر ان تراجم کو باب کے عنوان سے شمار کیا جائے تو ابواب کی تعداد تین ہزار آٹھ سو ستاون سے بڑھ جائے گی۔

اس طرح امام بخاری نے ان تین ہزار آٹھ سو ستاون ابواب میں احادیث سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔اگر ہر باب میں ایک مسئلہ بھی ثابت کریں۔تو تین ہزار آٹھ سو ستاون مسائل ہیں۔حالانکہ عام طور پر ہر باب میں دو تین مسئلے ہوتے ہیں۔ہاں کئی ابواب میں ایک ہی مسئلہ ہوتا ہے اور کچھ ابواب بلا ترجمہ و مسئلہ بھی ہیں۔تو ایک شخص تین ہزار آٹھ سو ستاون مسائل کو قرآن وحدیث سے ثابت کر رہا ہے۔پھر بھی کوئی ان کی فقاہت میں شک کرے تو یہ اس کے دل کی بیماری ہے اسی لئے بہت سے علماء کرام امام بخاری کو مجتہد مطلق کہتے ہیں (۱) یہ کتاب امام بخاری کی فقاہت پر زبردست دلیل ہے مشہور ہے "فقہ البخاری فی تراجمہ" ہمارے شیخ مکرم استاذ معظم امام العصر محدث گوندلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے صحیح بخاری مجتہد گر ہے۔

احادیث صحیحین کے ثبوت کی قطعیت

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں مذکورہ بعض

(۱) اعلم أن البخاری مجتهد لا ریب فیه (مقدمة فیض الباری ص ۵۸)

احادیث کا اثبات قطعی ہے۔اور بعض کا اثبات ظنی ہے اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔کہ متواتر احادیث کا ثبوت قطعی ہے۔اور تمام علماء کرام یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صحیحین کی متفق علیہ روایات کا ثبوت ظنی ہے۔البتہ صحیحین کی وہ احادیث جو متواتر نہیں اور متفق علیہ بھی نہیں۔ان میں اہل علم کا اختلاف ہے۔آیا ان کا ثبوت قطعی ہے یا کہ ظنی ہے؟ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ ایسی تمام احادیث کا ثبوت ظنی ہے۔امام نووی نے تقریب اور شرح مسلم میں جمہور کے اس مسلک کی تائید کی ہے لیکن بعض متاخر محقق فرماتے ہیں۔کہ ایسی احادیث کا ثبوت قطعی ہے چنانچہ ابواسحٰق اسفرائینی،ابوعبداللہ حمیدی،ابوالفضل بن طاہر،حافظ ابن الصلاح شہرزوری،حافظ ابن تیمیہ حرانی،شمس الائمۃ سرخسی حنفی،حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر بزرگ ان احادیث کی قطعیت کے قائل ہیں کہ بخاری ومسلم کی وہ روایات جو نہ متفق علیہ ہوں اور نہ ہی متواتر ہوں ان کا ثبوت قطعی ہے۔مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔(۱) کہ اگرچہ یہ لوگ تعداد کے اعتبار سے تھوڑے ہیں مگر ان کی رائے ہی قابل اعتبار ہے اور اسی قسم کے افراد کے بارے میں کہا گیا ہے۔

تعیرنا أنا قلیل عدیدنا : فقلت لها ان الکرام قلیل

فریقین کے دلائل:

جو علماء کرام ان احادیث کی ظنیت کے قائل ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ خبر واحد اصل میں ظنی ہے بعد میں اس خبر کو شہرت بھی حاصل ہو جائے تو اصل میں خبر واحد ہے۔اس لئے قطعیت ثابت نہیں ہو سکتی۔دوسرا فریق جو قطعیت کا قائل ہے مثلاً: حافظ ابن الصلاح وغیرہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔کہ اس بات پر اجماع ہے کہ صحیحین کی احادیث مقبول بالاجماع ہیں۔اور جو مقبول بالاجماع ہو وہ مظنون الثبوت

(۱) هؤلآء وان كانوا أقل عددا الا أن رأيهم هو الرأی وقد سبق فی مثل السائر :
تعیرنا أنا قلیل عدیدنا :فقلت لها ان الکرام قلیل (مقدمةفیض الباری ص ۴۵)

بالاجماع ہو گی ۔اور ہر وہ حدیث جو مظنون الثبوت بالاجماع ہو گی ۔وہ مقطوع الثبوت ہوتی ہے کیونکہ مظنون الثبوت بالاجماع میں خطا کا احتمال نہیں ۔اور مقطوع الثبوت کا مطلب بھی یہی ہے کہ خلاف کا احتمال نہ رہے۔

مولانا انور شاہ صاحب مقطوع الثبوت ہونے کی ایک دوسری دلیل پیش کرتے ہیں ۔کہ اجماع کو ملحوظ رکھ بھی لیا جائے تو یہ بعد میں حاصل ہوا ہے۔اصل میں وہ خبر واحد ہے۔(۱) اس سے قطعیت کیسے حاصل ہو گی ؟اصل دلیل یہ ہے کہ مخبرین کی صفات میں فرق ہوتا ہے۔کئی مخبرین کی صفات میں صداقت اور عدالت زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک آدمی کی خبر سے قطعیت حاصل ہو جاتی ہے۔اور بعض مخبر جو ان صفات کے حامل نہ ہوں۔ان کی اخبار میں شک ہوتا ہے انتھی۔

بخاری ومسلم کی وہ روایات جو نہ منتقد علیہ ہیں ۔اور نہ ہی متواتر ہیں ۔وہ ان اوصاف کی حامل ہیں ۔کہ ان سے قطعیت حاصل ہو جاتی ہے ۔کسی جگہ تعداد زیادہ ہونے کے باوجود ان صفات کی وجہ سے قطعیت زیادہ حاصل ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ قطعیت اور ظنیت میں دراصل جو علماء کا اختلاف ہے یہ صرف لفظی ہے۔کیونکہ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔کہ احادیث قطعی ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان میں قطعیت نظریہ ہے۔تو قطعیت کے قائلین قطعیت نظریہ کے قائل ہیں۔جو لوگ یہ کہتے ہیں۔کہ احادیث قطعی نہیں وہ قطعیت ضروریہ کی نفی کرتے ہیں قطعیت نظریہ کی نفی نہیں کرتے۔لہذا نفی اور اثبات کے محل الگ الگ ہیں اثبات کا محل قطعیت نظریہ ہے اور نفی کا محل قطعیت ضروریہ ہے۔اختلاف معنوی وحقیقی کے لئے ضروری ہے کہ محل ایک ہو

---

(۱) لأن ما هو ظني في الأصل لا ينقلب قاطعا بالاشتهار فيما بعد فاطباق الأمة على خبرهما لا يصلح دليلا على افادة القطع لكونها أحادا في الأصل نعم يمكن أن يفيد القطع بالنظر الى حال الاسناد وأحوال الرجال وهذا جهة أخرى الا ترى أن الواجا جليل القدر اذا أخبرك بأمر فنظرت الى حاله وثقته وعلمه ودينه أيقنت بخبره كفلق الصبح ولا يبقى في نفسك قلق واضطراب (مقدمة فيض الباري ۴۶)

مولانا انور شاہ صاحب حافظ ابن حجر کی تائید کرتے ہیں کہ یہ اختلاف لفظی ہے معنوی نہیں۔(۱) حافظ ابن حجر کے مذکورہ بالا کلام کی تشریح مولانا انور شاہ صاحب ہی نے کی ہے۔مگر حافظ ابن حجر کا کلام اس تشریح پر آسانی سے منطبق نہیں ہوتا۔پھر فریقین کے دلائل سے معلوم ہو رہا ہے کہ اختلاف لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے۔کیونکہ جو قطعیت کے ثبوت میں دلائل پیش کرتے ہیں وہ قطعیت ضروریہ کے ہیں۔اور جو قطعیت کے قائل نہیں۔وہ ان کے پیش کردہ دلائل کو محل تنقید بناتے ہیں۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ قطعیت ضروریہ کے قائل نہیں۔ان کے مباحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطعیت والے جس چیز کو ثابت کرتے ہیں انکار والے اسی چیز سے انکار کرتے ہیں لہذا دونوں کا محل ایک ہوا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جو قطعیت کے قائل نہیں وہ ظنی میں درجات کے قائل ہیں۔ایک ظنی کا درجہ دوسری ظنی سے ارجح ہوتا ہے۔جب تفاوت درجات ہے تو معلوم ہوا کہ جن میں قطعیت ہوگی ان میں اعلی درجہ والی ظنیت ہوگی۔مگر یہ توجیہ درست نہیں۔کیونکہ وہ ظنیت میں درجات کے قائل ہیں۔اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ قطعیت کے بھی قائل ہوں گے۔کیونکہ وہ ظنیت کے درجات بناتے ہیں قطعیت کے درجات نہیں بناتے۔بلکہ وہ قطعیت کے قائل ہی نہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

قطعیت والے تلقی بالقبول کی جو دلیل پیش کرتے ہیں کہ صحیحین کی غیر متواتر اور غیر منتقد علیہ روایات کو جو تلقی بالقبول حاصل ہے۔وہ اس وجہ سے ہے۔کہ مقبول بالاجماع ہیں۔اور جو مقبول بالاجماع ہوں وہ مظنون الثبوت بالاجماع ہوتی ہیں اور

---

(۱) جعل الحافظ هذا النزاع راجعا الى النزاع اللفظى فلم يبق في نفس افادة القطع خلاف ولا شقاق وانما هو فى أن تلك الافادة بديهية أو نظرية فمن ذهب الى أنها تفيد القطع أراد به النظرى ومن أنكرها أراد به الضرورى هذا فانه تحقيق حقيق بالقبول (مقدمة فيض البارى ص ۴۶)

جو مظنون الثبوت بالا جماع ہو۔ وہ مقطوع الثبوت ہوتا ہے۔ اس دلیل پر اعتراض یہ ہے۔ کہ مظنون الثبوت کا مقطوع الثبوت ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ظن سے ان کی قطعیت کی نفی ہے اس کی ظنیت پر اجماع ہے اس سے وہ قطعی الثبوت کیسے ہوگئی؟ لہٰذا اس کو قطعیت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

جواب:

مظنون الثبوت بالا جماع کا مطلب یہ ہے کہ ایک محدث نے تحقیق کی اس سے ظن الثبوت حاصل ہوا کہ وہ نبی ﷺ سے ہے۔ دوسرے محقق نے تحقیق کی۔ اس سے بھی ظن الثبوت حاصل ہوا۔ جب الگ الگ محدث ایک چیز پر جمع ہوئے۔ تو اجتماع الظنون سے قطعیت حاصل ہوگئی۔ جیسے خبر واحد اجماع سے متواتر ہو جاتی ہے اس کی ظنیت پر اجماع نہیں۔ بلکہ الگ الگ ظن تھے۔ جب وہ ایک ہو گئے۔ تو ان سے قطعیت حاصل ہوگئی۔ دو مثالوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ قرآن معجز ہے مثلاً: ایک عالم نے تحقیق کی۔ تو اس کی تحقیق میں ظن ہے دوسرے نے تحقیق کی۔ تو ظن حاصل ہوا تو دونوں کے اجتماع سے قطعیت حاصل ہوگئی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ ایک مسئلہ اجتہادی ہے۔ جب دوسرے مجتہد نے اجتہاد کیا۔ تو وہ بھی پہلے کے مطابق ہوا۔ یہ اس کا اپنا ظن ہے۔ لیکن جب دونوں کے ظنون کا اجتماع ہوا۔ تو ان سے قطعیت حاصل ہوگئی۔ تو صحیحین کی خبر آحاد ظن کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب بہت سے ظنون جمع ہو گئے۔ تو قطعیت حاصل ہوگئی۔ اس مقام پر ہمارے لئے دو فائدے ہیں۔

فائدہ اولی:

پہلا فائدہ یہ ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ صحیحین کی غیر متواتر اور غیر متفقد علیہ روایات قطعی الثبوت ہیں۔ ان سے کتاب اللہ پر زیادتی کی جا سکتی ہے جو ظن

سے زیادت کے قائل ہیں۔ان کی بات تو واضح ہے۔لیکن جو کتاب اللہ پر زیادت کے لئے قطعیت کی شرط لگاتے ہیں۔(۱)ان کے نزدیک بھی یہ زیادت جائز ہونی چاہیے کیونکہ انہوں نے ان روایات کی قطعیت کو تسلیم کرلیا ہے۔جیسے مولانا انور شاہ صاحب اور سرخسی وغیرہ۔

پھر وہ اس کا یہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔کہ متواتر اور مشہور سے کتاب اللہ پر زیادت ہوتی ہے باقی سے نہیں ہوگی۔کیونکہ اس سے جو قطعیت حاصل ہوتی ہے۔وہ اسناد میں نظر وفکر کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔بخلاف متواتر اور مشہور کے ان میں قطعیت اسناد کے اندر نظر وفکر سے حاصل نہیں ہوتی۔لہذا اسناد میں نظر وفکر کی وجہ سے جو قطعیت حاصل ہوگی۔اس سے کتاب اللہ پر زیادت جائز نہیں۔

لیکن ان کا یہ جواب اس لئے کمزور ہے کہ جس طرح اسناد پر نظر وفکر سے یہ روایات قطعی الثبوت بنی ہیں۔تو متواتر اور مشہور بھی تو اسناد کی کثرت کی وجہ سے مخصوص درجہ پر فائز ہوئی ہیں۔یہ ان سے کم ہیں لیکن اعلی اوصاف کی حامل ہونے کی وجہ سے قطعی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے۔کہ مشہور حدیث کے متعلق اصول فقہ میں لکھا ہوتا ہے کہ مشہور حدیث ظن غالب کا فائدہ دیتی ہے۔جب وہ ظن غالب سے کتاب اللہ پر زیادت کر سکتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر زیادت کے لئے قطعیت لازم نہیں۔

اب تو یہ خبر قطعی ہو چکی ہے۔جس طرح اب یہ خبر واحد ہے اس طرح مشہور بھی قرن اول میں خبر واحد تھی۔جب اصل میں خبر واحد سے زیادت ہوسکتی ہے۔تو اس قطعی سے بھی زیادت جائز ہونی چاہیے۔

---

(۱) ان خبر الصحيحين اذا أفاد القطع وان كان نظريا على ما حققناه سابقا فهل تجوز منه الزيادة أو لا والذى عندى انه لا تجوز لأنها أخبار أحاد بعد لم ترق الى مرتبة المتواتر والمشهور (مقدمة فيض البارى ص ۵۰)

فائدہ ثانیہ:

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں: کہ صحیحین کی غیر متواتر اور غیر متفقہ علیہ روایات کی قطعیت والی یہ جو دلیل ہے کہ مظنون الثبوت بالاجماع ہے۔اور مظنون الثبوت بالاجماع مقطوع الثبوت ہوتا ہے۔اس دلیل سے یہ بات لازم آتی ہے کہ صرف بخاری ومسلم کی غیر متواتر اور غیر متفقہ علیہ روایات کو قطعی الثبوت ہونا چاہیے۔کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو اکیلے تلقی بالقبول حاصل ہے۔اور وہ مظنون الثبوت ہیں۔اس لئے ان کو قطعی الثبوت ہونا چاہیے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہوا کہ جو حدیث متواتر ہو۔اس کا ثبوت بالاتفاق قطعی ہے۔لیکن اس کا اثبات ظنی اور قطعی دونوں طرح کا ہوسکتا ہے۔اثبات سے مراد اس کی دلالت ہے۔جیسے

"وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها"

اس کی نماز پر دلالت قطعی نہیں۔کیونکہ تسبیح بغیر نماز کے بھی ہوسکتی ہے۔لیکن اس کا ثبوت قطعی ہے۔وہ روایات جو بخاری ومسلم میں ہوں۔وہ متواتر نہ ہوں۔اور نہ ہی متفقہ علیہ ہوں۔تو ان کے ثبوت میں اختلاف ہے۔جمہور کے نزدیک ان کا ثبوت ظنی ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک قطعی ہیں صحیحین کے متفقہ علیہ روایات کا ثبوت ظنی ہے مگر ان کی دلالت قطعی بھی ہوسکتی ہے۔

شروحات بخاری

جامع بخاری کی علماء نے بہت سی شرحیں لکھی ہیں کشف الظنون میں ان کی تفصیل موجود ہے مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں بخاری کی چند شرحوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔(۱)

(۱) الأول اعلام السنن للامام الخطابی هو أبو سليمن أحمد بن محمد بن ابراهيم بن خطاب البستی الخطابی

الثانی:عمدة القاری للعلامة بدر الدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی المتوفی سنة ۸۵۵ھ

الثالث :شرح ابن بطال وهو الامام أبو الحسن علی بن خلف الشهير بابن بطال المغربی المالکی

الرابع :شرح ابن التين وهو الامام عبد الواحد بن التين.

الخامس: شرح ابن المنير وهو الامام ناصر الدين علی بن محمد بن المنير الاسکندرانی وهو کبير فی نحو عشر مجلدات.

السادس: شرح المغلطائی وهو الامام الحافظ علاء الدين المغلطائی بن قليج الترکی المصری الحنفی وهو شرح کبير سماه التلويح .

السابع :شرح الکرمانی وهو العلامة شمس الدين محمد بن يوسف بن علی الکرمانی وسماه الکواکب الدراری قال الحافظ ابن حجر فی الدرر الکامنة وهو شرح مفيد علی أوهام فيه فی النقل لأنه لم يأخذه الا من الصحف .

الثامن:شرح ابن الملقن وهو الامام سراج الدين علی بن الملقن الشافعی وسماه شواهد التوضيح وهو شرح کبير فی نحو عشرين مجلدا.

التاسع:شرح الزرکشی وهو الشيخ بدر الدين محمد بن بهادربن عبد الله الزرکشی الشافعی وسماه التنقيح وعليه نکت للحافظ ابن حجر .

العاشر :شرح الفاضل العلامة شهاب الدين أحمد بن محمد الخطيب القسطلانی وسماه ارشاد الساری

الحادی عشر:شرح العلامة شمس الدين أبی عبد الله بن محمد بن عبد الدائم بن موسی البرماوی الشافعی فی أربعة أجزاء سماه اللامع الصبيح.

الثانی عشر:شرح الامام محی الدين يحيی بن شرف النووی .

الثالث عشر:شرح الحافظ عماد الدين اسماعيل بن عمر بن کثير الدمشقی

الرابع عشر:شرح الحافظ زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلی سماه فتح الباری .

الخامس عشر:شرح العلامة سراج الدين عمر بن رسلان البلقينی الشافعی وسماه الفيض الجاری

السادس عشر :شرح المهلب ابن أبی صفرة الأزدی (مقدمة تحفة الاحوذی ص۲۷ ۱)

بیان کیا جاتا ہے کہ بخاری کی پچاس سے زائد شرحیں ہیں۔(۱)اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ حنفی علماء کرام کی تصنیف کردہ جتنی بخاری کی شرحیں ہیں۔ان تمام سے اعلی ترین عمدۃ القاری ہے۔اور شافعی علماء کرام کی شروحات بخاری سے اعلی ترین شرح فتح الباری ہے اگر یوں کہا جائے۔کہ بخاری کی جتنی بھی شرحیں ہیں ان میں سے اعلی ترین عمدۃ القاری اور فتح الباری ہیں ۔(۲)تو یہ کہنا بے جانہ ہوگا۔پھر ان دونوں میں سے فتح الباری عمدہ اور اعلی شرح ہے۔اس طرح تمام شروحات بخاری سے اعلی اور عمدہ ترین شرح فتح الباری ہوئی۔اور یہ بھی مشہور ہے کہ عمدۃ القاری خود فتح الباری سے ہی ماخوذ ہے۔اصل بات یہ ہے کہ فتح الباری کے مؤلف حافظ ابن حجر اور عمدۃ القاری کے مؤلف مولانا بدرالدین عینی دونوں آپس میں رشتہ دار تھے۔تو فتح الباری کے اجزاء کسی طرح علامہ عینی کو حاصل ہو جاتے تھے۔تو وہ ان سے مواد لے کر اپنی شرح کی زینت بنا لیتے تھے چنانچہ عمدۃ القاری کی عبارات اور الفاظ اس بات کا شاہد عدل ہیں۔کہ کئی ایک مقامات پر عمدۃ القاری میں من وعن عبارت وہ درج ہوتی ہے جو فتح الباری میں ہے پھر عمدۃ القاری کے اندر جو اعرابی،معانی اور لغوی مباحث ہیں وہ صرف ابتدائی اجزاء میں ہیں۔بعد میں ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔مولانا انور شاہ صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔(۳) کہ فتح الباری عمدۃ القاری سے عمدہ اور اعلی شرح ہے۔اور مرادی معنی بیان کرنے میں فتح الباری عمدۃ القاری سے بلند پایہ ہے۔انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان دو شرحوں کے بعد جتنی بھی شرحیں لکھی گئیں وہ سب ان دو شرحوں سے ماخوذ ہیں۔(۴)مولانا کی اس بات سے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہا کہ فتح الباری کے بعد

(۱) وعلق علیه ثلاث وخمسون شرحا (مقدمة فيض الباری ص۳۷)

(۲) كأن شرحي العيني والحافظ صارا مسندين لمن شرحه بعدهما كالخير الجاری (مقدمة فيض الباری ص۳۸)

(۳) ثم شرح الحافظ أفضل الشروح باعتبار صنعة الحديث والاعتبار وحسن التقرير واتساق النظم وبيان المراد وأما شرح العينی فأحسنها للألفاظ شرحا وأتمها تفسيرا وأكثرها لنقول الكبار جمعا (مقدمة فيض الباری ص۳۸)

(۴) وهناك شروح آخر كلها كالعيال لهذين الشرحين (مقدمة فيض الباری ص۳۸)

عمدۃ القاری سمیت جتنی شرحیں لکھی گئیں وہ سب فتح الباری سے ماخوذ ہیں۔ ہاں علامہ عینی نے چند ایک مقامات میں فتح الباری پر اعتراضات کئے ہیں۔ جب حافظ ابن حجر کو پتہ چلا تو حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اعتراضات جمع کئے۔ جمع کے بعد جو اعتراضات دقیق اور مشکل تھے ان کے جوابات دے دیئے۔ اور جن اعتراضات کا جواب بالکل واضح تھا ان کا جواب نہیں دیا بلکہ اعتراض کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی۔ حافظ ابن حجر نے اپنی اس کتاب کا نام انتقاض الاعتراض رکھا ہے۔ آج کل وہ چھپ چکی ہے۔

مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ انتقاض الاعتراض میں علامہ عینی کے اعتراضات نقل کئے۔ لیکن کئی کا جواب نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعتراض سن کر متحیر ہو گئے۔ (۱) مگر ان کی یہ بات غلط ہے کیونکہ حافظ ابن حجر خود تحریر کر چکے ہیں **وترکت البیاض لظھور الجواب** اس وجہ سے ان کو متحیر بنانا ناانصافی ہے تو مجموعی لحاظ سے فتح الباری بخاری کی اعلیٰ ترین شرح ہے۔

فتح الباری کی خوبی یہ ہے کہ ضرورت سے زائد بات نہیں کرتے۔ کہ خواہ مخواہ بات کو کھینچتے چلے جائیں۔

محدث وفقیہ بنانے والی چار کتب

ہمارے شیخ حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ آدمی چار کتب ازبر کر لینے سے اعلیٰ درجے کا محدث وفقیہ بن جاتا ہے وہ چار کتابیں فتح الباری نیل الاوطار، زاد المعاد اور محلی ابن حزم ہیں۔

بیان کرتے ہیں کہ امام شوکانی سے کسی نے سوال کیا کہ بخاری کی شرح لکھیں۔ تو انہوں نے جواب دیا **لا ھجرۃ بعد الفتح** جیسے فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں اس طرح فتح الباری کے بعد کسی شرح کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) وأجاب عن بعضھا وترک جواب بعضھا بیاضا فدل علی تحیرہ فی جوابہ (مقدمۃ فیض الباری ص ۳۸)

جامع بخاری کے چند ایک فضائل

سابقہ مباحث میں جامع بخاری کے کئی ایک فضائل اور مناقب بیان ہو چکے ہیں ان کے علاوہ چند ایک فضائل درج ذیل ہیں۔

پہلی فضیلت:

حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں (۱)

صنفت الجامع من ستمائة الف حديث في ست عشرة سنة وجعلته حجة فيما بيني وبين الله (۲)

''کہ میں نے جامع صحیح کو چھ لاکھ احادیث سے سولہ سال کی مدت میں تصنیف کیا ہے۔ اور اسے اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا ہے''

تو یہ کتاب امام بخاری اور اللہ کے درمیان حجت ہے۔ کہ اے اللہ میں نے تیرے دین کے لئے یہ کام کیا ہے۔ تو یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ ایسی کتاب تصنیف کریں جو حجت کا کام دے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب

مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ''مقدس رسول'' کے نام سے ایک کتاب لکھی کیونکہ ایک ہندو نے رنگیلا رسول کے نام سے کتاب لکھی تھی۔ جس میں اس نے رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات کئے تھے۔ تو مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے رنگیلا رسول کے جواب میں کتاب مقدس رسول لکھی۔ مولانا اعزاز علی فرماتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب

(۱) سمعت محمدبن اسماعيل البخاري يقول صنفت كتابي الصحاح لست عشرة سنة خرجته من ستمائة ألف حديث وجعلته حجة فيما بيني وبين الله تعالى (تاريخ بغداد ص ۱۴ جلد ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹)

(۲) قال سمعت السمعاني يقول سمعت بعض أصحابنا يقول قال محمد بن اسماعيل: أخرجت هذا الكتاب يعني الصحيح من زهاء ستمائة ألف حديث (تاريخ بغداد ص ۸ جلد ۲)

کی نجات کے لئے ان کی باقی کتب کو نہ بھی دیکھا جائے تو صرف یہی کتاب مقدس رسول کافی ہے۔اسی طرح ان کی کتاب ''حق پرکاش'' جو ''ستیارتھ پرکاش'' کے جواب میں ہے اس میں مصنف نے اسلام پر اعتراضات کئے ہیں جن کا مولانا ثناء اللہ صاحب نے جواب دیا ہے۔امام بخاری کی جامع اللہ اور ان کے درمیان حجت ہوگئی۔لیکن یہ امت مسلمۃ پر بھی بہت بڑا احسان ہے۔کہ انہوں نے صحیح صحیح احادیث ایک جگہ جمع کردیں۔

دوسری فضیلت:

عمر بن محمد بجیری فرماتے ہیں۔کہ میں نے امام بخاری سے سنا۔

یقول صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما أدخلت فیه حدیثا حتی استخرت الله تعالی وصلیت رکعتین وتیقنت صحته (۱)

''کہ آپ فرمارہے تھے۔کہ میں نے اپنی کتاب جامع کو مسجد حرام میں تصنیف کیا۔اور میں نے اس میں ہر حدیث داخل کرنے سے پہلے استخارہ کیا۔دو رکعت نماز پڑھی اور صحت کا یقین کیا''

محمد بن یوسف فربری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین (۲)

''کہ میں نے صحیح بخاری میں حدیث درج کرنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعات نماز پڑھی''

---

(۱) قال عمر بن محمد بن بجیر البجیری سمعت محمد بن اسماعیل یقول صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما أدخلت فیه حدیثا حتی استخرت الله تعالی وصلیت رکعتین وتیقنت صحته (مقدمةفتح الباری ص ۴۸۹)

(۲) سمعت محمد بن یوسف الفربری یقول قال البخاری ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین (مقدمة فتح الباری ص۷)

تو یہ بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ یہ کتاب مسجد حرام میں تصنیف کی گئی۔

اعتراض:

یہ بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو سولہ سال میں تصنیف کیا ہے۔ اور اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری کتاب مسجد حرام میں تصنیف کی گئی۔ حالانکہ امام بخاری سولہ سال مکہ میں نہیں رہے اس لئے ان کی یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟

جواب:

تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے تصنیف کا آغاز، ترتیب اور تراجم ابواب یہ سب کچھ مسجد حرام میں ہی تصنیف کیا۔ پھر مختلف تراجم کے تحت مختلف احادیث کے لئے پھرتے رہے۔ اس طرح ان تراجم کے تحت احادیث کو درج کر دیا۔

تیسری فضیلت:

حافظ ابن عدی نے کئی ایک مشائخ سے نقل کیا ہے۔

ان البخاری حول تراجم جامعه بین قبر النبی ﷺ ومنبره (۱)

"کہ امام بخاری نے رسول اللہ ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان تراجم کی تحویل کی"

یہ مقام بہت افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما بین منبری وبیتی روضة من ریاض الجنة" (۲)

---

(۱) قال سمعت عبد الله بن عدی یقول سمعت عبد القدوس بن همام یقول سمعت عدة من المشائخ یقولون :حول محمد بن اسماعیل البخاری تراجم جامعه بین قبر النبی ﷺ ومنبره وکان یصلی لکل ترجمة رکعتین (تاریخ بغداد ص ۹ جلد ۲)

روی ابن عدی عن جماعة من المشائخ أن البخاری حول تراجم جامعه بین قبر النبی ﷺ ومنبره وکان یصلی لکل ترجمة رکعتین (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹)

(۲) عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی (متفق علیه .مشکوة المصابیح ص ۶۸)

ایسی جگہ امام بخاری ابواب کی تحویل کررہے ہیں۔

اعتراض:

امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو مسجد حرام میں(۱)اور سولہ سال کی مدت میں تصنیف کیا(۲)اوراب یہ بیان کررہے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر نبوی کے درمیانی مقام میں تصنیف کیا ہے یہ دونوں بیان کیسے درست ہو سکتے ہیں؟

جواب:

اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اصل تصنیف مسجد حرام میں شروع کی اور یہ جوفرما رہے ہیں۔ کہ میں نے ابواب کی تحویل روضة من رياض الجنة میں کی ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسودہ سے مبیضہ میں تحویل کا کام مسجد نبوی میں کیا ہے۔ لہذا امام بخاری کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔

چوتھی فضیلت:

امام ابواحمد حاکم فرماتے ہیں:

رحم الله محمد بن اسماعيل الامام فانه ألف الأصول وبين للناس و كل من عمل بعده فانما أخذه من كتابه كمسلم فرق أكثر كتابه في كتابه وتجلد فيه حق الجلادة حيث لم ينسبه اليه (۳)

''کہ اللہ تعالی امام بخاری پر رحم فرمائے۔ انہوں نے جامع بخاری کو تصنیف کیا

(۱) يقول صنفت الجامع فی المسجد الحرام (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹)

(۲) عن البخاری قال صنفت الجامع من ستمائة ألف حديث فی ست عشرة سنة (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹)

(۳) حكاه أبو يعلى الخليلی الحافظ فی الارشاد ما ملخصه "رحم الله محمد بن اسماعيل فانه ألف الأصول يعنی أصول الأحكام من الأحاديث وبين للناس و كل من عمل بعده فانما أخذه من كتابه كمسلم بن الحجاج (مقدمة فتح الباری ص ۱ ا و ص ۴۹۰)

اصول جمع کئے اور لوگوں کے لئے احادیث کو بیان کیا۔ان کے بعد جتنے بھی مصنفین آئے انہوں نے اسی کتاب سے مواد لیا۔جیسے امام مسلم ہیں انہوں نے بخاری کا اکثر حصہ اپنی کتاب کے اندر درج کیا اور جسارت سے کام لیتے ہوئے اس کو آپ کی طرف منسوب بھی نہیں کیا کہ وہ امام بخاری کی احادیث ہیں"

ابوالحسن دار قطنی فرماتے ہیں:

انما أخذ مسلم كتاب البخارى فعمل فيه مستخرجا وزاد فيه أحاديث (۱)

"کہ امام مسلم نے کتاب بخاری کو سامنے رکھا۔اوران کی احادیث کو اپنی سند سے بیان کیا اور کچھ زائد احادیث بیان کیں"

تو یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ بعد میں آنے والے اس کو مأخذ سمجھتے ہیں (۲) اور مواد حاصل کرتے ہیں۔

پانچویں فضیلت:

حافظ ابونصر وائلی سجزی فرماتے ہیں:

أجمع أهل العلم الفقهاء وغيرهم على أن رجلا لو حلف بالطلاق على أن جميع ما في البخارى مما روى عن النبى ﷺ قد صح عنه أن رسول الله ﷺ قاله لا شك فيه أنه

---

(۱) قال الدار قطنی لما ذکر عنده الصحیحان "لو لا البخاری لما ذهب مسلم ولاجاء وقال مرة اخری "وأی شیء صنع مسلم انما أخذ كتاب البخاری فعمل عليه مستخرجا وزاد فيه زيادات (مقدمة فتح الباری ص ۱۱، مقدمة فتح الباری ص ۴۹)

(۲) قال سمعت أبا عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ يقول سمعت أبی يقول رأيت مسلم ابن الحجاج بين يدی محمد بن اسمٰعيل البخاری وهو يسأله سوال الصبی المتعلم (تاريخ بغداد ص ۲۹ جلد ۲)

لا یحنث والمرء ة بحالها فی حبالته (۱)

''کہ تمام علماء فقہاء وغیرہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی شخص یہ قسم اٹھالے کہ بخاری کی وہ تمام مرفوع روایات جو نبی ﷺ سے روایت کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں ایسا نہ ہوتو میری بیوی کو طلاق ہوتو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی وہ عورت اس کی بیوی رہے گی''

گویا صحیح بخاری پر قسم دی جا سکتی ہے۔

چھٹی فضیلت:

ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

کنت نائما بین الرکن والمقام فرأیت النبی ﷺ فی المنام فقال لی یا أبا زید الی متی تدرس کتاب الشافعی ولا تدرس کتابی فقلت یا رسول اللہ وما کتابک ؟قال جامع محمد بن اسماعیل (۲)

''کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا۔تو خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ نے مجھے فرمایا: ابوزید تو کب تک شافعی کی کتاب پڑھتا رہے گا اور میری کتاب کو نہیں پڑھتا؟ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی کون سی کتاب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا۔محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح میری کتاب ہے''

تو اس واقعہ سے بخاری کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہو رہی ہے کہ ابوزید مروزی کے خواب میں رسول اللہ ﷺ اس کو اپنی کتاب قرار دے رہے ہیں۔

---

(۱) وکذلک مطلق قول الحافظ أبی نصر الوائلی السجزی "أجمع أهل العلم الفقهاء وغیرهم علی أن رجلا لو حلف بالطلاق أن جمیع ما فی کتاب البخاری مما روی عن النبی ﷺ قد صح عنه ورسول اللہ ﷺ قاله لا شک فیه أنه لا یحنث والمرء ة بحالها فی حبالته (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۳)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹

(تیسرا حصہ)

امام بخاری

علم حدیث، کتب حدیث اور کتاب بخاری کے متعلق ضروری مباحث ہو چکی ہیں اب امام بخاری کی ولادت نسب ان کی طالب علمی کا ابتدائی زمانہ، ابتدائی زمانہ میں ان کی ذہانت وفطانت اور ان کی محدثانہ وفقیہانہ مہارت کے متعلق امور زیر بحث آئیں گے ان شاء اللہ تعالی

نام ونسب:

ان کی کنیت ابوعبداللہ، نام محمد والد کا نام اسماعیل دادے کا نام ابراہیم پر دادے کا نام مغیرہ اور مغیرہ کے والد کا نام بردزبہ ہے۔ امام بخاری کی دو نسبتیں ہیں ایک نسبت بخاری والی جو آپ کے وطن بخارا کی طرف ہے۔ دوسری نسبت جعفی ہے یہ ولائے اسلام کی نسبت ہے۔

امام بخاری کا پورا نام بمع کنیت ونسبت (۱)

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری ہے۔

بردزبہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی زراعت پیشہ آدمی ہوتا ہے (۲) چونکہ آپ زراعت کیا کرتے تھے۔ اس لئے بردزبہ کہا جاتا ہے یہ اپنی قوم کے مذہب پر مجوسی تھا۔ (۳) بردزبہ کا لڑکا اور ابراہیم کا والد مغیرہ یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان

(۱) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۷

(۲) قال أبو نصر الباهلي سمعت بكر بن منير يقول: ابن بردزبة هو بالبخارية وبالعربية الزراع (تاريخ بغداد ص ۱ ج ۲)

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۷

ہوا۔اس لئے یہ جعفی کے نام سے مشہور ہوگئے۔ یہ نسبت نسبی لحاظ سے نہیں بلکہ ولائے ایمان کے لحاظ سے ہے۔اسی وجہ سے امام بخاری کو جعفی کہا جاتا ہے۔(۱)مغیرہ بن بردزبہ کے لڑکے ابراہیم جو امام بخاری کے دادا ہیں۔ان کے حالات کتابوں میں نہیں ملتے امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم نہایت متقی اور محدث آدمی تھے کتاب الثقات لابن حبان میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔(۲)امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر میں بھی ان کے کچھ نہ کچھ حالات ملتے ہیں۔امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم کے استاد حماد بن زید اور امام مالک بن انس ہیں۔امام بخاری لکھتے ہیں صافح ابن المبارک (۳)''کہ انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے مصافحہ کیا ہے'' اور اہل عراق نے اسماعیل بن ابراہیم سے روایات بھی نقل کیں ہیں۔

ولادت:

امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بعد از نماز جمعہ بخارا شہر میں پیدا ہوئے۔مستیز بن عتیق فرماتے ہیں:

أخرج لي ذلك محمد بن أسماعيل بخط أبيه

''کہ امام بخاری نے مندرجہ بالا تاریخ ولادت اپنے باپ کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی مجھے دکھائی''

یہ تاریخ ولادت دوسری اسانید سے بھی امام بخاری سے مروی ہے۔

بچپن کے حالات زندگی:

امام بخاری چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد ماجد دنیا سے رحلت فرما گئے۔پھر ان کی

(۱) مقدمة فتح الباری ص۴۷۷

(۲) فقال في الطبقة الرابعة اسماعيل بن ابراهيم والد البخاری يروی عن حماد بن زيد ومالک وروی عنه العراقيون (مقدمة فتح الباری ص۴۷۷)

(۳) وذكره ولده في التاريخ الكبير فقال اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة سمع من مالک وحماد بن زيد وصافح ابن المبارک (مقدمة فتح الباری ص۴۷۷)

والدہ نے ان کی تربیت کی غنجار نے تاریخ بخارا میں اور لا لکائی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے

ان محمد بن اسماعیل ذهبت عيناه فی صغره فرأت والدته الخليل ابراهيم فی المنام فقال لها يا هذه قد رد الله علی ابنک بصره بكثرة دعائک قال فاصبح وقد رد الله عليه بصره

''کہ امام بخاری چھوٹے ہی تھے۔ کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ان کی والدہ نے بہت دعائیں کیں۔ کہ بچے کی بینائی واپس آجائے۔ چنانچہ ایک دفعہ خواب میں والدہ نے ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا تو انہوں نے والدہ کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالی نے تیرے بیٹے کی بینائی واپس کردی ہے''

صبح ہوئی تو دیکھا کہ بینائی لوٹی ہوئی ہے۔(۱)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں ابھی قرآن حفظ کرنے میں تھا کہ مجھے حفظ حدیث کا الہام ہوگیا تھا ''ألهمت حفظ الحديث وأنا فی الكتاب''(۲) پھر میں مکتب سے فارغ ہوگیا۔ اس وقت میری عمر تقریباً دس سال تھی۔ قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور کچھ ابتدائی کتابیں پڑھ لیں تھیں۔ پھر میں نے مختلف اساتذہ کے پاس آنا جانا شروع کیا (۳)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام داخلی کے پاس گیا۔ تو وہ لوگوں کے سامنے حدیث بیان کررہے تھے۔ اس دوران انہوں نے ایک سند پڑھی۔

''سفيان عن أبی الزبير عن ابراهيم فقلت له يا أبا فلان ان

---

(۱) يقول سمعت شيخی يقول: ذهبت عينا محمد بن اسماعيل فی صغره فرأت والدته فی المنام ابراهيم الخليل عليه السلام فقال لها: ياهذه قد رد الله علی ابنک بصره لكثرة بكائک أو لكثرة دعائک قال فأصبح وقد رد الله عليه بصره (تاريخ بغداد ص ۱۰ ج ۲ ورواه فی مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۳) فجعلت اختلف الی الداخلی وغيره فقال يوما فيما يقرأ للناس سفيان عن أبی الزبير عن ابراهيم فقلت يا أبافلان ان ابا الزبير لم يرو عن ابراهيم فانتهرنی فقلت له ارجع الی الأصل ان كان عندک (مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸)

أبا الزبير لم يرو عن ابراهيم (۱)فانتهرني فقلت له ارجع الى الاصل ان كان عندك فدخل فنظر فيه ثم رجع فقال كيف هو يا غلام ؟فقلت هو الزبير وهو ابن عدي عن ابراهيم فأخذ القلم وأصلح كتابه وقال لي صدقت "(۲)

تو میں نے اس سند پڑھنے پر کہا۔ ابوالزبیر ابراہیم سے روایت نہیں کرتا۔ پس امام داخلی نے مجھے ڈانٹا تو میں نے کہا۔ کہ اگر آپ کے پاس اصل نسخہ ہے تو دیکھ لیجئے چنانچہ وہ گھر داخل ہوئے اور اصل کو دیکھا۔ اور کہا کہ اے لڑکے تو نے کیسے کہا تھا؟ تو میں نے بتایا **هو الزبير وهو ابن عدي عن ابراهيم** کہ سفیان کے بعد زبیر ہے جو ابن عدی ہیں۔ وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں۔ تو امام داخلی نے قلم لیا۔ اور اپنی کتاب درست کی اور مجھے کہا۔ کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں ابوالزبیر ہی لکھا ہوا تھا۔ اصل میں زبیر بن عدی تھا جو کتاب میں غلط لکھا گیا تھا۔ ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مدلس راوی ہیں وراق بخاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جب آپ نے امام داخلی کی غلطی نکالی تو اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: گیارہ سال تھی (۳) امام بخاری فرماتے ہیں جب میں نے سولہویں سال میں قدم رکھا اس وقت میں نے عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح کی کتابیں حفظ کی ہوئی تھیں اور اہل الرائے کے کلام کو بھی خوب سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ (۴)

---

(۱) فقلت له :يا أبا فلان ان أبا الزبير لم يرو عن ابراهيم (تاريخ بغداد ص۵ ج۲)

(۲) مقدمة فتح البار يص۴۷۸ وفي رواية فأخذ القلم مني وأحكم كتابه فقال :صدقت (تاريخ بغداد ص۷ ج۲

(۳) فقال له بعض أصحابه :ابن كم كنت اذ رددت عليه ؟فقال ابن احدى عشرة (تاريخ بغداد ص۷ ج۲ ومقدمة فتح الباري ص۴۷۸)

(۴) فلما طعنت في ست عشرة سنة حفظت كتب ابن المبارك ووكيع وعرفت كلام هؤلآء (تاريخ بغداد ص۷ ج۲) وقال عرفت كلام هؤلآء يعني أصحاب الرأي (رواه في مقدمة فتح الباري ص۴۷۸)

امام بخاری فرماتے ہیں۔ پھر میں نے مختلف اساتذہ کے پاس جا کر علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔اس سلسلہ میں پہلا سفر سولہ سال کی عمر میں اس وقت کیا جب اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے (۱) بھائی اور والدہ دونوں واپس آ گئے۔ بھائی احمد حج سے واپس آ کر فوت ہو گئے۔امام بخاری حجاز میں ہی علم حدیث کے لئے ٹھہر گئے۔ چھ سال امام بخاری حجاز میں ٹھہرے رہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاری نے یزید بن ہارون، ابوداؤد طیالسی اور عبدالرزاق صنعانی کا زمانہ پایا ہے۔اگر امام بخاری پہلے سفر شروع کرتے۔تو طبقہ عالیہ سے ان کے بہت سے اساتذہ ہوتے (۲) امام بخاری نے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا ہے۔(۳) امام بخاری کا ارادہ ہوا کہ یمن کا سفر کر کے عبدالرزاق کو ملیں۔تو کسی نے بتایا کہ وہ تو فوت ہو گئے ہیں۔لہذا وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔لیکن بعد میں پتہ چلا۔کہ وہ اس وقت فوت نہیں ہوئے تھے۔اس لئے امام بخاری ان سے بالواسطہ حدیث بیان کرتے ہیں۔(۴) سہل بن سری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا۔میں شام، جزیرہ اور مصر دو دو مرتبہ گیا ہوں۔بصرہ میں علماء کے پاس چار مرتبہ گیا ہوں۔مزید فرماتے ہیں کہ میں کوفہ اور بغداد طلب حدیث کے لئے بے شمار مرتبہ گیا ہوں۔اور حجاز میں چھ سال قیام کیا ہے۔(۵)

ابتدائی زمانہ میں ذہانت کی مثال:

فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے کہ حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں۔امام بخاری ہمارے ساتھ حدیث حاصل کرنے کے لئے مشائخ بصرہ کے پاس آتے جاتے

---

(۱) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

(۲) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

(۴) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

(۵) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

تھے۔ درآں حالانکہ وہ ابھی بچے تھے۔ سولہ دن گزر گئے۔ امام بخاری کے ساتھی لکھتے تھے لیکن امام بخاری نہیں لکھتے تھے تو امام بخاری کے ساتھیوں نے آپ کو ملامت کی (۱) تو امام بخاری نے فرمایا۔ کہ اپنی کاپیاں لاؤ۔ ہم نے وہ کاپیاں نکالیں۔ تو ان میں پندرہ ہزار سے زیادہ احادیث تھیں۔ امام بخاری نے وہ سب کی سب زبانی پڑھ دیں یہاں تک کہ ہم امام بخاری کے حافظہ سے اپنی کاپیوں کی تصحیح کرتے تھے۔ (۲) اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا حافظہ ابتداء میں ہی کس قدر قوی تھا۔ نیز امام بخاری چھوٹی عمر میں کافی علم حاصل کر چکے تھے۔

محمد بن ازہر سجستانی فرماتے ہیں:

کنت فی مجلس سلیمان بن حرب والبخاری معنا یسمع ولا یکتب فقیل لبعضهم ماله لا یکتب فقال یرجع الی بخاریٰ ویکتب من حفظه (۳)

”کہ ہم سلیمان بن حرب کی مجلس میں تھے۔ اور امام بخاری ہمارے ساتھ سنتے تھے لکھتے نہیں تھے۔ کسی نے ان کے بعض سے کہا کہ امام بخاری کو کیا ہے کہ صرف سماع پر اکتفاء کرتے ہیں لکھتے نہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ واپس بخارا جا کر اپنے حافظہ سے احادیث لکھ لیں گے“

ابوبکر بن عیاش الاعین کہتے ہیں:

---

(۱) فلمناه بعد ستة عشر یوما فقال أکثرتم علی فأعرضوا علی ما کتبتم (رواه فی مقدمة فتح الباری ص۴۷۸)

(۲) قال سمعت حاشد بن اسماعیل یقول کان أبو عبد الله محمد بن اسماعیل یختلف معنا الی مشائخ البصرة وهو غلام فلا یکتبُ حتی أتی علی ذلک أیام وکنا نقول له انک تختلف معنا ولا تکتب فما معناک فیما تصنع ؟ فقال لنا بعد ستة عشر یوما انکما قد أکثر تما علی وألححتما وأعرضا علی ما کتبتما فأخرجنا ما کان عندنا فزاد علی خمسة عشر ألف حدیث فقرأها کلها عن ظهر قلب حتی جعلنا نحکم کتبنا علی حفظه (تاریخ بغداذ ص۱۵ ج۲)

(۳) مقدمة فتح الباری ص۴۷۸

کتبنا عن محمد بن اسماعیل وھو أمرد علی باب محمد ابن یوسف الفریابی"

کہ ہم محمد بن یوسف فریابی کے دروازے پر محمد بن اسماعیل سے حدیثیں لکھتے تھے۔ جب کہ وہ بے ریش تھے۔(۱)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: کہ محمد بن یوسف فریابی کا انتقال ۲۱۲ھ میں ہوا۔ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا ابو بکر بن عیاش اور ان کے ساتھیوں کا محمد ابن یوسف فریابی کے دروازے پر امام بخاری سے احادیث لکھنا اٹھارہ یا اس سے کم سال کی عمر میں ہوا(۲) یہ اٹھارہ سال والی عمر اس صورت میں ہوگی کہ ان کا حدیث لکھنا محمد بن یوسف کے انتقال والے سال ہو۔ اس وقت امام بخاری بے ریش تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کو چھوٹی عمر میں ہی شیخ کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا۔

کاتب بخاری ابو جعفر محمد بن ابی حاتم امام بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ کہ امام بخاری نے فرمایا:

کنت فی مجلس الفریابی فقال حدثنا سفیان عن أبی عروۃ عن أبی الخطاب عن أبی حمزۃ فلم یعرف أحد فی المجلس من فوق سفیان فقلت لھم أبو عروۃ ھو معمر بن راشد وأبو الخطاب ھو قتادۃ بن دعامۃ وأبو حمزۃ ھو أنس بن مالک

"کہ میں فریابی کی مجلس میں تھا۔ تو انہوں نے کہا حدثنا سفیان عن ابی عروۃ عن ابی الخطاب عن ابی حمزۃ(۳) تو حاضرین میں سے کسی نے نہ پہچانا کہ سفیان سے اوپر

---

(۱) قال نبأنا أبو بکر الأعین قال: کتبنا عن محمد بن اسماعیل علی باب محمد بن یوسف الفریابی وما فی وجھہ شعرۃ فقلت ابن کم کنت؟قال: کنت ابن سبع عشرۃ سنۃ (تاریخ بغداد ص۱۵ ج۲، مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸)

(۲) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص۴۷۸

والے راوی کون ہیں؟ تو امام بخاری کہتے ہیں۔ میں نے کہا ابو عروۃ معمر بن راشد ہیں ابو الخطاب قتادہ بن دعامۃ ہیں۔ اور ابو حمزہ انس بن مالک ہیں"

امام بخاری فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کی عادت تھی کہ مشہور راویوں کی کنیت ذکر کر دیتے تھے۔ (۱) جس کا اہل مجلس کو علم نہیں ہوتا تھا۔ تب وہ حیران رہ جاتے تھے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رواۃ کے نام اور ان کی کنیت دونوں کا یاد رکھنا ضروری ہے اس لئے اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ رواۃ کے اسماء اور کنٰی کا پہچاننا انتہائی ضروری معاملہ ہے۔

امام بخاری کے مشائخ اور ان کے طبقات

امام بخاری کے مشائخ اور اساتذہ بہت زیادہ ہیں۔ محمد بن ابی حاتم وراق بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے خود فرمایا:

كتبت عن ألف وثمانين نفسا

"کہ میں نے ایک ہزار اسی شیوخ سے حدیث لکھی ہے"

وہ مزید فرماتے ہیں:

ليس فيهم الا صاحب حديث (۲)

"کہ ایک ہزار اسی کے اندر سب کے سب محدث تھے"

امام بخاری ہی کا بیان ہے

"لم اكتب الا عمن قال الايمان قول وعمل (۳)

"کہ میں نے حدیث صرف ان سے لکھی ہے۔ جن کا مذہب یہ ہے کہ ایمان قول وعمل دونوں کا نام ہے"

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

ان کا مقصد یہ ہے کہ مرجیہ سے میں نے حدیث نہیں لکھی۔اس بیان سے ایک عقدہ حل ہو گیا۔کہ مکی بن ابراہیم امام بخاری کے استاد ہیں۔اور مکی بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔مگر مکی بن ابراہیم مرجیہ نہیں۔کیونکہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے مرجیہ سے حدیث نہیں لکھی۔کسی مرجیہ کا شاگرد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی مرجیہ ہو گیا ہو۔حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔کہ امام بخاری کے اساتذہ پانچ طبقات میں منحصر ہیں۔(۱)

امام بخاری کے اساتذہ کے طبقات

طبقہ اولی:

پہلے طبقہ میں امام بخاری کے وہ اساتذہ اور مشائخ شامل ہیں جنہوں نے امام بخاری کو تابعین سے احادیث سنائیں۔مثلا:امام بخاری کے استاد محمد بن عبد اللہ انصاری ہیں۔یہ حضرت حمید طویل سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (۲) یہ حمید طویل حضرت انس بن مالک کے شاگرد ہیں۔حمید طویل کی کئی صحابہ سے ملاقات ثابت ہے امام بخاری کے استاد مکی بن ابراہیم اور ابو عاصم نبیل ہیں (۳) یہ دونوں یزید بن ابی عبید سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔یہ یزید بن ابی عبید تابعی ہیں۔

بخاری کی اکثر ثلاثیات مکی بن ابراہیم سے ہیں۔ایک مکی بن ابراہیم دوسرے تابعی ہیں۔اور تیسرے صحابی ہیں۔ابونعیم فضل بن دکین امام بخاری کے استاد وشیخ ہیں یہ حضرت سلیمان بن مہران اعمش سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (۴) یہ سلیمان تابعی ہیں امام بخاری کے ایک اور استاد خلاد بن یحیی ہیں۔یہ عیسی بن طہمان سے حدیثیں بیان

(۱) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۲) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۴) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

کرتے ہیں(۱)اور یہ تابعی ہیں۔علی بن عیاش اور عصام بن خالد یہ دونوں حریز بن عثمان سے حدیثیں بیان کرتے ہیں(۲)عبیداللہ بن موسی اپنے استاد اسماعیل بن ابی خالد سے حدیثیں بیان کرتے ہیں(۳)امام بخاری کے دوسرے بہت سے اساتذہ ہیں جو امام بخاری کو حدیثیں تابعین سے بیان کرتے ہیں مشائخ بخاری میں یہ اعلی طبقہ ہے۔

طبقہ ثانیہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ مشائخ شامل ہیں۔جو طبقہ اولی کے ہم عصر ہیں لیکن ثقات تابعین سے سماع ثابت نہیں(۴)مثلا: آدم بن ایاس،ابومسہر عبدالاعلی بن مسہر،سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان۔یہ طبقہ ثانیہ کے مشائخ ہیں۔جن سے امام بخاری احادیث نقل کرتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ استاد شامل ہیں جن کی تابعین سے بالکل ملاقات ثابت نہیں(۵)مثلا: سلیمان بن حرب،قتیبہ بن سعید،نعیم بن حماد،علی بن مدینی یحیی بن معین،احمد بن حنبل،اسحق بن راہویہ،ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ شامل ہیں۔یہ طبقہ امام بخاری کے مشائخ کا درمیانہ طبقہ ہے۔اس طبقہ سے روایت کرنے میں امام مسلم بھی بخاری کے شریک ہیں۔

طبقہ رابعہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ مشائخ شامل ہیں جو طلب حدیث میں امام

(۱) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۸

(۲) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۸

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۴) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۵) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

بخاری کے رفیق رہے یا تھوڑا عرصہ پہلے علم حدیث پڑھا (۱) مثلا: محمد بن یحیی ذھلی، ابو حاتم رازی، عبد بن حمید، احمد بن نصر اور محمد بن عبد الرحیم صاعقہ شامل ہیں اس طبقہ سے امام بخاری نے وہ احادیث روایت کی ہیں جو پہلے تینوں طبقات سے نہیں مل سکیں

طبقہ خامسہ:

امام بخاری کے مشائخ میں پانچویں طبقہ کے وہ استاد ہیں جو عمر اور اسناد کے لحاظ سے امام بخاری کے شاگردوں میں شامل ہیں مثلا: (۲) عبداللہ بن حماد الآملی، عبداللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیرہم شامل ہیں۔ امام بخاری نے خاص خاص فائدے کے تحت ان سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ مثلا: ایک حدیث اساتذہ اور ساتھیوں سے نہیں ملی۔ تو وہ حدیث اپنے شاگردوں سے بیان کریں گے۔ اس فعل میں امام بخاری نے وکیع بن جراح کے مقولہ پر عمل کیا ہے۔

لا یکون الرجل عالما حتی یحدث عمن ہو فوقہ وعمن ہو مثلہ وعمن ہو دونہ (۳)

''کہ آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ اپنے سے اعلی اپنے ہم عمر اور اپنے سے نیچے والے سے بیان نہیں کرتا''

بلکہ امام بخاری خود فرماتے ہیں:

لا یکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن ہو فوقہ وعمن ہو مثلہ وعمن ہو دونہ (۴)

یعنی طبقات ثلاثہ سے بیان کرے۔ تب کامل محدث ہوگا تو یہ امام بخاری کے اساتذہ کرام تھے۔ جو پانچ طبقات پر مشتمل ہیں۔

---

(۱) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۲) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

(۴) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۹

امام بخاری کا زہد، ان کی سیرت اور ان کے فضائل وشمائل

امام بخاری کے والد ماجد اسماعیل بن ابراہیم نے کسب تجارت میں کافی مہارت حاصل کرلی تھی۔ وہ بڑے سوداگر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ چنانچہ موت کے وقت انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے مال کے اندر ایک درہم بھی حرام کا نہیں پاتا۔ اور کوئی درہم مال میں مشتبہ نہیں (۱) چنانچہ وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ سے امام بخاری کو کافی مال حاصل ہوا۔ امام بخاری نے اپنا مال کسی کو مضاربت کے طور پر دے دیا۔ اس آدمی نے لین دین میں امام بخاری کے پچیس ہزار درہم غصب کرلئے۔ اور دینے سے انکار کردیا۔ لوگوں نے امام بخاری سے کہا۔ کہ والی کا رقعہ لے کر اس سے یہ درہم وصول کرلیجئے۔ امام بخاری نے والی سے رقعہ لکھوانے سے انکار کردیا اور فرمایا: لن أبیع دینی بدنیای "کہ میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت نہیں کروں گا" بعد میں اس غریم سے امام بخاری کی صلح ہوگئی۔ صلح اس بات پر ہوئی کہ وہ غریم امام بخاری کو دس درہم ماہانہ ادا کرے گا (۲) اس واقعہ سے امام بخاری کا زہد، ورع اور حکمرانوں سے اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی صفات ظاہر ہورہی ہیں۔

امام بخاری کے وراق فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: (۳) کہ میں خود سودا سلف نہیں خریدتا بلکہ کسی آدمی کو پیسے دے دیتا ہوں وہ میرے لئے چیزیں خرید لاتا ہے وجہ پوچھنے پر امام بخاری نے فرمایا: (۴) کہ میں خود اس لئے نہیں خریدتا کہ خریداری میں کمی زیادتی اور ادھر ادھر کی باتیں بنانا پڑتی ہیں۔ وراق بخاری کے اس بیان سے

(۱) فقال: لا أعلم من مالی درهما من حرام ولا درهما من شبهة (مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۳) قال نبأنا أبو سعید بکر بن منیر سمعت أبا عبد الله محمد بن اسماعیل یقول: منذ ولدت ما اشتریت من أحد بدرهم شیئا قط ولا بعت من أحد بدرهم شیئا قط فسألوه عن شراء الحبر والکواغد فقال: کنت آمر انسانا یشتری لی (تاریخ بغداد ص ۱۱ ج ۲)

(۴) قیل له لم قال لما فیه من الزیادة والنقصان والتخلیط (مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹)

امام بخاری کی صاف گوئی، حق معاملگی اور زبان کی حفاظت والی صفات ظاہر ہو رہی ہیں غنجار نے اپنی تاریخ میں ابوسعید بکر بن منیر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ امام بخاری کے پاس کچھ مال آیا۔ ایک پارٹی آ گئی۔ اس نے مال خریدنا چاہا اور امام بخاری کو پانچ ہزار درہم نفع دینے کی پیش کش کی۔ امام بخاری نے سودا کل تک ملتوی کر دیا دوسرے دن ایک اور پارٹی آ گئی۔ اس نے دس ہزار درہم نفع دینے کی پیش کش کی۔ تو امام بخاری نے دس ہزار درہم کی پیش کش کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا۔

"انی نویت البارحة أن أدفعها الی الأولین فدفعها الیهم وقال لا أحب أن أنقض نیتی" (۱)

امام بخاری کی سیرت

عبداللہ بن محمد صیارفی کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دفعہ امام بخاری کے مکان پر تھا امام بخاری کی لونڈی آئی۔ اور گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ امام بخاری کے سامنے سیاہی کی دوات پر گر پڑی۔ تو امام بخاری نے فرمایا: تو کیسے چل رہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: **"اذا لم یکن طریق فکیف امشی"** ؟ جب راستہ ہی نہ ہو تو میں کیسے چلوں؟ تو امام بخاری نے فرمایا: **اذهبی فقد أعتقتک** "جا میں نے تجھے آزاد کر دیا" تو کسی نے کہا کہ اس نے آپ کو غصہ دلا دیا اور آپ اسے آزاد کر رہے ہیں تو امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو راضی کر لیا ہے۔ (۲) مقصد یہ تھا کہ

(۱) وقال أبو سعید بکر بن منیر: کان حمل الی محمد بن اسماعیل بضاعة أنفذها الیه فلان فاجتمع بعض التجار الیه بالعشیة فطلبوا ها منه بربح خمسة آلاف درهم فقال لهم انصرفوا اللیلة فجاءه من الغد تجار آخرون فطلبوا منه تلک البضاعة بربح عشرة آلاف درهم فردهم وقال انی نویت البارحة أن أدفع الی الذین طلبوا أمس بما طلبوا أول مرة فدفعها الیهم بما طلبوا .یعنی الی الذین طلبوا أول مرة .ودفع الیهم بربح خمسة آلاف درهم وقال لا أحب أن أنقض نیتی (تاریخ بغداد ص ۱۲ ج ۲ ورواه فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

(۲) قال عبد الله بن محمد الصیارفی کنت عند محمد بن اسماعیل فی منزله فجاءته جاریته وأرادت دخول المنزل فعثرت علی محبرة بین یدیه فقال لها: کیف تمشین ؟قالت اذ لم یکن

میں اس کے آزاد کرنے پر خوش ہوں اس واقعہ سے امام بخاری کا اپنے نفس پر قابو پانا غصہ پی جانا اور استغنائے نفس جیسی صفات ظاہر ہو رہی ہیں۔

محمد بن ابی حاتم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم فربر میں تھے۔ امام بخاری نے ایک دن کتاب التفسیر کے سلسلہ میں کافی کام کیا حتیٰ کہ آپ تھک گئے اور چت لیٹ گئے۔ کسی نے امام بخاری سے پوچھا آپ کہا کرتے ہیں

ما أتيت شيئا بغير علم فما الفائدة في الاستلقاء (۱)

"کہ بغیر علم کے میں کوئی کام نہیں کرتا پس آج چت لیٹنے میں کیا فائدہ ہے؟"

تو امام بخاری نے جواب دیا کہ یہاں سے سرحد قریب ہے۔ اور آج کافی کام کرنے کی وجہ سے تھک گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن ہم پر حملہ کر دے۔ اس لئے میں آرام کر رہا ہوں اور دشمن کے حملے کی صورت میں دفاع یا بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکوں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری اس دن جو چت لیٹے تھے۔ وہ دشمن کے دفاع یا بچاؤ کے لئے لیٹے تھے۔ حالانکہ اس کا فائدہ تھکاوٹ دور کرنا ظاہر تھا۔ لیکن وہ اس کو فائدہ نہیں سمجھتے تھے۔

وراق بخاری ہی کا بیان ہے (۲) کہ امام بخاری تیر چلانے میں بہت ماہر تھے

حاشیة صفحة گزشتة: طريق فكيف أمشي؟ فبسط يديه وقال اذهبي فقد أعتقتك قيل له يا أبا عبد الله أغضبتك قال فقد أرضيت نفسي بما فعلت (مقدمة فتح الباري ص ۴۸۰)

(۱) قال وراق البخاري رأيته استلقى ونحن بفربر في تصنيف كتاب التفسير وكان أتعب نفسه في ذلك اليوم في التخريج فقلت له اني سمعتك تقول ما أتيت شيئا بغير علم فما الفائدة في الاستلقاء قال أتعبت نفسي اليوم وهذا ثغر خشيت أن يحدث حدث من أمر العدو فأحببت أن أستريح وآخذ أهبة فان غافصنا العدو كان بنا حراك (رواه في مقدمة فتح الباري ص ۴۸۰ وفي تاريخ بغداد ص ۱۴ ج ۲)

(۲) قال وكان يركب الى الرمي كثيرا فما أعلم اني رأيته في طول ما صحبته أخطا سهمه الهدف الا مرتين بل كان يصيب في كل ذلك ولا يسبق. قال وركبنا يوما الى الرمي ونحن بفربر فخرجنا الى الدرب الذي يؤدي الى الفرضة فجعلنا نرمي فأصاب سهم أبي عبد الله وتد القنطرة التي على النهر فانشق الوتد فلما رأى ذلك نزل عن دابته فأخرج السهم من

ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔فرماتے ہیں کہ میں جتنا عرصہ امام بخاری کے پاس رہا صرف دو دفعہ نشانہ خطا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ہم فربر میں تھے کہ ایک دن بندرگاہ والے راستے پر چلے گئے۔امام بخاری نے تیر چلانے شروع کئے تو سامنے نہر کا ایک پل تھا اس پل کی میخ کو امام بخاری کا ایک تیر آلگا۔وہ میخ ٹوٹ گئی۔امام بخاری اسی وقت چوپائے سے اترے اور تیر چلانے بند کر دیئے۔اور مجھ سے کہا۔

یا أبا جعفر لی الیک حاجة فقلت له ما هی؟قال اذهب الی صاحب هذه القنطرة فتقول اناأخللنابالوتد فنحب أن تأذن لنا فی اقامة بدله أو تأخذ ثمنه وتجعلنا فی حل مما کان منا

”کہ ابوجعفر مجھے تجھ سے ایک کام ہے میں نے کہا فرمایئے کیا کام ہے؟تو امام بخاری نے فرمایا:اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس پل کی میخ کی قیمت وصول کر لو یا ہمیں نئی میخ لگانے کی اجازت دے دو۔یا ہمیں ہماری کوتاہی معاف کر دو ہم نے آپ کا نقصان کیا ہے“

وراق بخاری فرماتے ہیں کہ میں اس پل کے مالک حمید بن اخضر کے پاس گیا اور امام بخاری کی درخواست اس کے سامنے رکھی۔تو حمید بن اخضر نے جواب دیا کہ میری طرف سے امام بخاری کو جا کر سلام پیش کرنا اور کہنا کہ میری تمام مملوکہ چیزیں آپ پر قربان ہوں۔ہم نے انہیں یہ نقصان معاف کر دیا۔ابوجعفر فرماتے ہیں کہ میں نے جب امام بخاری کو اس کا جواب سنایا۔تو امام بخاری بہت خوش ہوئے۔اور مسرت سے

حاشیة صفحة گزشتة:(۲)الوتد وترک الرمی وقال لنا ارجعوا فرجعنا فقال لی یا أباجعفر لی الیک حاجة وهو یتنفس الصعداء فقلت نعم قال :تذهب الی صاحب القنطرة فتقول انا اخللنا بالوتد فنحب أن تأذن لنا فی اقامة بدله أو تأخذ ثمنه وتجعلنا فی حل مما کان منا وکان صاحب القنطرة حمید بن الأخضر فقال لی أبلغ أبا عبد الله السلام وقل له أنت فی حل مما کان منک فان جمیع ملکی لک الفداء فأبلغته الرسالة فتهلل وجهه وأظهر سرورا کثیرا وقرأ ذلک الیوم للغرباء خمسمائة حدیث وتصدق بثلثمائة درهم (رواه فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

چہرہ چمکنے لگا۔ جبکہ اس سے قبل افسوس کی وجہ سے ان کا سانس پھولا ہوا تھا اس روز امام بخاری نے خوش ہو کر تین سو درہم صدقہ کئے۔ اور طلبہ کو پانچ سو حدیثیں سنائیں۔

وراق بخاری کا بیان ہے۔ (۱) کہ امام بخاری فرماتے ہیں:

لا یکون لی خصم فی الآخرة

''کہ آخرت میں مجھ سے کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا''

تو وراق بخاری فرماتے ہیں کہ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ لوگ آپ کی تاریخ پر اعتراض کرتے ہیں۔ (۲) کہ آپ نے فلاں فلاں پر تنقید کی ہے۔ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ تاریخ میں نقد رجال کے لحاظ سے میں نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کی۔ مزید فرمایا:

قال النبی ﷺ بئس أخو العشيرة

''کہ یہ قبیلہ کا برا فرد ہے''

وراق بخاری ہی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا:

ما اغتبت أحدا قط منذ علمت أن الغيبة حرام

''کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ غیبت حرام ہے۔ اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری جرح تضعیف رواۃ کے سلسلہ میں بڑے محتاط واقع ہوئے ہیں۔ (۳) کہ حتی الوسع کسی راوی کے بارے میں کوئی کلمہ نہیں کہتے

---

(۱) قال سمعت بكر بن منير يقول سمعت محمد بن اسماعيل يقول: انی أرجو أن ألقى الله ولا يحاسبنی أنی اغتبت أحدا (تاريخ بغداد ص ۱۳ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

(۲) قال وسمعته يقول لا يكون لی خصم فی الآخرة فقلت ان بعض الناس ينقمون عليك التاريخ يقولون فيه اغتياب الناس فقال انما روينا ذلك رواية ولم نقله من عند أنفسنا وقد قال النبی ﷺ بئس أخو العشيرة قال وسمعته يقول ما اغتبت أحدا قط منذ علمت أن الغيبة حرام (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

(۳) قلت: وللبخاری فی كلامه على الرجال توق زائد وتحر بليغ يظهر لمن تامل كلامه فی الجرح والتعديل فان أكثر ما يقول سكتوا عنه فيه نظر تركوه ونحو هذا (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیں گے:

فيه نظر ،سكتوا عنه ،تركوه

اس قسم کے الفاظ امام بخاری استعمال کرتے ہیں۔

فائدہ:

ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ امام بخاری جس راوی کے بارے میں فیہ نظر کے لفظ بولیں تو اس راوی کی حدیث نا قابل احتجاج ،نا قابل استشہاد اور نا قابل اعتبار ہوتی ہے۔ایسے ہی میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے۔کہ جس راوی کے بارے میں سکتوا عنه کے لفظ استعمال ہوں وہ راوی ضعیف سمجھا جائے گا۔

وراق بخاری ہی بیان کرتے ہیں ۔(۱) کہ ایک دفعہ ہم فربر میں تھے اور امام بخاری بخارٰی کی جانب ایک رباط یعنی اصطبل تعمیر کروا رہے تھے۔امام بخاری کے تعاون کے لئے کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔امام بخاری خود بھی ان کے ساتھ اینٹیں لاتے تھے میں نے کہا کہ لوگ کافی ہیں آپ کو اینٹیں اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔تو امام بخاری نے جواب دیا کہ میرا کام کرنا ہی مجھے فائدہ دے گا۔اسی طرح لوگ کام کرتے رہے اور کھانے کے انتظام کے لئے ایک گائے ذبح کی ۔محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ہم نے فربر جا کر تین درہم کی روٹیاں خریدیں۔ایک درہم کی پانچ مد روٹیاں تھیں۔اس طرح تین درہم کی پندرہ مد روٹیاں ملیں۔ساتھ ایک گائے بھی ذبح کی ہوئی تھی کھانے والوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔سب لوگ کھانا کھا چکے۔تو پھر بھی

---

(۱)قال وراقه أيضا كنا بفربر وكان أبو عبد الله يبنى رباطا مما يلى بخارى فاجتمع بشر كثير يعينونه على ذلک وكان ينقل اللبن فكنت أقول له يا أبا عبد الله انک تكفى ذلک فيقول هذا الذى ينفعنى قال وكان ذبح لهم بقرة فلما أدركت القدور دعا الناس الى الطعام فكان معه مائة نفس أو أكثر ولم يكن علم أنه يجتمع ما اجتمع وكنا أخرجنا معه من فربر خبزا بثلاثة دراهم وكان الخبز اذ ذاک خمسة أمنان بدرهم فألقيناه بين أيديهم فأكل جميع من حضر وفضلت أرغفة صالحة (مقدمة فتح البارى ص ۴۸۱)

روٹیاں بچی ہوئیں تھیں اللہ تعالی نے ان کے کھانے میں برکت کردی۔

وراق بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ طالب علموں پر بڑا احسان کرتے تھے۔(۱) اور آپ کی سخاوت افراط کی حد کو پہنچ چکی تھی۔ امام بخاری کا اپنا بیان ہے کہ پانچ سو درہم میری یومیہ آمدنی ہے۔ جس کو میں طالب علموں پر خرچ کرڈالتا ہوں (۲) امام بخاری خود بہت کم کھانا کھاتے تھے۔ اور روٹی بلا سالن کھاتے تھے۔ چنانچہ ابوالحسن یوسف بن ابو ذر بخاری کا بیان ہے۔(۳) کہ امام بخاری کا قارورہ بعض طبیبوں پر پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔ یہ قارورہ عیسائیوں کے پادریوں کے قارورہ سے ملتا جلتا ہے۔ امام بخاری سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا ''چالیس سال سے سالن نہیں کھایا''

محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں۔(۴) کہ امام بخاری نے فرمایا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آدم بن ابی ایاس کے پاس گیا تو زادِ راہ ختم ہو گیا **حتی جعلت أتناول الحشیش** ''حتی کہ میں نے گھاس کھانی شروع کردی'' اسی حالت میں میرا تیسرا دن تھا۔ کہ ایک آدمی میرے پاس آیا۔ اور دیناروں کی ایک تھیلی مجھے دی۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نے مقسم بن سعد سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رات کو

---

(۱) قال وكان قليل الأكل جدا كثير الاحسان الى الطلبة مفرط الكرم (رواه فى مقدمة فتح البارى ص ۴۸۱)

(۲) يقول: كنت أستغل فى كل شهر خمسمائة درهم فأنفقها فى الطلب وما عند الله خير وأبقى (رواه فى مقدمة فتح البارى ص ۴۸۰)

(۳) حكى أبو الحسن يوسف بن أبى ذر البخارى أن محمد بن اسماعيل مرض فعرضوا ماءه على الأطباء فقالوا ان هذا الماء يشبه ماء بعض أساقفة النصارى فانهم لا يا تدمون فصدقهم محمد بن اسماعيل وقال لم آتدم منذ أربعين سنة (رواه فى مقدمة فتح البارى ص ۴۸۱)

(۴) قال وراق البخارى سمعته يقول خرجت الى آدم بن أبى اياس فتأخرت نفقتى حتى جعلت أتناول حشيش الارض فما كان فى اليوم الثالث أتانى رجل لا أعرفه فأعطانى صرة فيها دنانير (رواه فى مقدمة فتح البارى ص ۴۸۰)

رمضان المبارک میں ایک دفعہ قرآن مجید سناتے تھے۔ ہر رکعت میں بیس آیات تلاوت فرماتے۔اس طرح پورے رمضان میں ایک دفعہ قرآن مجید ختم ہو جاتا اور سحری کے وقت تین راتوں میں قرآن مجید ختم کر دیتے۔اس طرح پورے رمضان میں بیس مرتبہ قرآن مجید ختم ہو جاتا۔ رمضان المبارک کے ایک دن میں ایک دفعہ قرآن مجید ختم کر دیتے اس طرح تیس دفعہ قرآن مجید ختم ہو جاتا۔تو کل رمضان المبارک میں اکتالیس دفعہ قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ رمضان المبارک میں امام بخاری کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔(۱) وراق بخاری ہی کا بیان ہے۔کہ امام بخاری رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان تیرہ رکعتوں میں ایک وتر ہوتا تھا۔(۲)

ابوسعید بکر بن منیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے۔کہ ایک بھڑ نے آپ کو سترہ مرتبہ ڈسا۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ دیکھو مجھے کیا چیز ڈس رہی تھی اور تکلیف دے رہی تھی؟ دیکھا گیا تو ایک بھڑ تھا جس نے سترہ جگہ سے امام بخاری کو ڈسا ہوا تھا۔(۳) وراق بخاری کی روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا:

"كنت فى آية فاحببت أن أتمها" (۴)

(۱) عن مقسم بن سعد قال كان محمد بن اسماعيل البخارى اذا كان أول ليلة من شهر رمضان يجتمع اليه أصحابه فيصلى بهم ويقرأ فى كل ركعة عشرين آية وكذالك الى أن يختم القرؤن وكان يقرأ فى السحر ما بين النصف الى الثلث من القرآن فيختم عند السحر فى كل ثلاث ليال وكان يختم بالنهار فى كل يوم ختمة ويكون ختمه عند الافطار كل ليلة ويقول عند كل ختمة دعوة مستجابة (مقدمة فتح البارى ص ۴۸۱،تاريخ بغداد ص ۱۲ ج ۲)

(۲) وكان يصلى فى وقت السحر ثلاث عشرة ركعة يوتر منها بواحدة (تاريخ بغداد ص ۱۳ ج ۲)

(۳) قال سمعت أبا سعيد بكر بن منير يقول كان محمد بن اسماعيل يصلى ذات يوم فلسعه الزنبور سبع عشرة مرة فلما قضى صلاته قال انظروا اى شيء هذا الذى آذانى فى صلاتى؟ فنظروا فاذا الزنبور قد ورمه فى سبعة عشر موضعا ولم يقطع صلاته (تاريخ بغداد ص ۱۲ ج ۲،مقدمة فتح البارى ص ۴۸۰)

(۴) محمد بن أبى حاتم الوراق قال :دعى محمد بن اسماعيل الى بستان بعض أصحابه فلما حضرت صلوة الظهر صلى بالقوم ثم قام للتطوع فاطال القيام فلما فرغ من صلاته رفع ذيل

''کہ میں ایک آیت پڑھ رہا تھا میں نے چاہا کہ اسے پورا کرلوں''

اس واقعہ سے امام بخاری کی نماز میں خشوع وسکون والی صفات ظاہر ہورہی ہیں

امام بخاری بے حد متواضع تھے۔وراق بخاری فرماتے ہیں کہ ایک روز امام بخاری نے ابومعشر نابینا آدمی سے فرمایا اجعلنی فی حل ''کہ مجھے معاف کردیجئے'' تو اس نابینا آدمی نے پوچھا: کیا چیز میں آپ کو معاف کردوں؟ تو امام بخاری نے فرمایا:

رویت حدیثا یوما فنظرت الیک وقد أعجبت به وأنت تحرک رأسک ویدیک فتبسمت من ذلک قال أنت فی حل یرحمک الله یا أباعبد الله (۱)

''کہ میں نے ایک دن حدیث بیان کی وہ تجھے بھلی معلوم ہوئی میں نے دیکھا تو اپنا سر اور ہاتھ ہلا رہا تھا۔تو میں یہ دیکھ کر مسکرادیا۔پھر مجھے خیال آیا کہ وہ تو نابینا آدمی ہے اسے کیا معلوم ہے؟ تو اس نابینا نے کہا کہ میں نے آپ کو معاف کردیا۔اے ابوعبداللہ آپ پر رحم فرمائے''

تو اس واقعہ سے امام بخاری کی تواضع ظاہر ہوتی ہے کہ ایک نابینا آدمی سے معافی طلب کرتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے۔

امام بخاری مستجاب الدعوات تھے۔دعا کرتے تو فورا قبول ہوجاتی تھی وراق بخاری بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

حاشیة صفحة گزشتة :قمیصه فقال لبعض من معه :انظرهل تری تحت قمیصی شئیا ؟فاذا زنبورقد أبرّه فی ستة عشرأ و سبعة عشر موضعا وقد تورم من ذلک جسده وکان آثار الزنبور فی جسده ظاهرة فقال له بعضهم : کیف لم تخرج من الصلوة فی أول ما أبرّک ؟فقال کنت فی سورة فأحببت أن أتمها .تاریخ بغداد ص۱۳ ج۲ وقال عن محمد بن أبی حاتم وراقه وقال فی آخرها کنت فی آیة فاحببت أن أتمها (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱)

(۱) قال وسمعته یقول لأبی معشر الضریر اجعلنی فی حل یا أبا معشر فقال من أی شیء فقال رویت حدیثا یوما فنظرت الیک وقد أعجبت به وأنت تحرک رأسک ویدیک فتبسمت من ذلک قال أنت فی حل یرحمک الله یا أبا عبد الله (رواه فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

دعوت ربی مرتین فاستجاب لي یعنی فی الحال فلا أحب أن أدعو بعد فلعله ینقص حسناتی (۱)

”کہ میں دو مرتبہ اپنے رب سے دعا کی اس نے فورا قبول کر لی اب میرا جی نہیں چاہتا کہ خدا سے دعا کروں جس سے میری نیکیوں میں کمی آجائے“
کہ اللہ قیامت کے دن کہے کہ میں نے تیری دعا قبول کی اور نیکیاں کم ہوگئی ہیں۔

ایک مرتبہ امام بخاری نے حدیث بیان کی تو کسی نے پوچھا کہ اس کے اندر اخبار کی تصریح موجود ہے؟ تو امام بخاری نے فرمایا:

یا أبا فلان ترانی أدلس وقد ترکت عشرة آلاف حدیث لرجل فیه نظر وترکت مثلها أو أکثر منها لغیره لی فیه نظر (۲)

مقصد یہ تھا کہ میں مدلس نہیں ہوں۔ یہ حدیث مسموع ہے مزید فرمایا کہ میں تو سماع حدیث میں اس قدر محتاط ہوں کہ **لرجل فیه نظر** کی وجہ سے میں نے اس کی دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔ اتنی ہی یا اس سے زیادہ احادیث دوسرے راویوں میں علت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ امام بخاری تدلیس نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ کوئی بات اپنے شیخ سے بصیغہ قال یاعن بیان کریں تو وہ سماع پر محمول ہوگی۔

علی بن محمد بن منصور امام بخاری کے شاگرد ہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک مرتبہ امام بخاری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے امام بخاری کی ڈاڑھی سے تنکا اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ (۳) تو امام بخاری ایک نظر سے لوگوں کو اور دوسری نظر

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱

(۳) سمعت علی بن محمد بن منصور یقول سمعت أبی یقول: کنا فی مجلس أبی عبد الله محمد بن اسماعیل فرفع انسان من لحیته قذاة فطرحها علی الارض قال رأیت محمد بن اسماعیل ینظر الیها والی الناس فلما غفل الناس رأیته مد یدیه فرفع القذاة من الارض فأدخلها فی کمه فلما خرج من المسجد رأیته أخرجها فطرحها علی الارض (رواه فی تاریخ بغداد ص ۱۳ ج ۲، وفی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱)

سے تنکے کو دیکھتے تھے۔ جب دیکھا کہ لوگ اس سے غافل ہو گئے ہیں تو تنکے کو اٹھا لیا جب مسجد سے باہر گئے۔ تو اس کو باہر پھینک دیا۔ گویا انہوں نے سمجھا کہ جو چیز میری ڈاڑھی میں نہیں رہ سکتی وہ مسجد میں کیسے رہ سکتی ہے؟

امام بخاری کے ناصحانہ اشعار

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں امام بخاری سے کچھ ناصحانہ اشعار نقل کئے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری میں شعر گوئی کا ملکہ بھی موجود تھا اور اچھے شعر کہنے پر قادر تھے امام حاکم نے جو اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے نمونہ کے طور پر چند ایک یہ ہیں۔

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع : فعسی أن یکون موتک بغتة
کم صحیح رأیت من غیر سقم : ذهبت نفسه الصحیحة فلتة (۱)

"فارغ اوقات میں نفل نوافل کو غنیمت سمجھو۔ ہوسکتا ہے کہ تجھے اچانک موت آجائے۔ میں نے کتنے ہی تندرست اور صحت مند لوگوں کو دیکھا ہے کہ تندرست نفس یکا یک ختم ہوا۔ اور وہ موت کے گھاٹ اتر گیا"

امام بخاری کی یہ نصیحت بہت مفید ہے کہ فارغ وقت اللہ کی عبادت میں گزاریں اور عجیب اتفاق ہے کہ امام بخاری کی اچانک موت ہوگئی کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ موت ہو جائے گی

مشہور محدث ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی جب فوت ہوئے تو اطلاع ملنے پر امام بخاری نے یہ شعر پڑھا (۲)

ان عشت تفجع بالأحبة کلهم : وفناء نفسک لا أبا لک أفجع

"اگر آپ زندہ رہتے تو اپنے تمام دوستوں کا غم کھاتے۔ اور تیرے نفس کا فنا ہونا زیادہ گھبراہٹ کن ہے"

ان اشعار سے امام بخاری کے قادر الکلام ہونے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱
(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱

امام بخاری اپنے اساتذہ کی نظر میں

امام بخاری کے شیخ حضرت سلیمان بن حرب نے امام بخاری کو دیکھ کر فرمایا تھا **هذا يكون له صيت** (۱) ''کہ اس شخص کو شہرت حاصل ہوگی'' سلیمان بن حرب کی یہ پیش گوئی سچی نکلی امام بخاری کو چار دانگ شہرت حاصل ہوئی امام بخاری کے استاد حضرت احمد بن حفص نے سلیمان بن حرب سے ملتی جلتی پیش گوئی فرمائی (۲)

وراق بخاری ابو جعفر محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا آپ بیان کر رہے تھے کہ جب میں اپنے شیخ حضرت اسماعیل بن ابی اویس کی احادیث سے کچھ احادیث لیتا۔ تو میرے استاد میری منتخب شدہ احادیث کو اپنے لئے لکھوا لیتے اور فرماتے:

هذه الأحاديث قد انتخبها محمد بن اسماعيل من حديثي (۳)

''کہ یہ وہ احادیث ہیں جن کو محمد بن اسماعیل نے میری حدیثوں سے منتخب کیا ہے''

تو امام بخاری کے استاد نے امام بخاری کے انتخاب کو پسند کیا ہے جس سے امام بخاری کی علم حدیث پر دسترس اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔ امام بخاری ہی کا بیان ہے کہ ایک روز کچھ اصحاب الحدیث جمع ہوئے اور کہا۔ کہ اسماعیل بن ابی اویس سے درخواست کرو کہ کچھ زیادہ حدیثیں سنائیں تو میں ان کی یہ درخواست لے کر استاد صاحب کے پاس گیا۔ کہ طلبہ چاہتے ہیں کہ آپ زیادہ حدیثیں سنائیں۔ تو اسماعیل نے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ جاؤ دیناروں کی ایک تھیلی لاؤ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ لونڈی گئی اور دیناروں کی ایک تھیلی لائی وہ تھیلی اسماعیل بن ابی اویس نے مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ دینار اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرو۔ تو امام بخاری نے فرمایا کہ طلبہ

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۹ ج ۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

مقدمۃ میں قد انتخبها سے قد کا لفظ نہیں۔

زیادہ حدیثیں سننا چاہتے ہیں۔تو استاد نے جواب دیا کہ زیادہ حدیثیں سناؤں گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ مال بھی تقسیم کردیں۔(۱)اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری اپنے شیخ کی نظروں میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

اسماعیل بن ابی اویس نے اپنے شاگرد امام بخاری سے فرمایا:(۲)

أنظر في كتبي وجميع ما أملك لك وأنا شاكر لك أبدا ما دمت حيا

''کہ آپ میری احادیث پرنظر کردیں،تو میرا یہ تمام مال آپ کے لئے ہےاور جب تک میں زندہ رہوں گا آپ کاشکرگزار رہوں گا''

تو اسماعیل بن ابی اویس کی اس درخواست سے امام بخاری کا علم حدیث پر وسیع النظر ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

حاشد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابومصعب احمد بن ابی بکر الزہری نے ایک مرتبہ فرمایا۔کہ امام بخاری ہمارے نزدیک علم حدیث میں امام احمد بن حنبل سے بھی زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔اور فقاہت میں بھی ایسی ہی بصیرت ہے تو جلساء مجلس میں سے کسی نے اعتراض کیا جاوزت الحد ''کہ آپ نے یہ کہہ کر حد سے تجاوز کیا ہے''تو اس کے جواب میں ابومصعب زہری فرمانے لگے:

لو أدركت مالكا ونظرت الى وجهه ووجه محمد بن اسماعيل لقلت كلاهما واحد في الحديث والفقه

''کہ حدیث اور فقہ میں امام احمد بن حنبل سے امام مالک کے مرتبہ کا بڑھا ہوا ہونا مسلم ہے۔اگر آپ امام مالک کے چہرے اور محمد بن اسماعیل کے چہرے کو دیکھتے تو کہتے کہ حدیث اور فقہ میں دونوں ایک ہیں''(۳)

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۹ ج ۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

تو ابومصعب احمد بن ابی بکر زہری کے اس بیان سے امام بخاری کی حدیث دانی اور فقہ دانی پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ امام بخاری کس قدر بلند مقام رکھتے ہیں۔

امام بخاری کے استاد عبدان بن عثمان مروزی فرماتے ہیں: (۱)

ما رأیت بعینی شابا أبصر من هذا وأشار الی محمد بن اسماعیل

''کہ میں نے اس نوجوان سے زیادہ بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔ نوجوان سے مراد واضح کرنے کے لئے امام بخاری محمد بن اسماعیل کی طرف اشارہ کیا''

امام بخاری کے مشہور استاد قتیبہ بن سعید جو امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کے بھی استاد ہیں۔ اپنے دور کے بہت بڑے محدث ہیں یہ امام بخاری کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

قول اول:

ان کا پہلا قول یہ ہے۔ (۲)

جالست الفقهاء والزهاد والعباد فما رأیت منذ عقلت مثل محمد بن اسماعیل وهو فی زمانه کعمر فی الصحابة

''میں نے فقہاء، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی مجلس کی۔ تو جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میں نے امام بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ امام بخاری اپنے دور میں ایسے ہیں جیسے صحابہ کرام کے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے''

قول ثانی:

حضرت قتیبہ بن سعید کا دوسرا قول یہ ہے۔ (۳)

---

(۱) یقول سمعت عبدان یقول: ما رأیت بعینی شابا أبصر من هذا وأشار بیده الی محمد بن اسماعیل (رواه فی تاریخ بغداد ص ۲۴ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

لو كان محمد بن اسماعيل فى الصحابة لكان آية

''کہ امام بخاری اگر صحابہ کرام کے دور میں ہوتے تو ایک نشانی ہوتے''

قول ثالث:

محمد بن یوسف ہمدانی کا بیان ہے۔(۱) کہ ہم ایک مرتبہ قتیبہ بن سعید کی مجلس میں موجود تھے تو وہاں ابو یعقوب نامی شخص حضرت قتیبہ بن سعید سے امام بخاری کے متعلق پوچھنے لگا۔ تو قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

يا هؤلآء نظرت فى الحديث ونظرت فى الرأى وجالست الفقهاء والزهاد والعباد فمارأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسماعيل

''کہ میں نے فقہاء، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی مجلس کی ہے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں دیکھا''

ابو عمرو کرمانی فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے اندر حضرت قتیبہ بن سعید کا قول

لقد رحل الى من شرق الارض ومن مغربها فما رحل الى مثل محمد بن اسماعيل (۲)

''میری طرف زمین کے مشرق و مغرب سے لوگوں نے سفر کیا ہے لیکن محمد بن اسماعیل جیسا آدمی میری طرف کوئی نہیں آیا''

حضرت مہیار کے سامنے پیش کیا کہ قتیبہ بن سعید نے امام بخاری کی یہ تعریف کی ہے۔ تو حضرت مہیار نے فرمایا:

صدق قتيبة أنا رايته مع يحيى بن معين وهما جميعا يختلفان الى محمد بن اسماعيل فرأيت يحيى منقادا له فى المعرفة

''کہ میں نے قتیبہ بن سعید اور یحیی بن معین دونوں کو امام بخاری کے پاس

(۱) مقدمة فتح البارى ص ۴۸۲

(۲) مقدمة فتح البارى ص ۴۸۲

آتے جاتے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا کہ یحیی بن معین علم حدیث میں امام بخاری کی بات تسلیم کرتے ہیں"

تو مشائخ کا امام بخاری کے پاس آنا جانا اور معرفت حدیث میں ان پر اعتماد کرنا امام بخاری کی علم حدیث میں بالغ نظری پر ایک زبردست دلیل ہے۔

محمد بن یوسف ہمدانی فرماتے ہیں کہ (۱)

سئل قتيبة عن طلاق السكران فدخل محمد بن اسماعيل فقال قتيبة للسائل هذا أحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعلي بن المديني قد ساقهم الله اليك وأشار الى البخاري

"کہ قتیبہ بن سعید سے طلاق سکران کے بارے میں پوچھا گیا کہ نشے کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اتنے میں امام بخاری محمد بن اسماعیل آگئے تو امام بخاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ اور علی بن مدینی سب کو اللہ تعالی تمہارے لئے لے آیا ہے"

تو امام بخاری کو ان آئمہ دین اور محدثین کے نام سے تشبیہ دینا ان کی فن حدیث وفقہ میں زبردست مہارت کے سلسلہ میں بہت بڑی شہادت ہے۔

ابراہیم بن محمد بن سلام کا کہنا ہے۔ (۲)

كان الرتوت من أصحاب الحديث مثل سعيد بن أبي مريم وحجاج بن منهال واسماعيل بن أبي أويس والحميدي ونعيم بن حماد والعد نی یعنی محمد بن يحيى بن أبي عمر والخلال يعني الحسين بن علي الحلواني ومحمد بن ميمون وابراهيم بن المنذر وأبي كريب محمد بن العلاء وأبي سعيد عبد الله بن سعيد الأشج وابراهيم بن موسى

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

الفراء وأمثالهم يقضون لمحمد بن اسمعيل على أنفسهم في النظر والمعرفة" الرتوت الرؤساء

"کہ مذکورہ بالا رئیس اصحاب الحدیث اور ان جیسے دیگر مشائخ نظر ومعرفت میں اپنے خلاف امام بخاری کے حق میں فیصلہ دیا کرتے تھے"

رتوت کا معنی بڑے بڑے محدثین وہ بھی اپنے اختلاف کے وقت اپنی بات چھوڑ کرامام بخاری کی بات تسلیم کیا کرتے تھے۔

محمد بن قتیبہ بخاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن ابو عاصم نبیل کے پاس ایک لڑکا دیکھا تو میں نے پوچھا۔

من أين ؟ فقال من بخاریٰ فقلت له ابن من ؟فقال ابن اسماعيل فقلت أنت من قرابتي (۱)

"کہ آپ کس علاقے سے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔ بخاری سے میں نے پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا اسماعیل کا تو محمد بن قتیبہ نے کہا کہ آپ میرے رشتہ داروں سے ہیں"

ابو عاصم کی موجودگی میں کسی نے کہا کہ یہ لڑکا اپنے بڑوں اور اساتذہ کا ہم پلہ ہے

امام احمد بن حنبل کے لڑکے عبداللہ نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے حفاظ کی بابت دریافت کیا۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

شبان من خراسان فعده فيهم فبدأ به (۲)

کہ خراسان کے حفاظ جوانوں کو شمار کرتے ہوئے امام بخاری کو ان میں شمار کیا بلکہ سب سے پہلے امام بخاری کا نام لیا۔

---

(۱) فقلت له من أين؟ قال من بخاریٰ قلت ابن من؟ قال :ابن اسماعيل فقلت أنت من قرابتي فقال لي رجل بحضرة أبي عاصم هذا الغلام يناطح الكباش يعني يقاوم الشيوخ (رواه في مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲،في تاريخ بغداد ص۱۸ ج۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

ابوبکر خطیب بغدادی نے بسند صحیح امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے۔(۱)

ما أخرجت خراسان مثل محمد بن اسماعیل

''کہ خراسان میں محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں پیدا ہوا''

امام بخاری کے شیخ باوقار امام بندار محمد بن بشار رحمہما اللہ العزیز الغفار فرماتے ہیں(۲)

هو أفقه خلق الله فی زماننا

''کہ امام بخاری موجودہ دور میں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں''

فربری فرماتے ہیں میں نے محمد بن ابی حاتم سے سناوہ کہتے ہیں۔میں نے حاشد بن اسماعیل سے سنا۔حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں۔(۳)

کنت فی البصرة فسمعت بقدوم محمد بن اسماعیل فلما قدم قال محمد بن بشار قدم الیوم سید الفقهاء

''کہ میں بصرہ میں تھا۔میں نے سنا کہ امام بخاری بصرہ میں تشریف لا رہے ہیں۔جب امام بخاری تشریف لائے۔تو ان کی آمد پر محمد بن بشار نے فرمایا آج فقہاء کے سردار تشریف لائے ہیں''

محمد بن ابراہیم البوشنجی کا بیان ہے کہ میں نے بندار سے ۲۲۸ھ میں سنا وہ فرمار ہے تھے:

ما قدم علینا مثل محمد بن اسماعیل وقال بندار أنا أفتخر

---

(۱) سمعت عبد الله بن أحمد بن حنبل یقول سمعت أبی یقول ما أخرجت خراسان مثل محمد بن اسماعیل (رواه فی تاریخ بغداد ص ۲۱ ج ۲،فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

(۳) قال نبأنا محمد بن أبی حاتم قال سمعت حاشد بن اسماعیل یقول :کنت بالبصرة فسمعت بقدوم محمد بن اسماعیل فلما قدم قال محمد بن بشار :دخل الیوم سید الفقهاء (رواه فی تاریخ بغداد ص ۱۶ ج ۲،فی مقدمة فتح الباری) قال محمد بن بشار ، قدم الیوم سید الفقهاء .

به منذ سنين (۱)

''کہ کافی آدمی میرے پاس آئے لیکن محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں آیا۔اور بندار نے مزید فرمایا کہ میں کئی سالوں سے امام بخاری پر فخر وناز کررہا ہوں''

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلاف کے اندر اپنے لائق شاگردوں پر کس قدر خوشی ہوتی تھی۔وہ ان کو رقیب نہیں سمجھتے تھے۔

امام بخاری کے استاد عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے امام بخاری سے فرمایا: میری کتابوں پر نظر کرو اور جو غلطی نظر آئے اس کی مجھے اطلاع دو۔امام بخاری نے جواب دیا کہ جی ہاں میں یہ کام کردوں گا۔اس واقعہ سے امام بخاری کی وسعت علمی ظاہر ہوتی ہے کہ استاد کی کتب کی تصحیح کرتے ہیں۔(۲)

امام بخاری کے استاد محمد بن سلام بیکندی نے بھی اپنی کتابیں امام بخاری پر پیش کیں اور کہا کہ جو بات غلط نظر آئے اس پر نشان لگا دو(۳) محمد بن سلام ہی فرماتے ہیں کہ جب بھی امام بخاری محمد بن اسماعیل مجھ پر داخل ہوتے ہیں تو حیران ہو جاتا ہوں اور ڈرتا ہوں۔(۴) یعنی کہیں ان کی موجودگی میں خطا کر جاؤں۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے جس سال پہلا حج کیا تو میری عمر اٹھارہ برس

(۱) نبأنا محمد بن أبی حاتم قال سمعت محمد بن اسماعیل البخاری یقول :لما دخلت البصرة صرت الی مجلس محمد بن بشار فلما خرج وقع بصره علی فقال من أین الفتی ؟قلت من أهل بخاری قال کیف ترکت أبا عبد الله ؟ فأمسکت فقال له أصحابه رحمک الله هو أبو عبد الله فقام فأخذ بیدی وعانقنی وقال مرحبا بمن أفتخربه منذ سنین (تاریخ بغداد ص۱۷ ج۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

(۳) قال محمد بن أبی حاتم سمعت محمد بن اسماعیل یقول :قال لی محمد بن سلام (البیکندی)أنظر فی کتبی فما وجدت فیها من خطأفاضرب علیه کی لاأرویه ففعلت ذلک وکان محمد بن سلام کتب عند الأحادیث التی أحکمها محمد بن اسماعیل رضی الفتی وفی الأحادیث الضعیفة :لم یرض الفتی فقال له بعض أصحابه من هذا الفتی ؟ فقال :هو الذی لیس مثله محمد بن اسماعیل (تاریخ بغداد ص۲۴ ج۲)

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

تھی۔وہاں میں امام حمیدی کے پاس گیا۔تو امام حمیدی کا کسی دوسرے محدث سے کسی حدیث کے بارے میں جھگڑا تھا۔تو امام حمیدی نے مجھے دیکھ کر فرمایا (۱)

جاء من یفصل بیننا فعرضا علی الخصومة فقضیت للحمیدی و کان الحق معه

''کہ اب وہ شخص آ گیا ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔انہوں نے مجھ پر جھگڑا پیش کیا تو میں نے امام حمیدی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔کیونکہ امام حمیدی کی بات درست تھی''

اس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ استاد نزاعی معاملات میں امام بخاری سے فیصلہ کروایا کرتے تھے۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے استاد اسحٰق بن راہویہ ایک مرتبہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔امام بخاری بھی وہاں موجود تھے۔اسحٰق بن راہویہ نے ایک حدیث پیش کی۔جس پر امام بخاری نے لقمہ دیا۔تو اسحٰق بن راہویہ نے امام بخاری کی بات کو تسلیم کیا۔اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یامعشر أصحاب الحدیث أنظروا الی هذا الشاب واکتبوا عنه فانه لو کان فی زمن الحسن بن أبی الحسن البصری لاحتاج الیه لمعرفته بالحدیث وفقهه (۲)

''کہ اصحاب الحدیث کی جماعت:تم اس جوان کو دیکھو اور اس سے حدیثیں لکھوا گر یہ حسن بصری کے زمانہ میں ہوتے تو وہ بھی ان کی معرفت حدیث اور فقاہت کی وجہ سے ان کے محتاج ہوتے''

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد اسحٰق بن راہویہ نے امام بخاری کے لقمہ سے حدیث کی تصحیح کی۔اور لوگوں کو آپ سے حدیثیں لکھنے کا حکم دیا۔

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

(۲) تاریخ بغداد ص۲۷ ج۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

امام بخاری کا بیان ہے۔(۱) کہ اسحٰق بن راہویہ ایک مرتبہ میری تصنیف کردہ تاریخ لے کر امیر عبداللہ بن طاہر کے پاس پہنچے تو کہا:

أیها الأمیر ألا أریک سحرا

''کہ اے امیر عبداللہ بن طاہر کیا میں آپ کو جادو نہ دکھاؤں؟''

امام بخاری ہی کا بیان ہے۔(۲) کہ ایک مرتبہ اسحٰق بن راہویہ سے حالت نسیان میں دی گئی طلاق کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا۔تو اسحٰق بن راھویہ کچھ متامل سے ہو گئے۔جواب کوئی نہ دیا تو امام بخاری فرماتے ہیں۔کہ میں نے کہا:

قال النبی ﷺ ان الله تجاوز عن أمتی ماحدثت به أنفسها مالم تعمل أو تکلم

''کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل سے پیدا ہونے والی اشیاء کو معاف کر دیا ہے۔جب تک وہ دل میں آئی ہوئی چیز کے متعلق بات نہ کر لیں یا عمل نہ کر لیں''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اور کلام کے اندر قلبی ارادہ موجود ہو۔تو وہ عمل نافذ ہو گا اگر کلام اور عمل میں ارادہ موجود نہ ہو تو وہ نافذ نہ ہو گا۔جس نے طلاق دی اور طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو طلاق نہیں ہو گی۔تو اسحٰق بن راہویہ نے سن کر فرمایا

قویتنی قواک الله وأفتی به

''تو نے میری ہمت باندھی اللہ تجھے قوت دے اور اسی قول پر فتویٰ دیا''

اس واقعہ سے امام بخاری کی فقاہت کے ساتھ ساتھ ان کا اپنے اساتذہ کی نظر میں مقام اور مرتبہ بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

ما استصغرت نفسی عند أحد الا عند علی بن المدینی

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

وربما كنت أغرب عليه (۱)

''کہ میں نے اپنے آپ کو علی بن مدینی کے بغیر کسی کے پاس چھوٹا نہیں سمجھا اور بسا اوقات میں ان پر بھی غریب حدیثیں پیش کرتا تھا''

حامد بن احمد کا بیان ہے۔ کہ جب یہ بات علی بن مدینی کے سامنے پیش کی گئی تو علی بن مدینی نے فرمایا: **دع قوله هو ما رأى مثل نفسه** ''کہ اس کی بات کو چھوڑ دو۔ اس نے اپنے جیسا نہیں دیکھا'' تو امام بخاری نے علی بن مدینی کی بات کی تصدیق کر دی۔

تو امام بخاری کے ان اساتذہ کے اقوال سے تین چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ علم حدیث میں معرفت اور پختگی

۲۔ اساتذہ کی نظر میں امام بخاری کی فقاہت و بصارت

۳۔ امام بخاری کی مہارت اور دسترس۔

امام بخاری ہی کا بیان ہے کہ استاد علی بن مدینی مجھ سے خراسان کے مشائخ کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ تو میں ان کو بتا دیتا تھا۔ کہ فلاں شیخ اس قسم کا ہے۔ اس ضمن میں میں نے محمد بن سلام کا تذکرہ کیا تو وہ ان کی معرفت میں نہ آسکے۔ آخر مجھے ایک دن فرمایا:

يا أبا عبد الله كل من أثنيت عليه فهو عندنا الرضى" (۲)

''کہ آپ ہمارے پاس جس کی تعریف کریں وہ ہمارے ہاں بھی پسندیدہ ہے''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ امام بخاری پر کس قدر اعتماد کرتے تھے۔

---

(۱) حدثني فتح بن نوح النيسابوری قال أتيت علی بن المدينی فرأيت محمد بن اسماعيل جالسا عن يمينه و كان اذا حدث التفت ليه مهابة له وقال البخاری ما استصغرت نفسی عند أحد الا عند علی بن المدينی وربما كنت أغرب عليه قال حامد بن أحمد فذكر هذا الكلام لعلی بن المدينی فقال لی دع قوله هو ما رأى مثل نفسه (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳)وقال اسحق حدثني حامد بن علی قال ذكر لعلی بن المدينی قول محمد بن اسماعيل ما تصاغرت نفسی عند أحد الا عند علی بن المدينی :فقال ذروا قوله هو ما رأى مثل نفسه (تاريخ بغداد ص ۱۸ ج ۲)

(۲) تاريخ بغداد ص ۱۷ ج ۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

امام بخاری کا بیان ہے ۔(۱) کہ ایک روز ابوحفص عمرو بن علی الفلاس کے اصحاب نے ایک حدیث کے متعلق مجھ سے مذاکرہ کیا۔تو امام بخاری فرماتے ہیں:

فقلت لا أعرفه

''کہ میں اس حدیث کونہیں پہچانتا''

فسروا بذلک وساروا الی عمرو بن علی فقالوا له ذاکرنا محمد بن اسماعیل بحدیث فلم یعرفه فقال عمرو بن علی حدیث لا یعرفه محمد بن اسماعیل لیس بحدیث

''تو وہ اس بات پر خوش ہوئے ۔اسی عالم میں عمرو بن علی الفلاس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہم نے محمد بن اسماعیل سے ایک حدیث کا مذاکرہ کیا تو وہ نہیں پہچان سکے''

ان کا خیال یہ تھا کہ استاد صاحب کے پاس حدیث پیش کرنے سے حدیث کا اصل نکل آئے گا۔اور امام بخاری کی لاعلمی ظاہر ہو جائے گی۔

''تو عمرو بن علی الفلاس نے جواب دیا کہ جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں''

امام فلاس کے اس بیان سے امام بخاری کی وسعت معرفت حدیث اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔

امام بخاری کے استاد رجاء بن رجاء فرماتے ہیں۔(۲)

فضل محمد بن اسماعیل علی العلماء کفضل الرجال علی النساء

''کہ علماء پر امام بخاری کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح عورتوں پر مردوں کو فضیلت حاصل ہے''

مزید فرماتے ہیں:

---

(۱) تاریخ بغداد ص۱۸ ج۲،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

(۲) تاریخ بغداد ص۲۵ ج۲،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳ واللفظ للمقدمة

هو آية من آيات الله تمشي على ظهر الارض (۱)

''کہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو روئے زمین پر چل پھر رہی ہے''

امام بخاری کے استاد حسین بن حریث فرماتے ہیں۔(۲)

لا أعلم انی رأيت مثل محمد بن اسماعيل كأنه لم يخلق الا للحديث

''کہ میرے علم میں نہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل جیسا دیکھا ہو گویا ان کو صرف حدیث کے لئے پیدا کیا گیا ہے''

ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ بن نمیر دونوں امام بخاری کے استاد ہیں دونوں فرماتے ہیں ''ہم نے محمد بن اسماعیل کی نظیر نہیں دیکھی (۳) اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے آپ کا نام بازل رکھا ہوا تھا۔ بازل سے مراد کامل ہے یہ ان کے کمال کی بہت بڑی نشانی ہے۔ ابو عیسی ترمذی کا بیان ہے۔(۴) کہ امام بخاری اپنے شیخ عبداللہ بن منیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب امام بخاری کھڑے ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

يا أبا عبد الله جعلك الله زين هذه الامة

استاد صاحب نے امام بخاری کے لئے دعا کی:

''اے ابو عبداللہ اللہ تعالی آپ کو اس امت کی زینت بنائے''

امام ترمذی فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے عبداللہ بن نمیر کی دعا قبول کر لی۔

ابو عبداللہ فربری فرماتے ہیں۔(۵)

رأيت عبد الله بن منير يكتب عن البخاری وسمعته يقول أنا من تلامذته

---

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴ و اللفظ للمقدمة

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۳) أحمد بن الضو قال سمعت أبابكر بن أبی شيبة ومحمد بن عبد الله بن نمير يقولان ما رأينا مثل محمد بن اسماعيل (تاريخ بغداد ص ۱۹ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴)

(۴) تاريخ بغداد ص ۲۶ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

کہ میں نے عبداللہ بن منیر کو دیکھا کہ وہ امام بخاری سے حدیثیں لکھا کرتے تھے۔اور میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں امام بخاری کے شاگردوں سے ہوں۔حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔(۱) کہ عبداللہ بن منیر امام بخاری کے شیوخ سے ہیں۔امام بخاری نے جامع صحیح میں ان سے حدیث بیان کی ہے اور عبداللہ بن منیر کی وفات احمد بن حنبل کی وفات والے سال ہے۔تو امام بخاری کے استاد کا اپنے آپ کو امام بخاری کے شاگردوں میں شمار کرنا امام بخاری کے شرف وفضل کے لئے شاہد عدل ہے۔

حاشد کا بیان ہے۔(۲) کہ امام بخاری کے استاد عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع دونوں امام بخاری سے علل حدیث کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔اور فرماتے۔کہ امام بخاری علمی بصیرت میں ہم سے زیادہ ہیں۔اور حاشد ہی کا بیان ہے کہ ہم ایک دن عمرو بن زرارہ اور اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں تھے۔اسحٰق بن راہویہ امام بخاری کے ذریعے محدثین کو حدیثیں لکھوا رہے تھے۔اور محدثین ان سے حدیثیں لکھ رہے تھے۔

واسحاق يقول هو أبصر منى

"اور اسحاق بن راہویہ ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ امام بخاری مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں"

امام بخاری اس وقت نوجوان تھے۔

امام بخاری کے استاد یحیی بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں۔(۳)

لو قدرت أن أزيد من عمری فی عمر محمد بن اسماعيل

---

(۱) مقدمة فتح البارى ص ۴۸۴

(۲) قال سمعت حاشد بن عبد الله بن عبد الواحد يقول رأيت عمرو بن زرارة ومحمد بن رافع عند محمد بن اسماعيل وهما يسألانه عن علل الحديث فلما قاما قالا لمن حضر المجلس: لا تخدعوا عن أبى عبد الله فانه أفقه منا وأعلم وأبصر (رواه فى تاريخ بغداد ص ۲۷ ج ۲ مقدمة فتح البارى ص ۴۸۴)

(۳) تاريخ بغداد ص ۲۴ ج ۲ ،مقدمة فتح البارى ص ۴۸۴

لفعلت فان موتی یکون موت رجل واحد وموت محمد بن اسماعیل فیه ذهاب العلم

''اگر میرے اختیار میں ہو کہ اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کروں۔تو میں یہ ضرور کروں۔کیونکہ میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی اور امام بخاری کی وفات سے علم چلا جائے گا''

یہی استاد مزید فرماتے ہیں: کہ اگر بخارا کے اندر امام بخاری نہ ہوں تو میں بخارا کے اندر رہنا ہی پسند نہ کروں۔(۱)

عبداللہ بن محمد مسندی فرماتے ہیں:

محمد بن اسماعیل امام فمن لم یجعله اماما فاتهمه(۲)

''کہ امام بخاری واقعی امام ہیں جو کوئی ان کو امام نہ سمجھے اس کو متہم سمجھو''

اورانہوں نے مزید فرمایا:

حفاظ زماننا ثلاثة فبدأبالبخاری

''کہ ہمارے زمانے میں حفاظ حدیث تین ہیں ان میں سرفہرست امام بخاری کو رکھا''

امام بخاری کے استاد علی بن حجر فرماتے ہیں۔(۳)

أخرجت خراسان ثلاثة البخاری فبدأبه قال وهو أبصرهم وأعلمهم بالحدیث وأفقههم قال ولا أعلم أحدا مثله "

''کہ خراسان نے تین نامور ہستیاں پیدا کیں۔ان میں پہلے نمبر پر امام بخاری کو رکھا اور فرمایا کہ امام بخاری ان میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۸ ج ۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۳) سمعت علی بن حجر یقول أخرجت خراسان ثلاثة :أبا زرعة الرازی بالری ومحمد بن اسماعیل البخاری ببخاری وعبد الله بن عبد الرحمن بسمر قند ومحمد بن اسماعیل عندی أبصرهم وأعلمهم وأفقههم (تاریخ بغداد ص ۲۸ ج ۲ ،مقدمة فتح ۴۸۴)

زیادہ علم حدیث کو جاننے والے اور سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔مزید فرمایا:
میرے علم میں ان جیسا کوئی نہیں''

ایک دفعہ امام بخاری کے استاد ابن اشکاب ایک مجلس میں تشریف فرما تھے تو وہاں حفاظ حدیث میں سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

مالنا بمحمد بن اسماعيل طاقة (۱)

تو ابن اشکاب یہ بات سن کر غضب اور غصہ میں آگئے۔مجلس چھوڑ دی کہ اس نے امام بخاری کے بارے میں شان سے گرے ہوئے کلمات استعمال کئے تھے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری کے استاد امام بخاری کے بارے ان کی شان سے گرے ہوئے کلمات سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن سعید بن جعفر کا بیان ہے کہ احمد بن حرب نیسا پوری جب فوت ہوئے۔ہم لوگ ان کے جنازہ میں جارہے تھے۔جنازہ کے ساتھ ساتھ امام بخاری اور اسحاق بن راہویہ بھی تھے۔اور دیگر علماء کی ایک جماعت بھی جنازہ میں شریک تھی

وكنت أسمع أهل المعرفة ينظرون ويقولون محمد أفقه من اسحاق (۲)

''تو وہاں میں اہل بصیرت سے سن رہا تھا وہ دیکھتے تھے۔اور کہتے تھے کہ امام بخاری محمد بن اسماعیل فقہ میں اسحاق بن راہویہ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں''

امام بخاری کے متعلق ان کے اساتذہ کرام کے چند ایک کلمات تھے۔جن سے امام بخاری کا مقام اور مرتبہ اپنے اساتذہ کی نظر میں ظاہر ہو رہا ہے۔

---

(۱) عبد الله بن محمد الفرهياني قال :حضرت مجلس ابن أشكاب فجاءه رجل ذكر اسمه من الحفاظ فقال ما لنا بمحمد بن اسماعيل من طاقة فقام ابن اشكاب وترك المجلس غضبا من التكلم في حق محمد بن اسماعيل (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴ وفي تاريخ بغداد ص ۲۳ ج ۲)

(۲) قال عبد الله بن محمد بن سعيد بن جعفر لما مات أحمد بن حرب النيسابوری ركب اسحاق بن راهويه ومحمدبن اسماعيل يشيعان جنازته وكنت أسمع أهل المعرفة ينظرون ويقولون محمد أفقه من اسحاق (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴)

امام بخاری اپنے اَقران اور اتباع کی نظر میں

امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں:

لم تخرج خراسان قط مثل محمد بن اسماعیل (۱)

''کہ خراسان میں کبھی کوئی محمد بن اسماعیل جیسا پیدا نہیں ہوا''

اور بعض روایات میں ان کے لفظ یہ ہیں

لم تخرج خراسان قط أحفظ من محمد بن اسماعیل

مزید فرماتے ہیں:

ولا قدم منها الی العراق أعلم منه

''کہ خراسان سے عراق آنے والی شخصیتوں میں کوئی بھی امام بخاری سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت نہیں آئی''

محمد بن حریث کا بیان ہے۔(۲) کہ میں نے ابوزرعہ رازی سے ابن لھیعہ کے متعلق سوال کیا۔کہ ابن لھیعہ کیسا راوی ہے؟ ہمارے پاس مقدمۃ فتح الباری کا جونسخہ موجود ہے اس میں یہ لفظ ابی لھیعہ ہے۔(۳) جو کہ غلط ہے۔کہ اصل لفظ ابن لھیعہ ہے۔کاتب کی غلطی سے ابولھیعہ لکھا گیا ہے۔تو امام ابوزرعہ نے فرمایا:

ترکہ أبو عبد اللہ یعنی البخاری

''کہ امام بخاری نے اس راوی کو ترک کردیا ہے''

اس جواب سے پتہ چلتا ہے۔کہ معاصر محدثین امام بخاری کی رجال کی معرفت پر

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۲) قال سمعت أبا بکر محمد بن حریث یقول سمعت أبا زرعة الرازی یقول وسألته عن ابن لهیعة فقال ترکه أبو عبد الله محمد بن اسماعیل وسألته عن محمد بن حمید الرازی فقال :ترکه أبو عبد الله (تاریخ بغداد ص ۲۳ ج ۲)

(۳) قال محمد بن حریث سألت أبا زرعة عن أبی لهیعة فقال لی ترکه أبو عبد الله یعنی البخاری (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴)

اعتماد کرتے تھے۔ اور اسے استاد کا درجہ دیتے ہوئے شاگردوں پر پیش کرتے تھے۔

ابن لھیعہ کے متعلق مولانا انور شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ ابن لھیعہ کی کتب جل جانے سے قبل کی احادیث حسن کے درجہ میں ہیں۔ اور کتب خانہ جل جانے کے بعد کی احادیث ضعیف سمجھی جائیں گی۔ بعض محدثین نے ابن لھیعہ کے متعلق ایک اور تفصیل پیش کی ہے کہ اگر ابن لھیعہ سے روایت کرنے والے عبد اللہ بن مبارک، عبد اللہ بن وہب، عبد اللہ بن یزید، ابو عبد الرحمٰن اور عبد اللہ بن مسلم سے کوئی راوی ہو تو ابن لھیعہ کی حدیث قابل احتجاج ہے۔ اگر عبادلہ کے علاوہ کوئی دوسرا راوی ہو۔ تو ابن لھیعہ کی حدیث قابل احتجاج نہیں۔ امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کے اندر ابن لھیعہ کے متعلق لکھا ہے "ضعیف عند أهل الحديث" اسی طرح حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن لھیعہ کے متعلق جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے بعض کے اندر تصریح موجود ہے "ضعيف قبل احتراق كتبه وبعده" کہ کتب خانہ جل جانے سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں ضعیف ہے۔ اگر ابوزرعہ کا بیان "تركه أبو عبد الله" ابن لھیعہ کے متعلق ہے۔ تو پھر بخاری کے نزدیک بھی وہ علی الاطلاق متروک ہوگا۔

حسین بن محمد عجلی کا بیان ہے۔

"ما رأيت مثل محمد بن اسماعيل ومسلم حافظ ولكنه لم يبلغ مبلغ محمد بن اسماعيل"(۱)

"کہ میں نے محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں دیکھا اور امام مسلم حافظ تو ہیں لیکن وہ امام بخاری کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکے"

---

(۱) سمعت الحسين بن محمد المعروف بعبيد العجل يقول: ما رأيت مثل محمد بن اسماعيل ومسلم الحافظ لم يكن يبلغ محمد بن اسماعيل ورأيت أبا زرعة وأبا حاتم يستمعون الى محمد بن اسماعيل أي شيء يقول يجلسون بجنبه فذكرت له قصة محمد بن يحيى فقال: ما له ولمحمد بن اسماعيل كان محمد بن اسماعيل أمة من أمم وكان أعلم من محمد بن يحيى بكذا وكذا وكان محمد بن اسماعيل دينا فاضلا يحبس كل شيء (تاريخ بغداد ص ۳۰ ج ۲)

علامہ عجلی ہی کا بیان ہے۔

”رأیت أبا زرعة و أبا حاتم یستعمعان الیه و کان أمة من أمم دینا فاضلا یحسن کل شیء و کان أعلم من محمد بن یحیی الذهلی بکذا و کذا“(۱)

”کہ میں نے ابوزرعہ اور ابوحاتم کو دیکھا کہ وہ امام بخاری کی بات بڑے غور سے سنتے تھے امام بخاری امتوں میں سے ایک امت تھے۔ وہ دیندار فاضل شخصیت تھے ہر فن میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ اور محمد بن یحیی ذہلی سے اتنے اتنے درجے زیادہ علم رکھتے تھے“

امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی فرماتے ہیں:

قد رأیت العلماء بالحرمین و الحجاز و الشام و العراق فما رأیت فیهم أجمع من محمد بن اسماعیل (۲)

”کہ میں نے حرمین، حجاز، شام اور عراق کے مقامات پر علما کو دیکھا ہے لیکن ان تمام علماء میں امام بخاری سے زیادہ جامع شخصیت کوئی نہیں دیکھی“

امام دارمی مزید فرماتے ہیں:

هو أعلمنا و أفقهنا و أکثرنا طلبا (۳)

”کہ وہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے، فقاہت والے اور حدیث طلب

---

(۱) قال الحسین بن محمد بن عبید المعروف بالعجلی ما رأیت مثل محمد بن اسماعیل ومسلم حافظ ولکنه لم یبلغ مبلغ محمد بن اسماعیل قال العجلی و رأیت أبا زرعة و أبا حاتم یستمعان الیه و کان أمة من الأمم دینا فاضلا یحسن کل شیء و کان أعلم من محمد بن یحیی الذهلی بکذا و کذا (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴)

(۲) سمعت عبد الله بن عبد الرحمن السمرقندی یقول قد رأیت العلماء بالحرمین والحجاز والشام والعراقین فما رأیت فیهم أجمع من أبی عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری (تاریخ بغداد ص ۲۸ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴ واللفظ لتاریخ)

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

کرنے والے تھے“

امام دارمی سے ایک حدیث کی صحت اور عدم صحت کے متعلق سوال کیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ امام بخاری نے اس کو صحیح کہا ہے۔ تو امام دارمی نے جواب دیا۔

محمد بن اسماعيل أبصر مني وهو أكيس خلق الله عقل عن الله ما أمر به ونهى عنه من كتابه وعلى لسان نبيه اذا قرأ محمد القرآن شغل قلبه وبصره وسمعه وتفكر في أمثا له وعرف حلاله من حرامه (۱)

ابوطیب حاتم بن منصور فرماتے ہیں:

كان محمد بن اسماعيل آية من آيات الله في بصره ونفاذ ه في العلم (۲)

”کہ امام بخاری علم کی پختگی اور بصیرت میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے“

ابوسہل محمود بن نضر فقیہ فرماتے ہیں:

دخلت البصرة والشام والحجاز والكوفة ورأيت علماء ها فكلما جرى ذكر محمد بن اسماعيل فضلوه على أنفسهم (۳)

”کہ میں بصرہ، شام، حجاز اور کوفہ میں گیا وہاں کے علماء کو دیکھا کہ جب بھی ان کے پاس محمد بن اسماعیل کا ذکر آیا تو انہوں نے امام بخاری کو اپنے آپ پر ترجیح دی“

ابوسہل مزید فرماتے ہیں:

سمعت أكثر من ثلاثين عالما من علماء يقولون حاجتنا في الدنيا النظر الى محمد بن اسماعيل (۴)

”کہ میں نے مصر کے تیس سے زیادہ علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دنیا میں ہماری

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۹، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵

حاجت محمد بن اسماعیل کو دیکھنا ہے"

امام صالح بن محمد جزرہ فرماتے ہیں:

ما رأیت خراسانیا أفهم من محمد بن اسماعیل (١)

"کہ میں نے کسی خراسانی کو محمد بن اسماعیل سے زیادہ سمجھدار نہیں دیکھا"

وہ مزید فرماتے ہیں **کان أحفظهم للحدیث** "کہ وہ حدیث میں ان سب سے زیادہ حافظ تھے"

پھر صالح بن محمد جزرہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

کنت أستملی له ببغداد فبلغ من حضر المجلس عشرین ألفا(٢)

"کہ میں ایک دفعہ بغداد میں امام بخاری کا مستملی تھا۔تو حاضرین مجلس کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی"

وسئل الحافظ أبو العباس الفضل بن العباس المعروف بفضلک الرازی أیما أحفظ محمد بن اسماعیل أو أبو زرعة؟فقال لم أکن التقیت مع محمد بن اسماعیل فاستقبلنی ما بین حلوان وبغداد قال فرجعت معه مرحلة وجهدت کل الجهد علی أن أتی بحدیث الا یعرفه فما أمکننی وهآ أنا ذا أغرب علی أبی زرعة عدد شعر رأسه

"حافظ ابوالعباس فضل بن عباس معروف فضلک رازی سے سوال کیا گیا۔کہ امام بخاری زیادہ حافظ ہیں یا ابوزرعہ زیادہ بڑے حافظ ہیں؟فضلک رازی نے جواب دیا کہ میری امام بخاری سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ایک مرتبہ

---

(١) قال أبو علی صالح بن محمد الأسدی وذکر البخاری فقال :مارأیت خراسانیا أفهم منه (تاریخ بغداد ص ٢٢ ج ٢) وقال الحافظ ابن حجر بسنده ما رأیت خراسانیا أفهم من محمد بن اسماعیل وقال أیضا کان أحفظهم للحدیث (مقدمة فتح الباری ص ٤٨٥)

(٢) تاریخ بغداد ص ٢٣ ج ٢ ،مقدمة فتح الباری ص ٤٨٥

حلوان اور بغداد کے درمیان ایک جگہ میری ملاقات امام بخاری سے ہوگئی میں
ایک مرحلہ بھر مسافت امام بخاری کے ساتھ چلتا رہا۔اس میں پوری کوشش کی
کہ میں کوئی ایک ہی ایسی حدیث پیش کروں جوامام بخاری کے علم میں نہ ہو
لیکن میں کوئی ایسی حدیث پیش نہ کرسکا جوان کے علم میں نہ ہواس کے برعکس
یہ ابو زرعہ ہیں جن کے سامنے میں ان کے سر کے بالوں کے برابر ایسی
احادیث پیش کرسکتا ہوں"

فضلک رازی کا مقصد یہ تھا کہ امام بخاری کئی گنا زیادہ حافظ ہیں ۔اور امام ابوزرعہ ان سے کم درجہ کے حافظ ہیں۔

محمد بن عبدالرحمٰن دغولی فرماتے ہیں ۔کہ ایک دفعہ اہل بغداد نے امام بخاری کو خط لکھا اس کے اندر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔(۱)

المسلمون بخير ما بقيت لهم : وليس بعدک خير حين تفتقد

"کہ جب تک آپ زندہ ہیں تو مسلمان خیریت سے ہیں اور جب آپ کا
انتقال ہوگیا تو اس کے بعد ان کی خیریت ختم ہوجائے گی"

اس خط سے امام بخاری کے ساتھ لوگوں کی محبت اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔
امام الائمہ ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ مؤلف صحیح ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

ما تحت أديم السماء أعلم بالحديث من محمد بن اسماعيل (۲)

"کہ آسمان کے نیچے حدیث کو امام بخاری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں"

امام بخاری کے خلف الرشید امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:

لم أر أعلم بالعلل والأسانيد من محمد بن اسماعيل (۳)

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۲ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۷ ج ۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵

(۳) قال نبأنا أبو عيسى الترمذي قال :ولم أر أحدا بالعراق ولا بخراسان فی معنى العلل والتاريخ ومعرفة الأسانيد أعلم من محمد بن اسماعيل (تاريخ بغداد ص ۲۷ ج ۲، فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵)

''کہ میں نے علل حدیث اور اسانید کی معرفت میں امام بخاری سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا''

امام بخاری کے دوسرے شاگرد امام مسلم نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أشهد أنه ليس فی الدنيا مثلک (۱)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسی کوئی شخصیت نہیں''

ابو عمرو خفاف کہتے ہیں:

هو أعلم بالحديث من أحمد و اسحاق و غيرهما بعشرين درجة و من قال فيه شيئا فعليه منی ألف لعنة (۲)

''کہ امام بخاری امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ وغیرہما سے بیس گناہ زیادہ حدیث میں علم رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی ان کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہے اس پر میری طرف سے ہزار مرتبہ لعنت ہو''

وہ مزید فرماتے ہیں کہ اگر میں حدیث بیان کر رہا ہوں اور وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں تو مجھ پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔

سلیم بن مجاہد کہتے ہیں۔ کہ ساٹھ سال کے عرصہ سے میں نے امام بخاری سے زیادہ متقی اور فقیہ شخص نہیں دیکھا (۳)

حافظ ابو العباس احمد بن محمد فرماتے ہیں:

لو أن رجلا كتب ثلاثين ألف حديث لما استغنی عن تاريخ

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵

(۲) قال أبو عمرو الحفاف حدثنا التقی النقی العالم الذی لم أر مثله محمد بن اسماعيل قال وهو أعلم بالحديث من أحمد و اسحاق و غيرهما بعشرين درجة و من قال فيه شيئا فعليه منی ألف لعنة وقال أيضا لو دخل من هذا الباب و أنا أحدث لملئت منه رعبا (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵ و اللفظ له و تاريخ بغداد ص ۲۸ ج ۲)

(۳) قال سيلم بن مجاهد: ما رأيت منذ ستين سنة أحدا ولا أورع من محمد بن اسماعيل (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵)

محمد بن اسماعیل (۱)

''کہ اگر کوئی شخص تیس ہزار حدیثیں لکھ لے پھر بھی وہ امام بخاری کی تاریخ سے مستغنی نہیں ہو سکتا''

امام حاکم ابو احمد اپنی کتاب کنی کے اندر لکھتے ہیں۔

کان أحد الائمة فی معرفة الحدیث و جمعه (۲)

''کہ امام بخاری معرفت حدیث اور حدیث جمع کرنے والے اماموں میں سے ایک امام تھے''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ اگر امام بخاری کے متعلق ان کے اقران اتباع اور متاخر اہل علم کے ثنائیہ کلمات لکھنے شروع کر دیئے جائیں تو اوراق اور لکھنے والوں کی زندگیاں ختم ہو جائیں کیونکہ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں۔ (۳)

امام بخاری کا حافظہ

اللہ تعالی نے امام بخاری کو قوی حافظہ عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ کے عطا کردہ حافظہ کے ذریعے امام بخاری نے لاکھوں حدیثیں یاد کر رکھی تھیں۔ چنانچہ امام بخاری کا اپنا بیان ہے

أحفظ مائة ألف حدیث صحیح و أحفظ مائتی ألف حدیث غیر صحیح (۴)

''کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں۔ اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں''

(۱) قال الحافظ أبو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدة :لو أن رجلا کتب ثلاثین ألف حدیث لما استغنی عن تاریخ محمد بن اسماعیل (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵ وتاریخ بغداد ص ۸ ج ۲ و اللفظ للمقدمة)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵-۵۰

(۳) ولو فتحت باب ثناء الآئمة علیه ممن تأخر عن عصره لفنی القرطاس ونفدت الأنفاس فذلک بحر لا ساحل له (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۵)

(۴) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۸۷

بلکہ فرماتے ہیں اس کی سند میں تابعی ہو یا صحابی ہو ان سے اکثر کا نام ولدیت جائے پیدائش اور وفات سب کچھ جانتا ہوں ۔(۱) ایک دفعہ امام بخاری کے سامنے کسی نے اسحاق بن راہویہ کا یہ قول پیش کیا۔

کانی أنظر الی سبعین ألف حدیث من کتابی (۲)

''کہ میں اپنی کتاب میں ستر ہزار احادیث کو دیکھتا ہوں''

یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا:

لعل فی ھذا الزمان من ینظر الی مائتی ألف حدیث من کتبه

''کہ شاید اس زمانے میں ایسا شخص بھی ہے جو دو لاکھ احادیث اپنی کتابوں میں دیکھتا ہے''

کہتے ہیں امام بخاری نے اپنا نام نہیں لیا مگر ان کی مراد اپنے نفس کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ امام بخاری کہتے ہیں ''کل رات میں نہیں سویا حتی کہ میں نے اپنی کتاب میں درج شدہ احادیث کو شمار کیا تو وہ دو لاکھ تھیں''(۳)

ابوبکر کلوذانی کہتے ہیں ۔کہ میں نے محمد بن اسماعیل جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ کتاب کو پڑھتے ، عام اطراف حدیث کو صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے یاد کر لیتے (۴)

(۱) قال سمعت سلیم بن مجاهد یقول کنت عند محمد بن سلام البیکندی فقال لی :لو جئت قبل لرأیت صبیا یحفظ سبعین ألف حدیث قال فخرجت فی طلبه حتی لقیته فقلت: أنت الذی تقول :أنا أحفظ سبعین ألف حدیث ؟ قال نعم وأکثر منه ولا أجیئک بحدیث من الصحابه أو التابعین الا عرفت مولد أکثرهم ووفاتهم ومساکنهم ولست أروی حدیثا من حدیث الصحابه أو التابعین الأولی فی ذلک اصل (تاریخ بغداذ ص ۲۴ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۴۸۷)

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲ ،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۷

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۷

(۴) عن أبی الکلوذانی قال :ما رأیت مثل محمد بن اسماعیل کان یأخذ الکتاب من العلم فیطلع علیه اطلاعة فیحفظ عامة أطراف الأحادیث من مرة واحدة (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۶)

حافظ ابواحمد بن عدی فرماتے ہیں: (۱) کہ میں نے بغداد کے کئی مشائخ سے سنا وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امام بخاری بغداد تشریف لائے۔ بغداد کے محدثین نے جمع ہو کر امام بخاری سے امتحان لینے کا ارادہ کیا۔ طریق کار یہ تھا۔ کہ دس علماء کو مقرر کیا گیا اور ہر ایک عالم کو دس دس حدیثیں دی گئیں۔ پھر سند اور متن میں انہوں نے تبدیلی کی کہ ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دوسری حدیث کا متن کسی اور سند کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اس طرح ایک سو احادیث مقلوبہ کا مجموعہ تیار کیا گیا۔ تو ہر ایک محدث کی ذمہ داری لگائی گئی کہ جب مجلس خوب جم جائے تو وہ یہ احادیث امام بخاری پر پیش کر دے۔ جب بغداد میں یہ مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں اندرونی اور بیرونی کافی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ جب اہل مجلس مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تو ان دس آدمیوں میں سے ایک آدمی امام بخاری کے سامنے آیا۔ تو ایک مقلوب حدیث بیان کی۔ تو امام بخاری نے جواب دیا ''لا أعرفه'' جب اس نے دوسری حدیث بیان کی تو امام بخاری نے جواب دیا ''لا أعرفه'' اس طرح اس نے اپنی دس احادیث پوری کر لیں۔ امام بخاری ہر حدیث کا جواب صرف ''لا أعرفه'' سے دیتے تھے۔ جب یہ پہلا شخص خاموش ہو گیا۔ تو دوسرا اٹھ کھڑا ہوا۔ امام بخاری کے سامنے احادیث مقلوبہ بیان کرنے لگا۔ جب اس نے احادیث بیان کر لیں تو باری باری باقی آٹھ علماء نے بھی اپنی دس احادیث بیان کیں امام بخاری ہر ایک کو جواب ''لا أعرفه'' سے دیتے تھے۔ اہل مجلس میں سے کچھ افراد سمجھ گئے کہ بات کیا ہے؟ اور کچھ لوگ بات نہ سمجھ سکے۔ وہ امام بخاری کے حافظہ اور علم کے بارے میں شک وشبہ کا شکار ہونے لگے۔

پھر امام بخاری نے پہلا آدمی بلایا اسے بتایا کہ تو نے سب سے پہلے یہ حدیث اس طرح پڑھی ہے۔ صحیح حدیث اپنے متن اور سند کے ساتھ ملا کر اس کو بتائی پھر اس کی دوسری مقلوب حدیث اس کو بتائی پھر حدیث کے متن کو اصل سند کے ساتھ ملا کر

---

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۰ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۶

درست کر کے بتائی۔اس طرح باقی آٹھ احادیث درست کر کے بتائیں۔پھر دوسرے آدمی کو بلایا۔اس کو اس کی بدلی ہوئی حدیث بتائی پھر درست کر کے بتائی اس طرح ہر آدمی کو بلاتے رہے اور ہر ایک کی دس احادیث کو درست کر کے بتاتے رہے۔

یہ واقعہ حافظ ابن حجر نے مقدمۃ فتح الباری میں باسند بیان کیا ہے۔امام بیہقی نے مدخل میں اس واقعہ کو بیان کیا۔امام حاکم نے مختصر واقعہ علوم الحدیث میں بیان کیا حافظ ابن حجر واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔اس واقعہ کو سن لینے کے بعد امام بخاری کے حافظہ کا سکہ مان لینا پڑتا ہے۔پھر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کا اس مجلس میں ایک سو صحیح احادیث کا بیان کر دینا کوئی تعجب والی بات نہیں۔تعجب والی بات یہ ہے کہ مقلوب شدہ سو احادیث کو صرف ایک دفعہ بیان کرنے سے اس ترتیب کے ساتھ اسی طرح حفظ کرلیں۔(۱)

ابو الازہر فرماتے ہیں۔کہ سمرقند کے اندر چار سو محدث تھے۔انہوں نے ایک مرتبہ شامی اسناد کو عراقی اسناد کے ساتھ ملایا اور عراقی اسناد کو شامی اسناد کے ساتھ ملا دیا حجازی اسناد کو یمنی اسناد کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔یہ مجموعہ تیار کر کے امام بخاری کے سامنے پیش کیا گیا۔خیال تھا کہ امام بخاری کی غلطی پکڑیں گے وہ انتہائی کوشش کے باوجود ایک غلطی بھی نہ پکڑ سکے۔(۲)

یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں (۳) کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ اعلان کرنے والے کو سنا۔وہ امام بخاری محمد بن اسماعیل کی آمد کا اعلان کر رہا تھا سب لوگ امام بخاری کے استقبال کے لئے نکلے۔میں بھی ان میں موجود تھا دیکھا کہ امام بخاری ایک نوجوان آدمی ہیں۔آپ کی ڈاڑھی میں ایک بال بھی سفید نہیں

---

(۱) قلت هنا يخضع للبخاری فما العجب من رد الخطا الی الصواب فانه كان حافظا بل العجب من حفظه للخطا علی ترتيب ما ألقوه عليه من مرة واحدة (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۶)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۶

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۵ ج ۲،مقدمة فتح الباری ص ۴۸۶

اسطوانہ کے پیچھے نماز پڑھی۔نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور آپ سے مطالبہ کرر ہے تھے کہ املائے حدیث کی مجلس قائم کریں۔ہم فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔امام بخاری نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا دوسرے دن کسی مقام پر املائے حدیث کی مجلس قائم کریں گے۔چنانچہ دوبارہ اعلان ہوا کہ کل امام بخاری فلاں جگہ پر املائے حدیث کی مجلس قائم کریں گے۔دوسرے دن وہاں محدثین ،حفاظ ،فقہاء اور اہل علم ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔امام بخاری نے املائے حدیث سے قبل اہل بصرہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

أنا شاب وقد سألتموني أن أحدثكم وساحدثكم باحاديث عن أهل بلدكم تستفيد ونها يعني ليست عندكم قال وتعجب الناس من قوله

”کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں اور تم نے مجھ سے احادیث کا مطالبہ کیا ہے۔میں جلد ہی آپ کو آپ کے شہر کی ایسی احادیث بتاؤں گا جن سے تم فائدہ اٹھاؤ گے یعنی وہ احادیث تمہارے پاس نہیں۔لوگ امام بخاری کی بات سے حیران ہو گئے“

اس کے بعد حدیث کی املاء کرائی۔

فقال حدثنا عبد الله بن عثمان بن جبلة بن أبي رواد العتكي ببلدكم قال حدثني أبي عن شعبة عن منصور وغيره عن سالم بن أبي الجعد عن أنس بن مالك أن أعرابيا جاء الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله الرجل يحب القوم (الحديث)ثم قال هذا ليس عندكم عن منصور انما هو عندكم عن غير منصور (۱)

”کہ یہ حدیث تمہارے پاس منصور کے علاوہ دوسرے واسطہ سے ہے“

---

(۱) مقدمة فتح الباري ص ۴۸۶، تاریخ بغداد ص ۱۶ ج ۲ تاریخ میں ببلدکم کی جگہ ببلدیکم ہے

اسی طرح امام بخاری احادیث لکھواتے رہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کرتے رہے کہ یہ حدیث تمہارے پاس فلاں واسطے سے ہے ان کا دوسرا واسطہ یہ ہے ابوحسان مہیب بن سلیم بیان کرتے ہیں۔(۱) کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہ امام بخاری فرمارہے تھے کہ میں ایک مرتبہ نیسابور شہر میں بیمار ہوگیا۔ بیماری ہلکی تھی اور یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے۔اسحاق بن راہویہ اپنے ساتھیوں سمیت میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔انہوں نے پوچھا: اے ابوعبداللہ کیا روزہ افطار کرلیا ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں افطار کرلیا ہے۔تو اسحاق بن راہویہ نے پوچھا کہ اتنی جلدی معمولی بیماری سے آپ نے روزہ افطار کرلیا؟ تو میں نے اسحاق بن راہویہ کو بتایا

أخبرنا عبدان عن ابن المبارک عن ابن جریج قال قلت لعطاء من أی المرض أفطر؟ قال من أی مرض کان کما قال الله عز وجل: فمن کان منکم مریضا قال البخاری لم یکن هذا عند اسحاق

''کہ میں نے اسحاق بن راہویہ کو عطاء کا قول بتایا کہ ابن جریج نے عطاء سے سوال کیا کہ کون سی بیماری سے روزہ چھوڑوں تو عطاء نے جواب دیا کہ کسی قسم کی بیماری ہو جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے''**فمن کان منکم مریضا**'' امام بخاری فرماتے ہیں کہ عطاء کا یہ قول جو قرآنی آیت سے استنباط تھا۔اسحاق بن راہویہ کے پاس نہ تھا کہ بیماری کم ہو یا زیادہ روزہ چھوڑا جاسکتا ہے''

امام بخاری کے حافظہ کے متعلق حافظ ابن حجر ان کا اپنا قول نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

تذکرت یوما أصحاب أنس فحضرنی فی ساعة ثلاث مائة نفس وما قدمت علی شیخ الا کان انتفاعه بی أکثر من انتفاعی به (۲)

(۱) مقدمة فتح الباری ص۴۸۷

(۲) مقدمة فتح الباری ص۴۸۸

”کہ میں نے ایک دن حضرت انس کے شاگردوں پر نگاہ ڈالی تو تھوڑے سے وقت میں تین سو آدمیوں کے نام میرے سامنے آگئے۔اور میں جس استاد کے پاس آیا تو میں نے اس سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا جتنا فائدہ اس نے مجھ سے اٹھایا“

وراق بخاری کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا(۱)

لا أعلم شیئا یحتاج الیه الا وهو فی الکتاب والسنة

”کہ میری دانست میں جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں تمام کی تمام کا حل کتاب وسنت میں موجود ہے“

وراق بخاری فرماتے ہیں میں نے پوچھا:

یمکن معرفة ذلک قال نعم

”کیا اس کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے؟ تو آپ نے جواب دیا جی ہاں ممکن ہے“

اس سے امام بخاری کے استحضار مسائل اور وسیع النظری پر روشنی پڑتی ہے۔

حافظ احمد بن حمدون فرماتے ہیں:

رأیت البخاری فی جنازة ومحمد بن یحیی الذهلی یسأله عن الأسماء والعلل والبخاری یمر فیه مثل السهم کأنه یقرأ قل هو الله أحد (۲)

”کہ میں نے امام بخاری کو ایک جنازے میں دیکھا اور محمد بن یحیی ذہلی ان سے اسماء اور علل کے متعلق سوال کر رہے تھے۔امام بخاری تیر کی طرح تیزی سے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔جیسے وہ قل ھو اللہ احد پڑھ رہے ہوں“

حافظ ابن حجر نے بتمام سند حافظ ابو حامد اعمش سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں(۳) کہ ہم ایک دن نیسابور میں محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس موجود تھے کہ امام مسلم بن حجاج تشریف لائے۔

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص۴۸۸

(۲) مقدمة فتح الباری ص۴۸۸

(۳) مقدمة فتح الباری ص۴۸۸

فسأله عن حديث عبيد الله بن عمر عن أبى الزبير عن جابر قال بعثنا رسول الله ﷺ فى سرية ومعنا أبوعبيدة

یعنی امام مسلم نے عبیداللہ بن عمر سے اوپر والی سند بیان کردی۔ اور نیچے والی سند کے متعلق امام بخاری سے سوال کیا تو امام بخاری نے فوراً نیچے والی سند اس طرح سنادی

حدثنا ابن أبى أويس حدثنى أخى (۱) عن سليمان بن بلال عن عبيد الله فذكر الحديث بتمامه

اتنے میں ایک دوسرے شخص نے اسی مجلس میں ایک حدیث پڑھ دی وہ حدیث یہ تھی

حدثنا حجاج بن محمد عن ابن جريج عن موسى بن عقبة عن سهيل بن أبى صالح عن أبيه عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال كفارة المجلس اذا قام العبد أن يقول سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا اله الا أنت أستغفرك وأتوب اليك

امام مسلم امام بخاری سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے:

فى الدنيا أحسن من هذا الحديث ابن جريج عن موسى بن عقبة عن سهيل بن أبى صالح تعرف بهذا الاسناد فى الدنيا حديثا

''کہ دنیا میں اس سے بہتر حدیث ہوگی؟ سند بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ دنیا میں اس سند کے ساتھ کوئی دوسری حدیث جانتے ہیں؟''

معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کو یہ حدیث اعلیٰ درجہ کے راویوں کی وجہ سے بہت تعجب والی معلوم ہوئی تو امام بخاری نے جواب دیا **الا أنه معلول** کہ آپ کی بات درست ہے ''مگر یہ سند معلول ہے'' امام مسلم نے یہ سنتے ہی **لا اله الا الله** پڑھا اور کانپ اٹھے اور کہا کہ مجھے علت بتائیے۔ اس میں کون سی علت ہے؟ امام بخاری نے جواب دیا۔

استر ما ستر الله هذا حديث جليل

---

(۱) حدثنى أخى أبو بكر عن سليمان الخ (تاريخ بغداد ص ۲۹ ج ۲

''جس پر اللہ نے پردہ ڈالا تم بھی اس کو پردے میں رہنے دو یہ حدیث جلیل ہے''

حافظ ابو حامد اعمش بیان کرتے ہیں۔ کہ امام مسلم نے اصرار کیا اور آپ کے سر کو بوسہ دیا و کاد أن یبکی ''اور قریب تھا کہ امام مسلم رو پڑتے'' امام بخاری نے فرمایا

أکتب ان کان لا بد حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا وهیب حدثنا موسی بن عقبة عن عون بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ کفارة المجلس

ان الفاظ میں امام مسلم کو علت لکھوائی کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔ ایک نقص یہ ہے کہ موسی بن عقبہ اپنے استاد عون بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ سہیل بن ابی صالح سے بیان نہیں کرتے۔ کیونکہ موسی بن عقبہ کا سہیل بن ابی صالح سے سماع ثابت نہیں۔ اس حدیث کی دوسری علت یہ ہے کہ حدیث مرسل ہے۔ کیونکہ عون بن عبداللہ تابعی ہیں۔ تو امام مسلم نے یہ بیان سن کر فرمایا:

لا یبغضک الا حاسد وأشهد أنه لیس فی الدنیا مثلک (۱)

''کہ آپ سے بغض وہی رکھ سکتا ہے۔ جو کینہ اور حسد کی بیماری میں مبتلا ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جیسا دنیا میں کوئی نہیں''

یہ واقعہ امام حاکم نے تاریخ نیساپور میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے مدخل میں حاکم سے بیان کیا ہے مگر اس کا سیاق اور ہے۔

یہ امام بخاری کے قوی حافظہ کی چند مثالیں تھیں جن کو دیکھ کر محدثین حیران رہ جاتے تھے۔

وراق بخاری کا بیان ہے۔

قلت له مرة فی خلوة هل من دواء للحفظ فقال لا أعلم ثم أقبل علی فقال لا أعلم شیئا أنفع للحفظ من نهمة الرجل ومدا ومة النظر(۲)

---

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۹ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۸ (۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۷

کہ لوگ آپ کے حافظہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔اس لئے بعض یہ سمجھتے تھے۔کہ امام بخاری حافظہ کے لئے کوئی دوائی پیتے ہیں۔

''تو وراق بخاری علیحدگی میں بالکل اکیلے امام بخاری سے پوچھتے ہیں کہ کیا حافظہ کے لئے کوئی دوائی ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ مجھے کوئی دوائی معلوم نہیں پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں حافظہ کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں جانتا۔کہ آدمی باہمت اور باشوق ہو۔اور اپنی نظر ہمیشہ کتابوں پر رکھے''

تو یہ دونوں چیزیں حافظہ کو بہت قوی کر دیتی ہیں اس لئے دکتور عبدالمجید ھاشم فرماتے ہیں

و ظل البخاری یهتم نفسه ویدیم النظر حتی أصبح فرید عصره (۱)

محمد بن ابی حاتم وراق بخاری فرماتے ہیں۔میں نے امام بخاری سے سنا۔

یقول لو نشر بعض أستادی هؤلآء لم یفهموا کیف صنفت البخاری ولا عرفوه ثم قال صنفته ثلاث مرات (۲)

''آپ فرمارہے تھے اگر میرے بعض استاد اٹھا دیئے جائیں تو لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ میں نے بخاری کو کیسے تصنیف کیا۔اور نہ ہی وہ اس کو پہچان سکتے ہیں پھر وہ خود فرمانے لگے کہ میں نے اس کو تین مرتبہ تصنیف کیا ہے''

احید بن ابی جعفر والی بخاری کہتے ہیں:

قال لی محمد بن اسماعیل یوما رب حدیث سمعته بالبصرة کتبته بالشام ورب حدیث سمعته بالشام کتبته بمصر فقلت له یا أبا عبد الله بتمامه فسکت (۳)

---

(۱)

(۲) مقدمة فتح الباری ص۴۸۷

(۳) تاریخ بغداد ص۱۱ ج۲ ،مقدمة فتح الباری ص۴۸۷

''کہ امام بخاری مجھے ایک دن فرمانے لگے کتنی ہی حدیثیں میں نے بصرہ میں سنیں ان کو شام جا کر لکھا اور کتنی ہی حدیثیں شام میں سنیں تو ان کو مصر جا کر لکھا والی بخاریؒ کہتے ہیں: کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ کیا مکمل حدیثیں آپ اس طرح لکھتے رہے؟ تو امام بخاری خاموش رہے''

امام بخاری نے خاموشی سے اس کا جواب نعم میں دیا ہے۔(۱) کیونکہ دوسرے واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ امام بخاری کو ایک دفعہ سن لینے کے بعد وہ چیز اسی طرح ضبط ہو جاتی جس طرح انہوں نے سنی ہوتی۔ جیسا کہ مجلس بغداد میں محدثین کی موجودگی میں اسی طرح ان کی ایک سو مقلوبہ احادیث اسی ترتیب سے سنا دیں تھیں اور جس طرح بصرہ میں سولہ دن کے بعد ساتھیوں کے اصرار پر پندرہ ہزار احادیث اپنے استاد سے سنی ہوئی اسی طرح دوستوں کو سنا دیں تھیں۔

امام بخاری کی تصانیف

امام بخاری کی تصانیف بیس سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ ان تصانیف سے مشہور اور مقبول ترین **کتاب الجامع الصحیح** ہے۔(۲) اس کتاب کو امام بخاری سے نوے ہزار نفوس نے سنا ہے جن میں سے چار آدمیوں کی سند ہم تک متصل ہے۔

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف فربری ۲۔ ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بزدوی
۳۔ ابراہیم بن معقل نسفی ۴۔ حماد بن شاکر نسوی

امام بخاری کی بقیہ تصانیف میں سے ایک کتاب **الادب المفرد** ہے۔ جو آداب اور معاشرتی مسائل کا مجموعہ ہے۔(۳) اس کتاب کو احمد بن محمد بن جلیل البزار

---

(۱) قال نبأنا محمد بن أبي حاتم قال قلت لأبي عبد الله محمد بن اسماعيل :تحفظ جميع ما أدخلت في المصنف ؟قال :لا يخفى عليّ جميع ما فيه (تاريخ بغداد ص ۹ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

نے امام بخاری سے رایت کیا ہے۔ جزء رفع الیدین فی الصلوۃ اور جزء القراءۃ بھی امام بخاری کی دو تصانیف ہیں۔(۱) ان دونوں کتابوں کو امام بخاری سے محمود بن اسحٰق خزاعی بیان کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء بھی امام بخاری کی تصنیف ہے (۲) اس کو ابو بشر محمد بن احمد بن حماد دولابی بھی امام بخاری سے روایت کرتے ہیں کتاب بر الوالدین بھی امام بخاری کی تصنیف ہے۔ اس کو محمد بن دلویہ الوراق امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ ایک تصنیف التاریخ الکبیر ہے(۳) جس کو ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس اور ابوالحسن محمد بن سہل نسوی وغیرہ امام بخاری سے نقل کرتے ہیں امام بخاری کی ایک تصنیف التاریخ الأوسط ہے۔(۴) اس کو عبد اللہ بن احمد بن عبدالسلام الخفاف اور زنجویہ بن محمد اللبادا امام بخاری سے روایت کرتے ہیں ایک تصنیف التاریخ الصغیر ہے۔(۵) جس کو عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن اشقر امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے خلق أفعال العباد ہے(۶) جس کو امام بخاری سے یوسف بن ریحان اور فربری روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری کی مذکورہ تصانیف دنیا میں موجود ہیں (۷) اور علماء کے ہاں متداول ہیں ان کے علاوہ امام بخاری کی کچھ مزید تصانیف ہیں جن کا ذکر علما متقدمین کی کتابوں میں ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

الجامع الکبیر (۸) اس کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے۔ المسند الکبیر اور

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۶) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۷) هذه التصانيف موجودة مروية لنا بالسماع أو بالاجازة (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲)

(۸) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

التفسیر الکبیر (۱) ان کا ذکر فربری نے کیا ہے **کتاب الهبة** (۲) اس کا ذکر وراق بخاری نے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ امام بخاری سے قبل وکیع بن جراح نے ہبہ کے موضوع پر کتاب لکھی ہیں۔ جس میں صرف دو یا تین مسند حدیثیں درج کیں باقی قول واقوال ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے ہبہ کے موضوع پر کتاب لکھی۔ جس میں پانچ یا کم وبیش احادیث ہیں۔ جب امام بخاری نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

قال وراقه عمل کتابا فی الهبة فیه نحو خمسمائة حدیث

''تو وراق بخاری کہتے ہیں کہ **کتاب الهبة** میں پانچ سو کے قریب احادیث جمع کردیں''

امام بخاری کی تصانیف میں سے (۳) **کتاب الأشربه** ہے۔ اس کا ذکر دارقطنی نے کیا ہے۔ (۴) **کتاب أسامی الصحابه** ہے۔ اس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے (۵) **کتاب الوحدان** جس میں صرف وہ صحابہ درج کئے ہیں جن کی ایک ایک حدیث ہے (۶) **کتاب المبسوط** اس کا ذکر خلیلی نے ارشاد میں کیا ہے (۷) **کتاب العلل** جس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے (۸) **کتاب الکنیٰ** جس کا ذکر ابواحمد حاکم نے کیا ہے۔ (۹) **کتاب الفوائد** جس کا ذکر امام ترمذی نے کیا ہے۔

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۲) قال وراقه عمل کتابا فی الهبة فیه نحو خمس مائة حدیث وقال لیس فی کتاب وکیع فی الهبة الا حدیثان مسندان او ثلاثة وفی کتاب ابن المبارک خمسة او نحوها (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۸)

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۶) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۷) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۸) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۹) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

وراق بخاری فرماتے ہیں:

قلت له تحفظ جميع ما أدخلت في مصنفاتك فقال لا يخفى علي جميع ما فيها وصنفت جميع كتبي ثلاث مرات (۱)

''کہ میں نے امام بخاری سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جو کچھ جمع کیا ہے وہ سب کچھ آپ کو یاد ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا۔ان میں جو کچھ ہے کوئی چیز ان میں سے مجھ پر مخفی نہیں۔اور میں نے اپنی تمام کتابوں کو تین تین مرتبہ تصنیف کیا ہے''

اس بیان سے امام بخاری کے حافظہ کے ساتھ ساتھ ان کی دن رات کی محنت بھی ظاہر ہوتی ہے۔کہ وہ ترویج احادیث اور محافظت حدیث کے لئے کس قدر کوشش کرتے رہے۔(۲) امام بخاری خود اپنی تصانیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

أنا أرجو أن يبارك الله تعالى في هذه المصنفات للمسلمين(۳)

''کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی مسلمانوں کے لئے ان تصانیف میں برکت کرے گا''

اللہ تعالی ہماری طرف سے بھی امام بخاری کو اتنی عظیم محنت کا اجر جزیل عطا فرمائے

(آمین یا رب العالمین)

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص۴۸۷

(۲) قال نبأنا محمد بن أبی حاتم الوراق قال: کان أبو عبد الله اذا کنت معه فی سفر یجمعنا بیت واحد الا فی القیظ أحیانا فکنت أراه یقوم فی لیلة واحدة خمس عشرة مرة الی عشرین مرة فی ذلک یأخذ القداحة فیوری نارا بیده ویسرج ثم یخرج أحادیث فیعلم علیها ثم یضع رأسه (تاریخ بغداد ص۱۳ ج۲) ونبأنا محمد بن یوسف الفربری قال کنت عند محمد بن اسماعیل البخاری بمنزله ذات لیلة فأحصیت علیه أنه قام وأسرج یستذکر أشیاء یعلقها فی لیلة ثمانی عشرة مرة (تاریخ بغداد ص۱۴ ج۲).

(۳) مقدمة فتح الباری ص۴۸۷

امام بخاری سے روایت لینے والوں کے اسماء گرامی

امام بخاری کے شاگرد کئی ہزار ہیں۔حافظ دار قطنی نے ایک مستقل تصنیف میں امام بخاری کے شاگردوں کو شمار کیا ہے۔یہاں ہم صرف چند ایک کے نام ذکر کریں گے امام بخاری سے روایت کرنے والوں کے تین طبقات ہیں۔

طبقہ اولی:

پہلا طبقہ امام بخاری کے مشائخ کا ہے جو اساتذہ کرام امام بخاری سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ان میں عبداللہ بن محمد مسندی، عبداللہ بن منیر، اسحٰق بن احمد سرماری اور محمد بن خلف بن قتیبہ (۱) شامل ہیں۔

طبقہ ثانیہ:

دوسرا طبقہ اقران بخاری کا ہے یعنی امام بخاری کے ہم عصر محدثین جو امام بخاری سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ان میں ابو زرعہ رازی، ابو حاتم رازی ابراہیم حربی، ابو بکر بن ابی عاصم، موسیٰ بن ہارون جمال، محمد بن عبداللہ بن مطین، اسحاق بن احمد فارسی محمد بن قتیبہ بخاری اور ابو بکر اعین (۲) شامل ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

تیسرے طبقہ میں امام بخاری کے تلامذہ شامل ہیں۔امام بخاری سے روایت کرنے والوں میں کبار اور حفاظ شاگردوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔صالح بن محمد جزرہ، ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، ابو الفضل احمد بن سلمہ، ابو بکر بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، ابو عیسیٰ ترمذی، حاشد بن اسماعیل، حسین بن محمد قبانی اور ابو حامد اعمش (۳) وغیرہم وکثیر ماہم۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲
(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲
(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

امام بخاری اور محمد بن یحیی ذہلی کے درمیان رقابت

اس سے پہلے یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ حافظ احمد بن حمدون فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ میں امام بخاری کو دیکھا۔ اور محمد بن یحیی ذہلی امام بخاری سے اسماء اور علل حدیث کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ تو امام بخاری اتنی تیزی سے جواب دے رہے تھے جیسے تیر کمان سے گزر رہا ہو۔ گویا امام بخاری **قل ھو اللہ** پڑھ رہے ہوں (۱)

امام حاکم ابو عبداللہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے (۲) کہ امام بخاری ۲۵۰ھ میں نیساپور میں تشریف لائے۔ نیساپور کی مشہور علمی شخصیت محمد بن یحیی ذہلی تھے۔

حسن بن محمد بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحیی ذہلی سے سنا۔ وہ فرما رہے تھے

اذھبوا الی ھذا الرجل الصالح العالم فاسمعوا منہ قال فذھب الناس الیہ فاقبلوا علی السماع منہ (۳) حتی ظھر الخلل فی مجلس محمد بن یحیی قال فتکلم فیہ بعد ذلک (۴)

”کہ اس نیک عالم آدمی امام بخاری کی طرف جاؤ۔ اور ان سے احادیث کا سماع کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ امام بخاری کی طرف گئے۔ حدیث کی سماعت ہونے لگی یہاں تک کہ محمد بن یحیی ذہلی کی علمی مجلس میں کمی واقع ہونے لگی۔ کیونکہ لوگ امام بخاری کی طرف جا رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد محمد بن یحیی ذہلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا“

---

(۱) یقول سمعت أبا حامد الأعمش یقول: رأیت محمد بن اسماعیل البخاری فی جنازة أبی عثمان سعید بن مروان ومحمد بن یحیی یسأله عن الآسامی و الکنیٰ وعلل الحدیث ویمر فیه محمد بن اسماعیل مثل السهم کأنه یقرأ قل هو الله أحد (تاریخ بغداد ص ۳۱ ج۲ ورواه فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۸ واللفظ للتاریخ)

(۲) قال الحاکم أبو عبد الله فی تاریخه قدم البخاری نیسابور سنة خمسین ومأتین (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰)

(۳) حتی ظهر الخلل فی مجالس محمد بن یحیی فحسده بعد ذلک وتکلم فیه (تاریخ بغداد ص ۳۰ ج۲)

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰

حاتم بن احمد کہتے ہیں (۱) کہ جب امام بخاری نیساپور میں تشریف لائے تو کسی حاکم یا عالم کا اتنا عظیم استقبال نہیں کیا گیا جتنا استقبال امام بخاری کا کیا گیا شہر سے باہر دو تین مرحلہ مسافت کے فاصلہ پر لوگوں نے نکل کر استقبال کیا۔ محمد بن یحیی ذہلی نے اپنی مجلس میں اعلان کیا۔

من أراد أن يستقبل محمد بن اسماعيل غداً فليستقبله فاني أستقبله

”کہ جو آدمی کل امام بخاری کے استقبال کے لئے جانا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ امام بخاری کا استقبال کرے۔ میں خود ان کا استقبال کروں گا“

خلق قرآن کا مسئلہ

محمد بن یحیی ذہلی اور نیساپور شہر کے عام علماء کرام نے امام بخاری کا استقبال کیا امام بخاری نے دار البخاریین میں قیام فرمایا اس کے بعد محمد بن یحیی ذہلی نے ہمیں تاکید کی۔ کہ امام بخاری سے کلام کے متعلق کوئی سوال نہ کرنا اگر انہوں نے ہمارے نظریات کے خلاف جواب دے دیا۔ تو ہمارے اور امام بخاری کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور خراسان کے مرجیہ، جہمیہ، رافضی اور ناصبی ہمارے اختلاف سے خوش ہوں گے۔ ابھی امام بخاری کی آمد کا دوسرا یا تیسرا دن تھا۔ لوگوں کی آمد سے گھر بھر چکا تھا کہ ایک آدمی کھڑا ہوا۔

فسأله عن اللفظ بالقرآن فقال أفعالنا مخلوقة وألفاظنا من أفعالنا(۲)

---

(۱) قال حاتم بن أحمد بن محمود: سمعت مسلم بن الحجاج يقول: لما قدم محمد بن اسماعيل نيسابور ما رأيت واليا ولا عالما فعل به أهل نيسابور ما فعلوا به استقبلوه من مرحلتين من البلد أو ثلاث وقال محمد بن يحيى الذهلي في مجلسه من أراد أن يستقبل محمد بن اسماعيل غدا فليستقبله فاني أستقبله فاستقبله محمد بن يحيى وعامة علماء نيسابور فدخل البلد فنزل دار البخاريين فقال لنا محمد بن يحيى: لا تسئلوه عن شيء من الكلام فانه ان أجاب بخلاف ما نحن عليه وقع بيننا وبينه وشمت بنا كل ناصبي ورافضي وجهمي ومرجئي بخراسان (مقدمة فتح الباري ص ۴۹۰)

(۲) مقدمة فتح الباري ص ۴۹۰

"تو اس نے امام بخاری سے یہ سوال کیا کہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے جو الفاظ ہوتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں۔ اور ہمارے الفاظ بھی ہمارے افعال سے شمار ہوتے ہیں"

اس جواب سے لوگوں کے دو فریق بن گئے ایک فریق کہتا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے: "لفظی بالقرآن مخلوق" دوسرا فریق کہتا ہے کہ امام بخاری نے یہ نہیں کہا۔ لوگوں کا یہ اختلاف جھگڑے کی شکل اختیار کر گیا گھر والے جمع ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو یہاں سے نکال دیا (۱)

ابو احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے مشائخ کی ایک جماعت نے بتایا کہ جب امام بخاری نیساپور میں تشریف لائے۔ لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔

حسده بعض شيوخ الوقت فقال لأصحاب الحديث ان محمدبن اسماعيل يقول لفظي بالقرآن مخلوق (۲)

"تو شیوخ وقت میں سے بعض نے امام بخاری سے حسد کیا اور اپنے شاگردوں کو بتایا کہ امام بخاری کہتے ہیں **لفظی بالقرآن مخلوق**"

جب مجلس قائم ہوئی تو ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے سوال کیا اے ابو عبداللہ:

ما تقول في اللفظ بالقرآن مخلوق هو أو غير مخلوق ؟

"امام بخاری: آپ قرآن مجید کے ساتھ لفظ کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیا وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے؟"

امام بخاری نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ تین دفعہ امام بخاری نے اس سے اعراض کیا تو اس آدمی نے پھر اصرار کیا تو امام بخاری نے فرمایا۔

القرآن كلام الله غير مخلوق وأفعال العباد مخلوقة والامتحان بدعة

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰

''تو اس آدمی نے شور برپا کردیا کہ امام بخاری کہتے ہیں ''لفظی بالقرآن مخلوق '' (۱)

امام حاکم نے سند ذکر کر کے فرمایا کہ محمد بن اسماعیل کہتے ہیں ''افعال العباد مخلوقة '' پھر انہوں نے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی (۲)

حدثنا علی بن عبد الله حدثنا مروان بن معاویة حدثنا أبو مالک عن ربعی بن حراش عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ ان الله یصنع کل صانع وصنعته (۳)

''حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالی ہر صانع اور اس کے کام کو پیدا کرتا ہے''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے ابو قدامہ سرخسی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اپنے اصحاب سے یہی سنتے چلے آرہے ہیں کہ **أفعال العباد مخلوقة** '' بندوں کے افعال مخلوق ہیں'' پھر امام بخاری مزید فرماتے ہیں ان کی حرکات، ان کی اصوات ان کی کمائی اور ان کی کتابت سب مخلوق ہیں لیکن وہ قرآن مبین جو مصاحف میں موجود ہے دلوں میں یاد کیا جاتا ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ مخلوق نہیں **قال الله تعالی:**

﴿بل هو آیات بینا ت فی صدور الذین أوتوا العلم﴾

(سورة العنکبوت آیة ۴۹)

امام حاکم کہتے ہیں (۴) کہ جب امام بخاری اور محمد بن یحیی ذہلی کے درمیان یہ تنازع پیدا ہوا تو تمام لوگ امام بخاری سے الگ ہو گئے۔ لیکن مسلم بن حجاج اور احمد بن سلمہ الگ نہ ہوئے۔ کیونکہ امام ذہلی نے اعلان کیا تھا۔

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۱ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰

(۳) مقدمة فتح الباری ص

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱

ألأمن قال باللفظ فلا يحل له أن يحضر مجلسنا

”جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میرے لفظ قرآن پڑھنے میں مخلوق ہیں۔اس کو حق نہیں کہ وہ ہماری اس مجلس میں آئے“

جب امام مسلم نے یہ بات سنی۔

فأخذ المسلم ردائه فوق عمامته وقام علی رؤس الناس فبعث الی الذهلی جميع ما كان كتبه عنه علی ظهر جمال

”تو امام مسلم نے اپنے عمامہ کے اوپر چادر لی اور لوگوں کے بالکل سامنے کھڑے ہو گئے۔جو کچھ امام محمد بن یحیٰی ذہلی سے لکھا تھا وہ جمع کر کے کچھ اونٹوں کی پیٹھ پر رکھ کر محمد بن یحیٰی ذہلی کی طرف بھیج دیا“

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔(۱) کہ امام مسلم نے انصاف سے کام لیا اور اپنی کتاب میں محمد بن یحیٰی ذہلی سے کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور نہ ہی بخاری سے۔

امام حاکم نے اپنی سند سے بیان کیا کہ احمد بن سلمہ نیسابوری کہتے ہیں (۲) کہ میں امام بخاری پر داخل ہوا تو میں نے عرض کیا اے ابوعبد اللہ: یہ آدمی خراسان اور خاص کر اس شہر میں بہت مقبول ہے۔اس نے معاملہ کو بہت بڑھا دیا ہے۔ہم میں سے کوئی بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اس سے اس معاملہ میں بات چیت کرے۔اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ امام بخاری نے اپنی ڈاڑھی پکڑتے ہوئے کہا:

﴿و أفوض أمری الی الله ان الله بصير بالعباد﴾

أللهم انک تعلم أني لم أرد المقام بنيسابور أشرا ولا بطرا ولا طلبا للرياسة وانما أبت علی نفسی الرجوع الی الوطن لغلبة المخالفين

”کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱

(۲) مقدمة فتح الباری ص [illegible]

ہے۔اے اللہ تو یقیناً جانتا ہے کہ میں نے اس شہر نیسابور کا ارادہ شرارت، تکبر اور علاقے کی ریاست حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔صرف میرے دل نے وطن میں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اپنے وطن واپس لوٹنے سے انکار کیا تھا۔"

اللہ تعالی نے جو کچھ مجھے عطاء کیا ہے اس فضیلت پر حسد کرتے ہوئے اس شخص نے مجھ سے یہ سب کچھ کیا ہے۔پھر فرمانے لگے:

يا أحمد انی خارج غدا لتخلصوا من حديثه لأجلی (۱)

"احمد میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔تا کہ میری وجہ سے جو باتیں تم سنتے ہو ان سے تم بچ جاؤ"

امام بخاری رحمہ اللہ کا عقیدہ

غنجار تاریخ بخاریٰ میں اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ احمد بن نصر خفاف کہتے ہیں۔(۲) کہ ہم ایک دن ابواسحاق قرشی کے پاس تھے۔اور ہمارے ساتھ محمد بن نصر مروزی بھی تھے۔اتنے میں محمد بن اسماعیل بخاری کا ذکر شروع ہوا۔محمد بن نصر کہنے لگے میں نے امام بخاری سے سنا۔امام بخاری کہتے ہیں:

من زعم أنی قلت لفظی بالقرآن مخلوق فهو كذاب فانی لم أقله فقلت له يا أبا عبدا لله قد خاض الناس فی هذا فأكثروا فقال :ليس الا ما أقول لک

"کہ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا ہے وہ کذاب ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔پھر میں نے امام بخاری سے عرض کیا کہ لوگ تو اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔اور بہت ہی زیادہ باتیں کرتے ہیں۔تو امام بخاری نے جواب دیا کہ بات صرف وہی ہے جو میں آپ سے کہتا ہوں"

---

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱

(۲) تاريخ بغداد ص ۳۲ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱

ابوعمرو خفاف کہتے ہیں کہ میں پھر امام بخاری محمد بن اسماعیل کے پاس آیا تو امام بخاری سے کچھ باتیں کیں ۔ یہاں تک کہ آپ پرسکون ہو گئے ۔تو میں نے پوچھا: ابوعبداللہ کچھ لوگ وہاں آپ کے متعلق یہ باتیں کرتے ہیں کہ آپ نے یہ بات کہی ہے۔تو امام بخاری نے جواب دیا:

یا أبا عمرو احفظ عنی من زعم من أهل نیسابور وسمی غیرها من البلدان بلادا کثیرا انی قلت :لفظی بالقرآن مخلوق فهو کذاب فانی لم أقله الا أنی قلت أفعال العباد مخلوقة (۱)

''کہ ابوعمرو: جو بات میں کہتا ہوں اس کو یاد رکھو: نیساپور- اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے شہروں کے نام بھی لئے- والوں میں سے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا ہے- وہ آدمی کذاب ہے میں نے یہ بات نہیں کہی- میں نے تو صرف کہا ہے''**أفعال العباد مخلوقة**''

حاکم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے محمد بن نعیم کہتے ہیں ۔(۲) کہ جب امام بخاری کے عقیدہ کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔تو میں نے ان سے ایمان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

قول وعمل ویزید وینقص والقرآن کلام الله غیر مخلوق وأفضل أصحاب رسول الله ﷺ أبو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی علی هذا حییت وعلیه أموت وعلیه أبعث ان شاء الله تعالی

''کہ ایمان قول وعمل ہے اور بڑھتا گھٹتا ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور

---

(۱) فقال :یا أبا عمرو احفظ ما أقول لک من زعم من أهل نیسابور وقومس والری وهمذان وحلوان وبغداد والکوفة والمدینة ومکة والبصرة انی قلت :لفظی بالقرآن مخلوق فهو کذاب فانی لم أقل هذه المقالة الا أنی قلت أفعال العباد مخلوقة (تاریخ بغداد ص ۳۲ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱ واللفظ للتاریخ)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ میں سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی اسی پر میں زندہ رہا اور اسی پر مروں گا اور اسی پر اٹھایا جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ"

تو ثابت ہوا کہ آخری وقت تک امام بخاری کا عقیدہ یہی تھا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے وہ مخلوق نہیں مصاحف میں قرآن مکتوب ہے۔لوگوں کے دلوں میں قرآن محفوظ ہے

خالد بن احمد والی بخاریٰ کی امام بخاری سے مخالفت کی وجہ

احمد بن منصور شیرازی کہتے ہیں (۱) کہ امام بخاری جب اپنے وطن بخاریٰ واپس آئے تو لوگوں نے بڑے جوش اور شوق سے امام بخاری کا استقبال کیا۔ان پر درہم اور دینار نچھاور کئے گئے ۔امام بخاری تھوڑا عرصہ یہاں ٹھہرے تھے ۔(۲) کہ حاکم بخاریٰ خالد بن احمد ذہلی اور امام بخاری کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی۔اس مخالفت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ غنجار نے اپنی تاریخ میں کہا ہے۔(۳) بکر بن منیر کہتے ہیں والی بخاریٰ خالد بن احمد ذہلی نے امام بخاری کی طرف یہ پیغام بھیجا۔

أن احمل الی كتاب الجامع و التاريخ لأسمع منک

"کہ جامع بخاری اور تاریخ لے کر میرے پاس آجاؤ تاکہ میں آپ سے سماعت کرسکوں"

تو امام بخاری نے قاصد کو یہ جواب دے کر واپس بھیج دیا۔

انی لا أذل العلم ولا أحمله الى أبواب السلاطين (۴)

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۲) ثم وقع بينه وبين الأمير فأمره بالخروج من بخاریٰ فخرج الى بيكند (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

(۳) انی أحمل الی كتاب الجامع و التاريخ وغيرهما لأسمع منک فقال محمد بن اسماعيل لرسوله أن لا أذل العلم ولا أحمله الى أبواب الناس فان كانت لک الى شیء منه حاجة فاحضرنی فی مسجدی أو فی داری وان لم يعجبک هذا فأنت سلطان فامنعنی من الجلوس ليكون لی عذر عند الله يوم القيمة لأنی لا أكتم العلم (تاريخ بغداد ص ۳۳ ج ۲)

(۴) فقال محمد بن اسماعيل لرسوله :قل له انی لا أذل العلم ولا أحمله الى أبواب السلاطين فان كان له حاجة ان شیء منه فليحضرنی فی مسجدی أو فی داری فان لم يعجبک هذا فأنت سلطان فامنعنی من المجلس ليكون لی عذر عند الله [illegible] العلم (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

''کہ میں علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی حاکموں کے دروازوں پر اس کو اٹھا کر جاؤں گا''

اگر اس کو اس علم سے کسی چیز کی ضرورت ہے تو میری مسجد یا گھر میں آجائے اگر تجھے یہ بات پسند نہ آئے تو آپ حاکم ہیں اس مجلس کو بند کروادیں۔ تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالی کے پاس میرے لئے عذر بن جائے۔ میں علم کو چھپا نہیں سکتا۔

حاکم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابو بکر بن ابو عمرو بیان کرتے ہیں ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور خالد بن احمد ذہلی حاکم بخاریٰ کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ بنی۔ کہ والی بخاریٰ نے امام بخاری کو پیغام بھیجا۔ (۱)

أن يحضر منزله فيقرأ الجامع والتاريخ على أولاده فامتنع من ذلك

''کہ امام بخاری ان کے گھر تشریف لائیں اس کے بچوں کو جامع بخاری اور تاریخ پڑھائیں۔ امام بخاری اس کے پاس حاضر ہونے سے رک گئے''

اور امام بخاری نے جواب دیا۔

لا يسعني أن أخص بالسماع قوما دون قوم (۲)

''کہ میں یہ نہیں کر سکتا کہ ایک قوم کو محروم کر کے دوسری قوم کو سماع کے لئے خاص کر دوں''

آخر کار حاکم وقت نے بخاریٰ کے علماء میں سے حریث بن ابی الورقاء وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ انہوں نے امام بخاری کے مذہب وعقیدہ میں کلام کیا۔ تو والی بخاریٰ نے امام بخاری کو بخاریٰ سے نکال دیا۔ امام بخاری نے ان کے خلاف بددعا کی

اللهم أرهم ما قصدوني به في أنفسهم وأولادهم وأهاليهم (۳)

''کہ اے اللہ ان کو ان کے نفسوں، اولادوں اور اہلوں میں وہ چیز دکھادے

---

(۱) تاریخ بغداد ص ۳۳ ج ۲ ومقدمۃ فتح الباری ص ۴۹۳

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۳ ج ۲ ومقدمۃ فتح الباری ص ۴۹۳

(۳) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۹۳

جس کا انہوں نے میرے بارے میں ارادہ کیا“

اللہ تعالی نے امام بخاری کی دعا قبول کر لی۔ اور اللہ نے ان مذکورہ افراد کو تکالیف دکھائیں۔ بعض تکالیف تو بیان ہی نہیں کی جا سکتیں۔ (۱) اس طرح امام بخاری نے بخاریٰ کو چھوڑ دیا۔

وفات امام بخاری

ابن عدی کہتے ہیں میں نے عبدالقدوس بن عبدالجبار سمرقندی سے سنا۔ وہ کہتے ہیں۔ (۲) کہ امام بخاری سمرقند کی بستیوں میں سے ایک بستی خرتنگ میں آگئے یہاں امام بخاری کے رشتہ دار تھے۔ امام بخاری ان کے ہاں ٹھہرے۔ عبدالقدوس کہتے ہیں کہ میں نے سنا۔ (۳) کہ امام بخاری ایک رات تہجد پڑھنے کے بعد دعا کرتے ہیں۔

اللھم قد ضاقت علی الارض بمارحبت فاقبضنی الیک

”اے اللہ زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ اب مجھے اپنی طرف اٹھالے“

راوی کہتے ہیں کہ ابھی ایک مہینہ بھی پورا نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالی نے ان کو فوت کر لیا ان کی قبر خرتنگ میں ہے۔

وراق بخاری کہتے ہیں کہ میں نے غالب بن جبریل سے سنا (۴) کہ امام بخاری جب خرتنگ میں تشریف لائے۔ تھوڑے ہی دن قیام فرمایا تھا کہ بیمار ہو گئے اور سمرقند والوں کی طرف سے قاصد آنے شروع ہو گئے۔ کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں امام بخاری نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ یہاں تک کہ امام بخاری سفر کے

(۱) أما حریث بن أبی الورقاء فانه ابتلی فی أهله فرأی فیها ما یجل عن الوصف (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۴ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۴) غالب بن جبریل وهو الذی نزل علیه البخاری بخرتنک (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

لئے تیار ہو گئے ۔موزے پہن لئے ۔عمامہ باندھ لیا سواری کے جانور پر سوار ہونے کے لئے تقریبا بیس قدم چلے ہوں گے ۔کہ امام بخاری فرمانے لگے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے کمزوری ہوگئی ہے ۔راوی کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کو سہارا دیئے ہوئے تھا۔امام بخاری کے کہنے پر ہم نے امام بخاری کو چھوڑ دیا۔امام بخاری نے کچھ دعائیں کیں پھر لیٹ گئے ۔اتنے میں امام بخاری کی روح پرواز کر گئی ۔امام بخاری کے جسم سے بہت زیادہ پسینہ جاری ہوا۔امام بخاری نے ہمیں بتایا تھا کہ میرے کفن میں تین کپڑے ہوں جن میں قمیص اور عمامہ نہ ہو(۱) ہم نے ایسے ہی کفن میں ان کو کفنایا۔ہم نے امام بخاری کا جنازہ پڑھا۔جب ہم نے امام بخاری کو قبر میں رکھا تو مٹی سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلنے لگی ۔یہ خوشبو کئی دن تک آتی رہی ۔لوگ امام بخاری کی قبر سے خوشبو والی مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے ۔حتی کہ ہم نے قبر کے ارد گرد لکڑی کا جنگلہ لگا دیا۔(۲) تا کہ قبر کی مٹی محفوظ رہے۔

ابو بکر احمد خطیب بغدادی نے اپنی سند سے بیان کیا کہ ابوالحسن مہیب بن سلیم بن مجاہد کہتے ہیں:

توفی أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم ليلة السبت ليلة الفطر سنة ست وخمسين ومائتين (۳)

''کہ امام بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل ہفتہ کی رات عید الفطر والی رات ۲۵۶ھ کو فوت ہوئے''

حافظ بن حجر کہتے ہیں :(۴) حسن نے کہا ہے ۔کہ آپ کی عمر ۱۳ دن کم ۶۲ سال ہوئی۔

---

(۱) قال ففعلنا فلما أدرجناه في أكفانه وصلينا عليه (مقدمة فتح الباري ص ۴۹۳)

(۲) مقدمة فتح الباري ص ۴۹۳

(۳) تاريخ بغداد ص ۳۴ ج ۲ ومقدمة فتح الباري ص ۴۹۳

(۴) مقدمة فتح الباري ص ۴۹۳

خطیب بغدادی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالواحد بن آدم طواویسی کہتے ہیں

رأیت النبی ﷺ فی النوم ومعه جماعة من أصحابه وهو واقف فی موضع فسلمت علیه فرد علی السلام فقلت ما وقوفک هنا یا رسول الله ﷺ ؟ فقال أنتظر محمد بن اسماعیل البخاری (۱)

"کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ اپنے صحابہ میں سے ایک جماعت کے ہمراہ ایک مقام پر کھڑے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا پھر میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں"

عبدالواحد کہتے ہیں کہ چند دن گزرے۔ مجھے امام بخاری کی وفات کی خبر ملی میں نے دیکھا کہ ان کی وفات کا وہی وقت تھا۔ جس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔

اس طرح امام بخاری نے اپنی زندگی علم حدیث کے تعلم و تعلیم میں گزار دی جیسا کہ امام بخاری کے استاد حسین بن حریث فرماتے ہیں: (۲)

لا أعلم أنی رأیت مثل محمد بن اسماعیل کانه لم یخلق الا للحدیث

اللہ تعالی امت مسلمہ پر اس عظیم احسان کا ان کو بہتر اجر عطا فرمائے۔ (۳) اور ان کو ان لوگوں کی رفاقت نصیب فرمائے جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

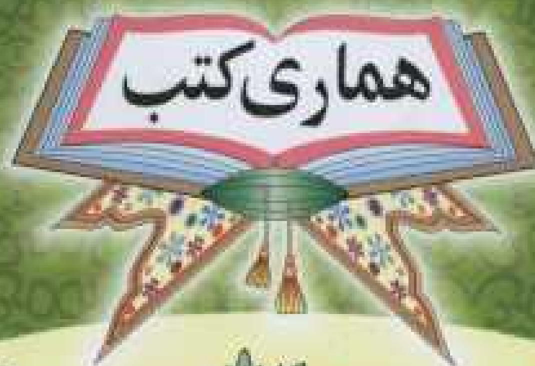
﴿مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ سورة النساء آية ٦٩ .

---

(۱) تاریخ بغداد ص ۳۴ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

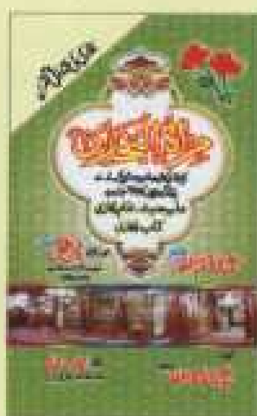
(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۳) باب آخر ما تکلم النبی ﷺ: ان عائشة قالت وکانت آخر کلمة تکلم بها أللهم الرفیق الأعلى (رواه البخاری ص ۶۴۱ جلد ۲)



















ناشر دار الحسنیٰ گوجرانوالہ
گلی ماہنا گجر آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ